



ترجمہ
حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ

ملفوظات بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
لاہور - کراچی - پاکستان

نام کتاب

راحت القلوب

تالیف

(ملفوظات حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ)

مترجم

ملا واحد

تہذیب

خواجہ عابد نظامی

تاریخ اشاعت

اپریل 2006ء

ناشر

ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور

تعداد

ایک ہزار

کمپیوٹر کوڈ

1Z223

قیمت

68 روپے

ملنے کے پتے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

داتا دربار روڈ، لاہور۔ 7221953 فیکس: 042-7238010

9۔ انکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔ 7225085-7247350

14۔ انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی

فون: 021-2212011-2630411۔ فیکس: 021-2210212

e-mail:- sales@zia-ul-quran.com

zquran@brain.net.pk

Visit our website:- www.zia-ul-quran.com

انتساب

امام المشائخ

حضرت خواجہ حسن نظامی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نام

جن کی محبت کے اسیران ملفوظات کے مترجم
حضرت ملا واحدی بھی تھے اور یہ راقم الحروف بھی۔

اگر سیاہ دلم داغ لالہ زار تو ام
وگر کشادہ جبینم گل بہار تو ام

عابد نظامی

لاہور ۲۰۔ رجب المرجب ۱۴۰۴ھ

پیش لفظ

(از خواجہ عابد نظامی، ایڈیٹر ماہنامہ ضیائے حرم لاہور)
 ”راحت القلوب“ حضرت شیخ شیوخ العالم بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ
 علیہ کے ملفوظات طیبات پر مبنی مشہور عالم کتاب ہے، جسے اُن کے محبوب مرید
 اور خلیفہ سلطان المشائخ حضرت خواجہ سید نظام الدین اولیاء محبوب الہی زری زر
 بخش رحمۃ اللہ علیہ نے ۶۵۶ھ میں مرتب فرمایا تھا۔ عجیب بات ہے کہ صوفیاء
 کے حلقے میں اس کتاب کی جس قدر شہرت ہے، یہ اسی قدر نایاب بھی ہے۔
 امام المشائخ حضرت خواجہ حسن نظامی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد پر ۱۹۱۱ء میں
 اُن کے محبوب مرید اور خلیفہ سید محمد انصاری المعروف ملا واحدی ایڈیٹر ماہنامہ نظام
 المشائخ دہلی نے ”بزم فرید“ کے نام سے اردو میں اس کتاب کا ترجمہ کر کے شائع کیا تھا
 غالباً اس کے بعد ”راحت القلوب“ کا کوئی عمدہ معیاری اور عام ترجمہ شائع
 نہیں ہوا۔

میرے پاس ”بزم فرید“ کا جو نسخہ تھا، وہ مرور زمانہ سے انتہائی بوسیدہ۔

ہو چکا تھا۔ بعض مقامات سے تو اس کی عبارت بھی نہ پڑھی جاتی تھی۔ ایک عرصہ سے میں اس تلاش میں تھا کہ کہیں سے ”بزم فرید“ کا صحیح اور مکمل نسخہ دستیاب ہو، لیکن یہ آرزو پوری نہ ہوئی۔ خوش قسمتی سے گذشتہ سال ”راحب القلوب“ کا فارسی نسخہ دستیاب ہو گیا۔ اس نسخہ کے ملتے ہی میں نے ”بزم فرید“ کی تکمیل کا کام شروع کر دیا، جو کئی ماہ کی محنت شاقہ کے بعد اس قابل ہوا ہے کہ آپ کی خدمت میں پیش کیا جائے۔

”راحت القلوب“ کا نیا ترجمہ میں نے اس لئے نہیں کیا کہ پہلا ترجمہ ایک اہل دل اور اہل علم بزرگ کی شیف روز کی محنت کا حاصل ہے، جس کا قائم رہنا ضروری ہے کیونکہ میرا ایمان ہے کہ بزرگوں نے جس محبت اور خلوص نیت سے ان کاموں کو انجام دیا ہے، اس کی بدولت یہ دلوں کی تسخیر کا باعث بنیں گے اور اس سے رشد و ہدایت کا نور پھیلے گا۔

”بزم فرید“ کے نسخے کی املا قدیم تھی، جو آج کل ہمارے ہاں رائج نہیں۔ پیش نظر نسخہ میں میں نے قدیم املا کو تبدیل کر کے اسے موجودہ زمانے کے مطابق کر دیا ہے، جس کے باعث اب قارئین کو مطالعہ میں کوئی دشواری پیش نہ آئے گی۔ نیز کتاب کے آغاز میں حضرت بابا صاحب قدس سرہ العزیز اور حضرت محبوب قدس سرہ العزیز کے حالات طیبات بھی لکھ کر شامل کر دیئے ہیں۔

حضرت ملا واحدی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات کے بارے میں صرف اس قدر لکھنا کافی ہے کہ وہ امام المشائخ حضرت خواجہ حسن نظامی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے علمی و ادبی کاموں میں ان کے رفیق و معاون تھے۔ ۱۹۰۵ء میں ان کے پیر مرشد

حضرت خواجہ صاحب نے حلقہ نظام المشائخ قائم کیا، تو اس کے مقاصد کی تبلیغ کے لئے ماہنامہ نظام المشائخ بھی جاری کیا، جس کے مدیر خود حضرت خواجہ صاحب تھے اور نائب مدیر ملا واحدی نظام المشائخ کا پہلا شمارہ جولائی ۱۹۰۹ء میں شائع ہوا بعد میں جب یہ رسالہ خوب چل نکلا تو حضرت خواجہ صاحب نے اسے ملا واحدی صاحب کے سپرد فرما دیا جسے وہ برصغیر کی تقسیم کے بعد کراچی آکر بھی باقاعدگی کے ساتھ شائع کرتے رہے۔

۱۹۰۹ء میں میں ملا واحدی صاحب کو کراچی میں ملا تو دوران گفتگو انہوں نے فرمایا کہ ان کا خاندان شاہجہان بادشاہ کے زمانے سے دہلی میں آباد تھا۔ شاہجہان نے ان کے بزرگوں کو مدینہ منورہ سے دہلی محض اس غرض سے بلایا تھا کہ ان کے علم و فضل سے وہ خود اور اس کی رعایا مستفیض ہو۔

”راحت القلوب“ کی اشاعت نو سے مجھے دلی خوشی محسوس ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اسے عوام و خواص میں مقبولیت عطا فرمائے۔ بلاشبہ یہ ایسی مفید اور دلچسپ کتاب ہے کہ اولیاء اللہ سے محبت و عقیدت رکھنے والے اسے اپنے تبلیغی سلسلے کا حصہ بنائیں۔ آج ضرورت ہے کہ ہر گھر اور مجلس میں اس کو پڑھا جائے۔ انشاء اللہ اس کی برکت سے پڑھنے والوں کی دنیا بھی سدھرے گی اور دین بھی۔

آخر میں میں منہم صاحبزادہ حفیظ البرکات شاہ صاحب کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں جن کی بذاتی دلچسپی نے مجھے اس بابرکت کام کی طرف متوجہ کیا۔ ان کی حوصلہ افزائی اگر قدم بقدم مستیر نہ آتی تو شاید یہ کتاب اتنی جلدی منصہ شہود پر نہ آتی۔

(خاکپائے اولیاء اللہ)
خواجہ عابد نظامی

لاہور ۱۵ جنوری ۱۹۸۳ء

فہستہ

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۳	حالاتِ زندگی حضرت شیخ العالمؒ	۷۶	نفسِ امارہ، لوازم اور مطمئنہ
۳۷	حالاتِ زندگی حضرت محبوب الہیؒ	۷۹	تلقینِ ذکر
۵۵	پہلی مجلس	۸۱	چھٹی مجلس
۶۰	درویشی کیا ہے؟	۸۳	استغراق و بے خودی
۶۲	دوسری مجلس	۸۴	درویشوں سے عقیدت اور حسن ظن
۶۳	درویشوں کا تذکرہ -	۹۲	ساتویں مجلس
۷۱	تیسری مجلس	۹۸	کراماتِ اولیاء
۷۲	بندے اور مولیٰ کے درمیان حجاب	۹۹	آٹھویں مجلس
۷۳	چوتھی مجلس	۱۰۱	سلوکِ راہِ طریقت
۷۴	فضیلتِ شبِ معراج	۱۰۲	نویں مجلس
۷۵	سماع کی بحث	۱۰۳	فضائلِ رمضان
۷۶	پانچویں مجلس	۱۰۴	شبِ قدر
۷۷	رمِ مقرر من رانی -	۱۰۵	کشف و کراماتِ اولیاء

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۲۴	دعا کی فضیلت	۱۰۵	دسویں مجلس
۱۲۵	سلامتی کا وظیفہ	۱۰۹	مالمِ علوی اور عالمِ سفلی
۱۲۵	سولہویں مجلس	۱۱۰	گیارہویں مجلس
۱۲۵	ماہِ ذی الحجہ کے اعمالِ فضائل	۱۱۱	درویشی اور جاگیر
۱۳۲	سترہویں مجلس	۱۱۲	حسنِ ادب
۱۳۲	مذہبِ حضرت امامِ اعظمؒ	۱۱۳	کشف و کرامات
۱۳۴	مذہب کا شجرہ	۱۱۳	بارہویں مجلس
۱۳۵	ادعیہ ماثورہ	۱۱۴	خرقِ عادت
۱۳۵	تہجد کی نماز	۱۱۵	تیرہویں مجلس
۱۳۵	شیطان سے بچنے کا عمل	۱۱۶	ترکِ دنیا
۱۳۶	محتاجی دور کرنے کا وظیفہ	۱۱۷	ذکرِ خدا میں استغراق
۱۳۶	غم دور کرنے کا وظیفہ	۱۱۸	عقل و علم
۱۳۷	خوف دور کرنے کا وظیفہ	۱۱۹	چودھویں مجلس
۱۳۸	دشمن کے کرے بچنے کا وظیفہ	۱۲۰	عقل و علم
۱۳۸	جنت حاصل کرنے کا عمل	۱۲۱	پندرہویں مجلس
۱۳۹	عذابِ قبر کی آسانی کا وظیفہ	۱۲۲	ترکِ دنیا کی فضیلت
۱۴۰	فراخی رزق کا وظیفہ	۱۲۳	سورۃ ملک کی فضیلت
		۱۲۴	اللہ کے ذکر کی فضیلت

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
	اکیسویں مجلس		تیسویں مجلس		اٹھارہویں مجلس
۱۳۰	حضرت بابا صاحب کی خاص دُعا	۱۵۸	ماثورے کی فضیلت اور اعمال	۱۳۱	درود شریف کی فضیلت
۱۳۱	آیت الکرسی کے فضائل	۱۶۱	عطائے عرقہ خاص درخصت	۱۳۲	انیسویں مجلس
۱۳۲	رجوع و عزم دور ہونے کی دعا	۱۶۲	ماہ صفر میں بلاؤں سے بچنے	۱۳۵	کشتائش رزق کی دعا
۱۳۵	ہر مہم میں کامیاب ہونے کی دُعا		کے اعمال	۱۳۵	ہر مہم میں کامیاب ہونے کی دُعا
۱۳۶	اعمال مقبول ہونے کی دعا			۱۳۶	کشتائش رزق کی دعا
۱۳۶	دین و دنیا کی مصلحت کی دعا			۱۳۶	ہر مہم میں کامیاب ہونے کی دُعا
۱۳۶	ثابت قدم رہنے کی دعا			۱۳۶	کشتائش رزق کی دعا
۱۳۷	اطمینان قلب کی دعا			۱۳۷	کشتائش رزق کی دعا
۱۳۷	خاصاتِ خدا میں شامل ہونے کی دُعا			۱۳۷	کشتائش رزق کی دعا
۱۳۷	اولاد طلب کرنے کی دُعا			۱۳۷	کشتائش رزق کی دعا
۱۳۸	صالحین کے ساتھ شہر ہونے کی دُعا			۱۳۷	کشتائش رزق کی دعا
۱۳۸	ماہِ محرم کے فضائل اور دعائیں			۱۳۷	کشتائش رزق کی دعا

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۳۹	تیسویں مجلس	۱۵۸	ماثورے کی فضیلت اور اعمال
۱۴۱	چوبیسویں مجلس	۱۶۱	عطائے عرقہ خاص درخصت
۱۴۵	مولانا نظامی کی ایک خاص نظم	۱۶۲	ماہ صفر میں بلاؤں سے بچنے

حالاتِ زندگی

حضرت شیخ العالم خواجہ فرید الدین محمود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ

پاک دہندہ میں اسلام صوفیائے کرام کی مساعی جمیلہ سے پھیلا۔ اس خطے میں ان مہرانِ خدا کا وجود مسعود اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا انعام تھا (اور بفضلہ تعالیٰ اب بھی ہے) برصغیر میں مسلمان سلاطین نے کم و بیش ایک ہزار برس تک حکومت کی، اس دوران میں ہندوؤں نے اسلامی کلچر کو نقصان پہنچانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا مگر صوفیاء کرام کی مسلسل تبلیغی کوششوں کے سامنے وہ کبھی کامیاب نہ ہو سکے۔ پروفیسر ایچ اے آر گب نے کتنا صحیح لکھا ہے:

تاریخ اسلام میں بار بار ایسے مواقع آئے کہ اسلام کے کلچر کا شدت سے مقابلہ کیا گیا، لیکن بائیں ہمدہ مغلوب نہ ہو سکا۔ اس کی سبب بڑی وجہ یہ ہے کہ صوفیہ کا اندازِ فکر فوراً اس کی مدد کو آجاتا تھا اور اس کو اتنی قوت اور توانائی بخش دیتا تھا کہ کوئی طاقت اُس کا مقابلہ نہ کر سکتی تھی۔

(اسلامک کلچر مطبوعہ لندن)

صوفیاء کرام کا ہاتھ ہمیشہ ملت کی نبض پر اور دماغ تجدید و احیاء کی تدابیر سوچنے میں

مصروف رہا۔ مادیت کے سیلاب کو روکنے اور ذہنی انتشار کو ختم کرنے کا جو عظیم نشان کام اس جماعت نے سرانجام دیا وہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے۔
بلاشبہ ان بزرگوں نے جب کبھی قوم کا اخلاقی مزاج بگڑتا ہوا دیکھا تو اپنی تمام تر ذہنی اور عملی صلاحیتیں صحت مند غام کو اُجھالتے ہیں صرف کر دیں۔

حضرت خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکرؒ کو جب حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ نے دہلی میں تبلیغ و ہدایت کے منصب پر مامور فرمایا تو اس وقت حالات نہایت ہی نامساعد تھے، سلطان التمش کی وفات ہو چکی تھی۔ بڑے بڑے علماء موقع سے فائدہ اٹھا کر میدان سیاست میں کود پڑے تھے، لیکن حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ نے سیاسی بکھیروں سے بچ کر دین حق کی خاطر جو شاندار خدمات سرانجام دیں، وہ آج بھی تاریخ میں سنہرے حروف سے لکھی ہوئی نظر آتی ہیں۔

حضرت بابا صاحب دہلی میں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے سجادے پر بیٹھے تھے، لیکن جب انہوں نے محسوس کیا کہ دارالسلطنت کا ماحول دین کی تبلیغ و ترویج پر اثر انداز ہونے لگا ہے تو وہ دہلی چھوڑ کر ہانسی تشریف لے گئے۔ بعض لوگوں نے اعتراض کیا کہ آپ کے پیروں نے یہی مقام آپ کو دیا تھا۔ اس پر آپ نے فرمایا: ”میرے پیر نے جو نعمت مجھے عطا فرمائی ہے وہ کسی خاص مقام سے البتہ نہیں ہے۔“ (سیر الاولیاء صفحہ ۲۷)

حضرت بابا صاحب پہلے ہانسی اور بعد میں اجودھن تشریف لے گئے۔ اجودھن پاک پتن کا پرانا نام ہے۔ یہاں بابا صاحب نے اپنی تربیت خاص کے سانچے میں ڈھال کر جو لوگ تیار کئے اُن میں شیخ جمال الدین ہانسوی، شیخ بدر الدین اسحاق، شیخ نظام الدین اولیاء محبوب الہی، شیخ علی احمد صابری کی اور شیخ مارف جیسے مردان حق شامل ہیں جو بابا صاحب کے مکتب صحبت

مصراف رہا۔ مادیت کے سیلاب کو روکنے اور ذہنی انتشار کو ختم کرنے کا جو عظیم نشان کام اس جماعت نے سرانجام دیا وہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے۔

بابا صاحب کا شجرہ نسب

تمام تذکرہ نگار اس پر متفق ہیں کہ حضرت بابا صاحب صحیح النسب فاروقی ہیں حضرت بابا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے ان کا سلسلہ نسب اس طرح مل جاتا ہے:

- (۱) حضرت شیخ جمال الدین سلیمان (والد) (۲) شیخ شعیب (۳) شیخ احمد (۴) شیخ
- (۵) شیخ محمد (۶) شیخ شہاب الدین (۷) شیخ احمد (معروف بہ فرخ شاہ بادشاہ کابل)۔
- (۸) شیخ نصیر الدین (۹) محمد شاہ (۱۰) سامان شاہ (۱۱) شیخ سلیمان (۱۲) شیخ مسعود (۱۳)
- (۱۴) شیخ ابو الفتح (۱۵) شیخ اسحاق (۱۶) حضرت خواجہ ابراہیم شاہ
- (۱۷) خواجہ ادریس (۱۸) شیخ سلیمان (۱۹) شیخ ناصر (۲۰) حضرت عبداللہ (۲۱) ابراہیم بن
- سلیمان بن فاروق اعظم رضی اللہ عنہ۔

والدین کریمین

بابا صاحب کے دادا حضرت شیخ شعیب کو اللہ تعالیٰ نے تین فرزند عطا فرمائے۔

- (۱) خواجہ جمال الدین سلیمان (۲) خواجہ احمد (۳) خواجہ سعد حاجی

خواجہ جمال الدین سلیمان حضرت بابا صاحب کے والد تھے جو نہایت عالم و فاضل اور زاہد و پرہیزگار تھے۔ جن دنوں خواجہ شعیب کھتوال میں سکونت پذیر تھے، انہی دنوں نواح کابل سے ایک نامزدان ہجرت کر کے قصبہ کوٹ کروڑ (نواح ملتان) میں اقامت گزیر ہوا۔ اُس نامزدان کے

سربا مولانا وجہ الدین خجندی تھے، جو تخر عالم اور نہایت متقی بزرگ تھے۔ ان کا سلسلہ نسب حضرت عباس بن عبد المطلب سے ملتا تھا۔ ان کی صاحبزادی قمرسم خاتون تھیں۔ خواجہ شعیب نے مولانا وجہ الدین خجندی سے اپنے فرزند خواجہ سلیمان کے لیے بی بی قمرسم خاتون کے رشتے کی درخواست کی۔ مولانا خجندی فوراً رضامند ہو گئے۔ اس طرح خواجہ سلیمان اور بی بی قمرسم خاتون کا عقد عمل میں آیا۔

خواجہ سلیمان کی طرح حضرت بی بی قمرسم خاتون بھی نہایت عبادت گزار اور شب زندہ دار خاتون تھیں۔ اکثر تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ وہ کثرت عبادت کی بدولت درجہ ولایت پر فائز تھیں۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الہی فرماتے ہیں کہ ایک رات بی بی قمرسم خاتون نماز تہجد میں مشغول تھیں کہ ایک چور گھر میں گھس آیا۔ جونہی بی بی صاحبہ کی نظر اس پر پڑی تو وہ بنیائی سے محروم ہو گیا۔ اس پر اس نے گریہ و زاری شروع کر دی اور کہنے لگا جس نیک نیت کی بددعا سے میری بنیائی سلب ہوئی ہے میں اس سے وعدہ کرتا ہوں کہ اگر میری بنیائی دوبارہ مجھے مل جائے تو میں عمر بھر چوری نہ کروں گا۔

بی بی صاحبہ کو اس کی فریاد اور گریہ و زاری پر ترس آ گیا اور انہوں نے بارگاہ الہی میں اس کی بنیائی کے لئے دعا کی۔ چور کی بصارت خود کرائی۔ اس وقت بی بی صاحبہ کے قدموں میں گر کر معافی مانگی اور رخصت ہو گیا۔

اگلی صبح وہ اپنے بیوی بچوں کے ساتھ حاضر خدمت ہوا اور اہل و عیال سمیت مشرف باسلام ہو گیا۔ حضرت بی بی صاحبہ نے اس کا اسلامی نام عبد اللہ رکھا۔ عبد اللہ قبول اسلام کے بعد کثرت مجاہدات و ریاضات کی بدولت درجہ ولایت پر پہنچا اور اسے خاندان خواجہ

الشہب کی طرف سے ”چاولے شائخ“ کا لقب عطا ہوا۔ بعد میں قصبتہ کھٹوال اسی کے نام ”چاولے شائخ“ سے مشہور ہو گیا۔

حضرت خواجہ شعیب اور خواجہ سلیمان کو اللہ تعالیٰ نے تین فرزند اور ایک صاحبزادی عطا فرمائی جن کے نام یہ ہیں ۱۱ حضرت عزیز الدین ۱۲ بابا فرید الدین گنج شکر ۱۳ حضرت نجیب الدین ۱۴ حضرت بی بی ہاجرہ ملقبہ بجمیلہ خاتون (والدہ ماجدہ حضرت مخدوم سید علاؤ الدین علی احمد صاحب کلیری)

ابتدائی تعلیم

حضرت بابا صاحب ابھی کم سن تھے کہ ان کے والد ماجد نے وفات پائی اور انکی تعلیم و تربیت کی ساری ذمہ داری ان کی والدہ محترمہ کے سر آ پڑی۔ وہ خود علم و فضل کے اعتبار سے بلند مقام رکھتی تھیں۔ انہوں نے نہایت توجہ سے اپنے لخت بکری پرورش اور تربیت کی۔ بابا صاحب نے ابتدائی تعلیم کھٹوال میں حاصل کی۔ نہایت ذہین اور محنتی تھے۔ جو سبق ایک دفعہ پڑھ لیتے ہمیشہ کے لیے ذہن نشین ہو جاتا۔

بابا صاحب بچپن میں ہی نہایت اعلیٰ اخلاق کے مالک تھے۔ بدتمیز اور شرارتی بچوں کے ساتھ نہ کھیلتے۔ انکی والدہ کی تربیت کا یہ اثر تھا کہ کم سن ہی میں نماز کے سخت پابند ہو گئے۔ سات سال کی عمر میں انہوں نے تمام ابتدائی دینی کتب ختم کر لیں تو والدہ کو ان کی مزید تعلیم کی فکر ہوئی۔ کھٹوال میں کوئی ایسا عالم نہ تھا جو آپ کو علوم متداولہ کی تکمیل کرا سکتا۔ ملتان ان دنوں علم و دانش کا مرکز تھا، وہاں بڑے بڑے نامور علماء موجود تھے، چنانچہ بابا صاحب کی والدہ نے انہیں مزید تعلیم کے لئے ملتان بھیج دیا۔

ملتان میں قیام

ملتان پہنچ کر اپنے ایک مسجد میں قیام کیا۔ یہ مسجد ایک سرائے میں واقع تھی جہاں اُس دور کے ایک نامور عالم دین مولانا منہاج الدین ترمذی درس دیا کرتے تھے۔ بابا صاحب نے انہی سے علوم دینیہ کی تعلیم شروع کی اور دو تین سال کے اندر اندر تفسیر، حدیث، اصول، معارف، فلسفہ، منطق، ریاضی اور ہیئت کی کتابیں ختم کر لیں۔ ایک روایت ہے کہ انہوں نے قرآن مجید بھی اسی مسجد میں حفظ کیا۔ (بعض تذکرہ نگاروں کے مطابق قرآن حکیم بابا صاحب نے کھڑتال ہی میں حفظ کر لیا تھا)۔

اسی مسجد میں ایک روز بابا صاحب فقہ کی مشہور کتاب نافع پڑھ رہے تھے کہ قطب عالم حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی وہاں تشریف لائے۔ انہوں نے بابا صاحب کو مصروف مطالعہ پا کر پوچھا: ”میاں! کیا پڑھتے ہو؟“ اپنے جواب دیا: ”نافع“ حضرت نے پھر سوال کیا: ”کیا اس کے مطالعہ سے تمہیں کچھ نفع حاصل ہوگا؟“

اب جو بابا صاحب کی قطب عالم سے نظریں چار ہوئیں تو عجیب کیفیت ہوئی، فوراً قدموں پر سر رکھ دیا اور عرض کیا: ”حضرت نفع تو مجھے آپکی نگاہِ کیمیا اثر سے حاصل ہوگا! اب کیا تھا۔“ بابا صاحب حضرت خواجہ قطب صاحب کے دامنِ دولت سے وابستہ ہو گئے۔ حضرت قطب صاحب جتنے روز ملتان مقیم رہے بابا صاحب ان کی صحبت سے مستفید ہوتے رہے جب قطب صاحب دہلی کے لئے روانہ ہونے لگے تو بابا صاحب بھی ان کے ساتھ چل دیئے۔ ابھی چند میل ہی چلے ہوں گے کہ قطب صاحب نے ارشاد فرمایا:

”میرے عزیز! ابھی کچھ مدت اور علم ظاہری کی تحصیل میں صرف کرو۔ فارغ ہو جاؤ تو

میرے پاس آ جانا۔ انشاء اللہ اپنی مراد کو پہنچو گے۔“ بابا صاحب نے پیر و مرشد کے اس ارشاد کے سامنے تسلیم خم کر دیا۔

ملتان سے تکمیلِ علوم کے بعد انہوں نے مزید پانچ سال تعلیم کے لئے خطہ قندھار، غزنی، ہندوستان اور بدخشان وغیرہ میں گزارے اور پھر دہلی آئے۔ جہاں حضرت قطب صاحب کے آتائے پر حاضری دی۔ قطب صاحب نے فرمایا: ”خوب ہوا تم اپنا کام پورا کر کے میرے پاس آئے۔“

بعض تذکروں میں یہ بھی ہے کہ بابا صاحب نے دہلی آکر حضرت قطب صاحب کی بیعت کی۔ خود ”فوائد السالکین“ میں بابا صاحب نے اپنی بیعت کا واقعہ اس طرح بیان کیا ہے:

”جب اس بندہ حقیر خادم درویشان کو حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کی نعمتِ قدوسی حاصل ہوئی، تو اپنے اُسی وقت کلاہ چہار ترکی میرے سر پر رکھی۔ اس مجلس میں قاضی حمید الدین ناگوری، مولانا علاؤ الدین کرمانی، سید نور الدین مبارک، شیخ نظام الدین الموتی، مولانا شمس الدین ترک، شیخ محمود موتہ دوز اور بہت سے دوسرے رؤسِ موجود تھے۔ اسی موقع پر حضرت خواجہ بختیار کاکی نے فرمایا: ”اے فرید! مرشد میں اتنی قوتِ باطنی ضرور ہوئی پابنیے کہ جو شخص اس سے بیعت کا طالب ہو اُس کے سینے کی آلائش کو اپنے تشریفِ روحانی سے ایک ہی نگاہ میں دُور کر دے اور اس کے بعد اس سے بیعت لے کر واصل الی اللہ کرے۔ اگر مرشد میں اتنی قوت نہیں ہے تو پیر اور مرید دونوں بادیہ ضلالت میں ہیں۔“

بعض تذکرہ نگاروں نے قیاس لکھا ہے کہ قطب صاحب نے ملتان میں بابا صاحب سے رسمی بیعت لی اور جب وہ تعلیم و ریاضت سے فارغ ہو کر دہلی آئے تو ان کے سر پر کلاہ چہار ترکی رکھی اور باقاعدہ اپنے حلقہ ارادت میں شامل فرمایا۔

بابا صاحب نے دیکھا کہ دہلی میں ہجوم مردان کی وجہ سے یسوی میسر نہیں تو مرشد کامل کی اجازت سے ہانسی چلے گئے، لیکن وہاں سے دہلی آتے جاتے رہے۔

ایک دفعہ آپ دہلی آئے تو خواجہ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ بھی تشریف فرما تھے۔ چنانچہ آپ انکی توجہ سے فیض یاب ہوئے۔ "سیر العارفین" میں لکھا ہے کہ حضرت خواجہ صاحب اجمیری بابا صاحب کے ذوق و شوق اور روحانی استعداد سے اتنے متاثر ہوئے کہ انہوں نے ان کے پیرومرشد اور اپنے مرید و خلیفہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی سے فرمایا: بابا بختیار! شہباز عظیم بقیدہ اور دہ کہ جزیرہ سدرۃ المنتہا آشیانہ گیرو۔ اس فرید شمعیت کہ خانوادہ درویشاں منور سازد۔ (سیر العارفین صفحہ ۲۳)

گنج شکر

گنج شکر کی چہ نمبہ کے بارے میں تذکرہ نگاروں نے مختلف روایات لکھی ہیں یہاں تین روایتیں درج کی جاتی ہیں۔

تاریخ فرشتہ میں مرقوم ہے کہ بابا صاحب کی والدہ ماجدہ بچپن میں نماز کی پابندی کرانے کے لئے ان کی جانماز کے نیچے شکر کی پڑیا رکھ دیا کرتی تھیں اور ان سے فرماتی تھیں کہ جو بچے نماز پڑھتے ہیں ان کی جانماز کے نیچے سے روزانہ انکو شکر مل جاتی ہے۔ ایک دن ایسا ہوا کہ والدہ شکر کی پڑیا رکھنا بھول گئیں۔ کچھ دیر بعد انہیں یاد آیا تو گھر کو پوچھا: مسعود! تم نے نماز پڑھی؟ بابا صاحب نے ادب سے جواب دیا: ہاں امی جان! نماز پڑھ لی اور شکر بھی کھالی۔ یہ جواب سن کر انکی والدہ بڑی حیران ہوئیں اور سمجھ گئیں کہ اس بچے کی غیب سے مدد ہوتی ہے۔ چنانچہ اس وقت سے انہوں نے اپنے بچے مسعود کو گنج شکر کننا شروع کر دیا۔

اخبار الاخیار، خزینۃ الاصغیاء اور گلزار ابرار میں لکھا ہے کہ ایک سوداگر گاڑی پر سکر لاد کر ملتان سے دہلی جا رہا تھا۔ جب اجودھن پہنچا تو راستے میں حضرت شیخ کھرے تھے آپ نے اس سے پوچھا اس میں کیا لدا ہوا ہے؟ سوداگر نے ٹالنے کے لئے کہا: نمک ہے بابا اس پر آپ نے فرمایا: اچھا، نمک ہی ہوگا۔ سوداگر نے منزل پر پہنچ کر جب دیکھا تو بورول ہیں سکر کی بجائے نمک تھا۔ بہت پریشان ہوا اور پھر واپس اجودھن حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور معافی طلب کی۔ آپ نے فرمایا: جھوٹ بولنا بڑی بات ہے۔ آئندہ کبھی جھوٹ بولنا۔ پھر فرمایا: بورول میں شکر تھی تو انشا اللہ شکر ہی ہوگی۔

سوداگر نے جھوٹ سے توبہ کی اور جا کر بورول کو دیکھا تو ان میں شکر بھری ہوئی تھی

بیرم ناں ماخانناں نے اس واقعہ کو اس طرح نظم کیا ہے

کان نمک، جہان شکر، شیخ بحر و بر
اں کز شکر نمک کند داز نمک شکر

تیسری روایت اس طرح ہے کہ:

ایک دفعہ حضرت بابا صاحب نے اپنے پیرومرشد حضرت قطب صاحب کے ارشاد کے مطابق تین دن کا روزہ رکھا تیسرے روز افطار کے وقت ایک شخص چند روٹیاں لایا۔ آپ نے غیبی امداد جان کر ان سے روزہ افطار کر لیا۔ لیکن فوراً ہی مٹلی ہونے لگی اور جو جو کچھ کھانا تھا قے کے ذریعے نکل گیا۔

تھوڑی دیر بعد پیرومرشد کی خدمت میں پہنچ کر یہ واقعہ عرض کیا۔ انہوں نے فرمایا وہ روٹیاں ایک شرابی جواری نے بھجوائی تھیں۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ تیرے معدے نے اسے قبول نہیں کیا۔ اب تین روزے اور رکھو اور غریب جو میسر آئے اس سے افطار کر دو۔

بابا صاحب نے پچھترین دن کا روزہ رکھا لیکن تیسرے روز افطاری کے وقت کچھ تیسرہ آیا۔ رات کو بھوک نے بہت تپا تو بابا صاحب نے چند کنکریاں اٹھا کر منہ میں رکھ لیں۔ اللہ کی قدرت کہ وہ کنکریاں منہ میں جاتے ہی شکر بن گئیں۔ بابا صاحب نے یہ اقرار اپنے مرشد کریم کی خدمت میں بیان کیا تو انہوں نے فرمایا:

”بُحَّانُ اللہ۔ یہی غیب تھا۔ انشاء اللہ تو شکر کی طرح ہمیشہ شیریں رہے گا اور گنج شکر کھلائے گا۔“

جعفر قاسمی نے اس ضمن میں بڑی اچھی بات لکھی ہے کہ حضرت بابا صاحب کو گنج شکر اس لئے بھی کہا جاتا ہے کہ ان کا مزاج بہت میٹھا تھا۔

سندِ خلافت پر فائز ہونے کے بعد بابا صاحب پیر و مرشد کی اجازت سے ہانسی تشریف لے آئے اور ہر وقت تبلیغ اسلام اور خدمتِ خلق میں مصروف رہنے لگے۔ آپ کو ہانسی میں آئے ابھی تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ ایک رات خواب میں دیکھا کہ حضرت قطب العالم کا انتقال ہو گیا ہے۔ بیدار ہوتے ہی دہلی روانہ ہو گئے۔

دہلی میں معلوم ہوا کہ پیر و مرشد نے فصال سے قبل اپنا خرقہ عصا، نیلین، مصلیٰ اور دیگر تبرکات حضرت قاضی حمید الدین ناگوری کے سپرد کئے اور وصیت کی کہ میرا جانشین فرید الدین مسعود ہو گا اور یہ سب تبرکات اسی کو دے دیئے جائیں۔

بابا صاحب نے پیر و مرشد کے مزار اقدس پر حاضری دی۔ بعد ازاں حضرت قطب صاحب کے سب خلفاء اور اربابِ صحبت جو دہلی میں موجود تھے جمع ہوئے اور سب نے حضرت بابا صاحب کو قطب عالم کا جانشین تسلیم کیا۔ اسی مجلس میں تمام تبرکات بابا صاحب کے سپرد کئے گئے۔

دہلی میں بابا صاحب نے اپنے مرشد گرامی کی خانقاہ میں قیام فرمایا۔ دن رات عبادت الہی میں مشغول رہتے اور صرف نماز جمعہ کے لئے حجرہ سے باہر تشریف لاتے۔ ایک جمعہ کو حجرہ سے باہر نکلے تو دیکھا کہ ایک درویش باہر کھڑا ہے۔ اس نے بابا صاحب کا دامن پکڑ لیا اور عرض کیا:

”شیخ العالم! ہانسی کے لوگ آپ کی جدائی میں ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہے ہیں۔ کم فرمائیے اور ہانسی کو پھر اپنے قدمِ مہینتِ لزوم سے مشرف فرمائیے۔“

بابا صاحب نماز جمعہ سے فارغ ہوئے تو اپنے ہانسی جانے کے لئے اپنے ارادے کا اظہار کیا۔ اس سے لوگوں میں سخت اضطراب پیدا ہوا اور انہوں نے آپ دہلی ہی میں قیام کرنے کی درخواست کی لیکن بابا صاحب نے فرمایا:

”دہلی کی نسبت ہانسی کو میری زیادہ ضرورت ہے۔ اس لئے میرا وہاں جانا ضروری ہے۔“

یہ سن کر لوگ خاموش ہو گئے اور بابا صاحب ہانسی تشریف لے گئے۔

ہانسی میں ایک مدت تک قیام فرما رہے۔ وہاں کے لوگوں نے بابا صاحب کے وجودِ معبود سے خوب خوب فیض اٹھایا۔ شیخ جمال الدین ہانسی عرصہ سے وہاں مجاہدہ اور ریاضت میں مشغول تھے۔ بابا صاحب نے اپنی باطنی توجہ سے انہیں درجہ کمال تک پہنچا دیا اور جب ہجومِ خلق حد درجہ بڑھا تو شیخ جمال الدین ہانسی کو اپنی سندِ خلافت دیکر انہیں ہانسی میں ٹھہرنے کی ہدایت فرمائی۔

اُو خود اجدادِ حسن پاکپتن کی طرف چل پڑے۔ جہاں کفر و شرک میں ڈوبی ہوئی مخلوق کا یہ ملاقاتِ مدت سے بارانِ رحمت کا منتظر تھا۔

بابا صاحب پاک پن میں

ہنسی سے بابا صاحب کھنوال پہنچے اور اپنی والدہ ماجدہ کی خدمت میں پہنچے۔ لیکن خلقت کا یہ حال تھا کہ ہر طرف سے ٹوٹی پڑتی تھی۔ آپ طبعا عزت پسند تھے۔ جب ہجوم خلق سے بیزار ہو گئے تو ایک روز والدہ صاحبہ سے اجازت لے کر کھنوال سے چل پڑے پھرتے پھرتے ایک غیر معروف قصبہ اجودھن میں پہنچے۔ اجودھن ان دنوں جنگلوں سے گھرا ہوا اور حشرات الارض کا دل پسند کن تھا۔ قصبہ کے اطراف میں دور دور تک کفار اور شرک کی بستیاں تھیں۔

بابا صاحب نے اپنے قیام کے لئے اس جگہ کو پسند فرمایا۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک شب خواب میں آپ کے مرشد گرامی حضرت قطب العالم نے ارشاد فرمایا کہ فرید! اس قصبہ میں مستقل طور پر اقامت اختیار کر لو اور مخلوق خدا کو راہ حق کی طرف بلاؤ۔ غرض اجودھن سے باہر مغرب کی سمت کریر کے ایک درخت کے نیچے بابا صاحب نے اپنا مصلیٰ بچھا دیا اور یادِ الہی میں مشغول ہو گئے۔

مخالفت

بابا صاحب کی شبانہ روز کوشش سے جب اجودھن کے درو دیوار قال اللہ وقال رسول

لہ اجودھن کے قریب ہی ایک لڑہتا تھا۔ بابا صاحب اس نالے کے کنارے ایک پاک جگہ پر بیٹھ کر وضو یا غسل فرمایا کرتے تھے۔ اجودھن کے لوگ اس جگہ کو پاک لوگ کا پتن کہتے تھے اور اس جگہ کا ادب کرتے تھے۔ رفتہ رفتہ اس پورے علاقے کا نام پاک پتن مشہور ہو گیا۔

کے گنجنے لگے اور ہر طرف مسلمانوں کی چہل پہل ہو گئی تو بعض کوتاہ اندیش محض حسد و بغض کی وجہ سے بابا صاحب کی مخالفت کرنے لگے۔ ان مخالفوں میں سب سے پیش پیش ابو دھن کی مسجد کا پیش امام اور قاضی تھا۔ جس نے پہلے تو حکومت کے کاغذوں کو بابا صاحب کو ستانے پر اکسایا اور جب اس سے اس کا جی نہ بھرا تو بابا صاحب کے ذوقِ سماع پر طمع طرح کے اعتراضات کرنے لگا۔

ادھر بابا صاحب کی وسیع قلبی کا یہ عالم تھا کہ وہ مخالفوں کی حرکات کو مطلق خاطر میں نہ لاتے تھے اور اپنا دل میلانہ کرتے تھے۔ بابا صاحب کی اس شانِ بے اعتنائی سے قاضی کا غصہ اور بھڑک اٹھا اور اس نے سماع کے جواز اور عدم جواز کے مسئلہ کی آڑ میں بابا صاحب کے خلاف سازشیں شروع کر دیں۔ اُس نے ملتان کے علماء سے آپ کے خلاف فتویٰ حاصل کرنے کی کوشش کی اور اپنے ایک خط میں علمائے ملتان سے استفسار کیا کہ ایک شخص جو اہل علم میں سے ہے۔ قوالی سُنتا ہے اور وجد کرتا ہے۔ اُس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

علمائے ملتان نے قاضی کو تحریر کیا کہ اس شخص کا نام لکھو۔ قاضی نے بابا صاحب کا نام لکھ بھیجا۔ علمائے ملتان نے حضرت کے خلاف فتویٰ جاری کرنے سے صاف انکار کر دیا اور قاضی کو لکھا کہ تم نے ایک ایسے نبیِ خداست کا نام لکھا ہے جو تمام علوم شریعت کا مستفی ہے۔ ہماری کیا مجال کہ اس کے قول و فعل پر اعتراض کریں۔

قاضی کا یہ حربہ ناکام ہوا تو اس نے ایک آوارہ گرد لالچی قلندر کو بابا صاحب کے قتل پر آمادہ کیا۔ یہ شخص کپڑوں کے نیچے اپنی کمر میں ایک تیز دھار چھڑا چھپا کر آپ کے آستانے پر پہنچا۔ بابا صاحب اس وقت عبادت میں مشغول تھے اور سجدہ میں پڑے ہوئے

تھے۔ صرف سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ آپ کے پاس موجود تھے۔
بابا صاحب نے حالت سجدہ ہی میں فرمایا:

”یہاں کوئی موجود ہے؟“

حضرت سلطان المشائخ نے جواب دیا:

”آپ کا غلام نظام الدین حاضر ہے۔“

بابا صاحب نے فرمایا: یہاں ایک قلندر کھڑا ہے جو کانوں میں سفید رنگ کے مندر پہنے ہوئے ہے۔

سلطان المشائخ نے اثبات میں جواب دیا تو بابا صاحب نے فرمایا۔

”اس شخص کی کمر کے ساتھ چھڑا بندھا ہے اور یہ میرے قتل کے ارادے سے آیا ہے۔ اس سے کہہ دو کہ اپنی عاقبت خراب نہ کرے اور یہاں سے چلا جائے۔“

اس سوال و جواب سے قلندر پر ایسی دہشت طاری ہوئی کہ وہ بھاگ اٹھا اور سیدھا قاضی کے پاس جا کر دم لیا اور اُسے کہا:

”ایسے مرد خدا کو قتل کرنا میرے بس میں نہیں ہے۔“

اب قاضی نے ایک پٹواری کو اُکسایا جس نے بابا صاحب کے فرزندوں کو ناحق ستانا شروع کیا۔ جب اس کا غلیم حد سے بڑھ گیا تو صاحبزادوں نے بابا صاحب سے فریاد کی۔

بابا صاحب جلال میں آگئے اور اپنا عصا زور سے زمین پر پڑکا اور فرمایا:

”اب وہ تمہیں تنگ نہیں کریگا۔“

اسی وقت ظالم پٹواری کے پیٹ میں درد اٹھا۔ اسے بابا صاحب کے فرزندوں پر اپنی زیادتیاں یاد آئیں۔ اس نے لوگوں سے کہا: مجھے بابا صاحب کی خدمت میں لے چلو

لوگ اُسے چارپائی پر ڈال کر بابا صاحب کی خدمت میں لا رہے تھے کہ راستے ہی میں اس کا انتقال ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کے خلاف قاضی کی تمام سازشوں کو ناکام بنا دیا اور رفتہ رفتہ آپ کے تمام دشمن اور حاسد خائب و خاسر ہو کر مٹی ہو گئے۔

مریدوں کی تربیت

ایک روز مولانا جمال الدین ہانسوی جنگل سے ڈیلے اور مولانا بدر الدین اسحاق کوٹلیا لائے۔ حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاءؒ نے اُنکو اُبلانے کے لئے چولہے پر پوسا دیا۔ اتفاق سے اس روز لنگر خانے میں نمک موجود نہ تھا۔ سلطان المشائخ بازار جا کر بقال سے نمک قرض لائے اور ڈیلیوں میں ڈالا۔ جس وقت دسترخوان بچھایا گیا اور سب فقرا جمع ہو گئے تو دُعا پڑھنے کے بعد حضرت بابا صاحب نے لقمہ اٹھایا مگر فوراً ہی واپس رکھ دیا اور فرمایا:

”لقمہ گراں ہے، کوئی شیعہ الی بات معلوم ہوتی ہے۔“

یہ سن کر حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کھڑے ہو گئے اور عرض کیا: حضور اکرمؐ! تو حضرت مولانا سید بدر الدین اسحاق لائے ہیں اور ڈیلے مولانا جمال الدین لائے ہیں، پانی مولانا حسام الدین نے بھرا ہے اور ان کو جوش میں نے دیا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ لقمہ کس سبب سے گراں ہے۔

حضرت بابا صاحب نے ایک لمحہ تامل کے بعد فرمایا:

”نمک کہاں سے آیا؟“

اتنا سنا تھا کہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء حیران رہ گئے اور ہاتھ جوڑ کر عرض کی حضور کی ذات گرامی کاشت حالات ہے۔ یہ خطا مجھ سے سرزد ہوئی ہے۔ یہ ویلے کرٹ کیلے ہوتے ہیں، اگر ان میں نمک بھی نہ ہو تو پھر یہ کیسے کھائے جائیں گے۔ محض اس خیال سے میں نے اس میں نمک قرض لے کر ڈال دیا ہے۔ حضرت نے یہ سن کر فرمایا: اچھا، اب اس کھانے کو دوسرے فقرائے میں تقسیم کر دو۔ پھر فرمایا: ”نظام الدین! درویشاں اگر بے باقہ تمیز نہ برائے لذت نفس قرض نہ گیرند“

حضرت سلطان المشائخ نے اُسی وقت دل میں عہد کیا کہ آئندہ تمام عمر قرض نہیں لوں گا۔ بابا صاحب نے انکی طرف دیکھا اور فرمایا: انشاء اللہ آئندہ تم کو قرض لینے کی ضرورت بھی نہ پڑے گی۔

تنگ دستی کا علاج

حضرت بابا صاحب کے پاس جب بھی کوئی شخص دینی یا دنیاوی مشکل لے کر آتا تو وہ اُسے کتاب سنت کی طرف رجوع کرنے کی دعوت دیتے۔ عام طور پر صبر کی تلقین فرماتے اور نماز پڑھنے کی ہدایت فرماتے۔ ایک روز ایک شخص نے حاضر خدمت ہو کر عرض کی کہ کیا حضرت! میں بیعت تنگ دست ہوں۔ گھر میں عام طور پر ناقول کی نوبت آجاتی ہے اپنے اسکے لئے دعا فرمائی اور پھر اسے ہدایت کی کہ ہر روز رات کو سونے سے پہلے سورہ جمعہ پڑھ لیا کرو۔

بلین کے نام خط

ایک بار پاپیٹن میں کوئی ضرورت مند بابا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض

کی حضور! بادشاہ کے نام ایک سفارشی خط لکھ دیجیے تاکہ میرا کام بن جائے۔ اپنے اس خط کو فرمایا: کام کرنے والا تو صرف اللہ تعالیٰ ہے، میں تمہارے لئے دعا کرتا ہوں اس خط لکھنے کے لئے اصرار کیا تو حضرت بابا صاحب نے سلطان بلین کے نام یہ خط لکھ کر دے دیا:

دفعۃ فقتہ الی اللہ شمس الیک
لما ت تعطہ شیاء فال معطى هو
اللہ وانت الشکور وان لم تعطہ
شیاء فال مانع هو اللہ وانت
المعذور۔

یعنی ”میں نے اس شخص کی ضرورت کو اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کیا۔ پھر تیرے پاس بھیج دیا۔ اگر تو اس کو کچھ دیا تو دین اللہ تعالیٰ کی ہوگی اور یہ تیرا شکر گزار ہو گا اور اگر کچھ نہ دے گا تو روک خدا کی طرف سے ہوگی اور تو معذور سمجھا جائے گا۔“

غوث بہار الحق سے تعلق

حضرت شیخ الاسلام بہاؤ الحق زکریا ملتانی اور حضرت بابا صاحب کے درمیان بہت محبت تھی۔ بابا صاحب جب بھی انہیں خط تحریر فرماتے تو شیخ الاسلام بہاؤ الحق زکریا لکھتے۔ ایک دفعہ لوگوں نے پوچھا آپ جب بھی حضرت کا نام لیتے ہیں تو شیخ الاسلام ضرور کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے لوح محفوظ پر ان کے نام نامی کیساتھ شیخ الاسلام لکھا ہوا دیکھا ہے (سیر الاولیاء ص ۸۲)

ایک دفعہ حضرت شیخ الاسلام بہاؤ الحق زکریا ملتانی نے بابا صاحب کو خط لکھا جس میں تحریر فرمایا کہ میرے تمہارے درمیان عشق بازی ہے۔ بابا صاحب نے جواب میں لکھا کہ

میرے اور آپ کے درمیان عشق تو ہے مگر بازی نہیں ہے۔ (سیر العارفین ص ۵۴)

بزرگوں کی روش

حضرت شیخ بدر الدین غزنوی آپ کے پیر بھائی تھے۔ دہلی میں ملک نظام الدین غریب نے ان کے لیے ایک خانقاہ بنوادی تھی۔ جہاں ان کے آرام و آسائش کا سارا سامان بہ پہنچایا تھا۔ ایک دفعہ ملک نظام الدین زرکثیر کے غبن میں ماخوذ ہوا۔ جس سے شیخ بدر الدین کے آرام میں بھی خلل پڑنا شروع ہوا۔ ان حالات میں انہوں نے بابا صاحب کی خدمت میں درود بھرا خط لکھا اور سارے حالات بیان کئے اور دُعا کی درخواست کی۔

فرید الدین و ملت یار زیرک

کہ بادش در کرامت زندگانی

درینا خاطر مگر جمع داری

بد حش کردے گوہر فشان

بابا صاحب نے یہ خط پڑھا تو جواب میں تحریر فرمایا:

”عزیز الوجود کا رقعہ ملا اور جو کچھ اس میں درج تھا اس سے آگاہی ہوئی جو کوئی

اپنے بزرگوں کی روش پر نہ چلے گا ضرور ہے کہ اسے اس طرح کا ماجرہ پیش آئے اور غم و الم سے دوچار ہو۔ آخر ہمارے پیرانِ عظام میں سے کون تھا جس نے اپنے لئے خانقاہ بنوائی اور اس میں جلوس فرمایا (سیر العارفین ص ۵۵)

ذوق سماع

ایک روز حضرت بابا صاحب کو سماع کا ذوق ہوا۔ اتفاق سے اس وقت کوئی قوال

موجود نہ تھا۔ آپ نے حضرت مولانا بدر الدین اسحاق سے فرمایا کہ وہ خط جو قاضی حمید الدین ناگوری نے بھیجا ہے، لاؤ اور ناؤ۔ مولانا کھڑے ہوئے اور خط پڑھنا شروع کیا۔ اس میں حمد و ثناء کے بعد تحریر تھا:

فقر، حقیر، نحیف، ضعیف، بندہ درویشان، دردیدہ خاکپائے ایشان
محمد عطاء المعروف حمید الدین ناگوری۔

اتنا سنا تھا کہ بابا صاحب پر کیفیت طاری ہو گئی اور مولانا نے خط کی یہ رباعی پڑھی تو بابا صاحب پر وجد طاری ہو گیا:

اں عقل کجا کہ در کماے تورد

اں روح کجا کہ در جلال تورد

گیرم کہ تو پردہ گرفت ز جمال

اں دیدہ کجا کہ در جمال تورد

اسی طرح ایک روز آپ کو ذوق سماع ہوا اور آپ کی زبان پر مولانا نظامی کا یہ شعر

آیا۔

نظامی آنچہ اسرار است کہ خاطر حیاں کردی

کے ترش خمیدہ اند زبان در کش زبان در کش

اس شعر کو آپ تمام دن پڑھتے رہے، پھر رات کو بھی یہی حال رہا اور دوسرے

دن بھی۔

ایک روز سماع کی حرمت و حلت پر گفتگو ہو رہی تھی تو فرمایا: سبحان اللہ! کوئی

جل کر رکھ ہو جائے اور دوسرے ابھی اختلاف ہی میں ہوں۔

ایک بار فرمایا: سماع انہی لوگوں کے لیے جائز ہے جو اس میں ایسے مستغرق ہوں کہ ایک لاکھ تلواریں اُن کے سر پر دی جائیں یا ایک ہزار فرشتے اُن کے کان میں کچھ کہیں تو بھی اُن کو خبر نہ ہو۔
(راحتہ القلوب صفحہ ۱۲)

وصال

ذوالحجہ ۱۲۳۳ھ کے آخری دنوں میں بیماری نے شدت اختیار کر لی اور اچکے بے ہوشی کے دورے ہونے لگے لیکن اس کے باوجود آپ کی کوئی نماز حتیٰ کہ نفلی عبادت تک قضا نہ ہوئی اور وظائف اور ادھی وقت پر ادا ہوتے رہے۔ محرم ۱۲۳۴ھ کی چار تاریخ کو دہلی سے آپ کے غرض قدیم سید محمد کرمان پرستش احوال کے لیے پاک تین آئے۔ حضرت بابا صاحب اس وقت حجرہ میں تھے اور دروازہ بند تھا۔ باہر صاحبزادگان اور چند مریدان آپ کی جانشینی کے متعلق سرگوشیاں کر رہے تھے۔ جیسے ہی ان حضرات نے سید محمد کرمان کو دیکھا تو کہا: اس وقت اندر نہ جانا، حضرت کی طبیعت نامناسب ہے۔ سید صاحب باہر بیٹھے سوتے رہے کہ میں دہلی سے چل کر آیا ہوں، اگر یہ لوگ مجھے حضور کی قدم بوسی کر لینے دیں تو کیا حرج ہے آخر اُن سے ضبط نہ ہو سکا اور وہ حجرے میں داخل ہو گئے اور بابا صاحب کے قدموں پر سر رکھ دیا۔ آپ نے آنکھیں کھولیں اور پوچھا:

”سید! کیا حال ہے؟“

عرض کیا: ”حضور کی دُعا سے اچھا ہوں“ ابھی حاضر ہوا ہوں۔ اس کے بعد سید صاحب نے دہلی کے علماء و مشائخ کے سلام عرض کئے۔ آخر میں حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کا سلام عرض کیا۔ جیسے ہی بابا صاحب نے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کا نام سنا تو خوش

ہو کر پوچھا:

اُن کا کیا حال ہے؟

عرض کیا: وہ ہر وقت حضور کی یاد میں رہتے ہیں۔ یہ سُن کر بابا صاحب اور خوش ہوئے اور مولانا بدر الدین اسحاق سے فرمایا کہ جو تبرکات مجھے سلسلہ بر سلسلہ اپنے حضرت سے پہنچے ہیں وہ نظام الدین محمد بابونی کا حق ہے، اُنکو پہنچا دینا۔

بعد از نماز مغرب آپ کی طبیعت زیادہ خراب ہو گئی۔ عشاء کی نماز آپ نے جماعت سے ادا کی، پھر بے ہوش ہو گئے۔ ہوش میں آنے کے بعد اپنے سوال کیا: میں نے عشاء کی نماز پڑھ لی ہے؟ عرض کی گئی۔ جی ہاں۔ آپ نے فرمایا: ایک مرتبہ پھر پڑھ لوں۔ دوبارہ نماز عشاء ادا کی تو پھر بے ہوش ہو گئے۔ ہوش میں آنے کے بعد پھر یہی سوال کیا۔ کہا گیا: آپ دو مرتبہ عشاء کی نماز پڑھ چکے ہیں۔ فرمایا: ایک دفعہ اور پڑھ لوں، ممکن ہے پھر موقع نہ ملے۔ یہ فرما کر آپ نے عشاء کی نماز مع وتر ادا کی اور پھر تازہ وضو کیا۔ اس کے بعد سجدہ کیا اور سجدہ ہی میں ایک مرتبہ زور سے یا سُبْحٰنَکَ یا قَیُّوْمُ کہا اور جاں آفریں کے سپرد کر دی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

وفات سے چند منٹ پہلے پوچھا: نظام الدین دہلی سے آئے یا نہیں؟ کہا گیا: جی نہیں۔ فرمایا: میں بھی اپنے شیخ کے انتقال کے وقت اُن کے پاس موجود نہ تھا، ہلنسی میں تھا۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کو اطلاع ہوئی تو وہ پاک تین آئے۔ حضرت بابا صاحب کا مزار شریف تعمیر کرایا اور اس اہتمام سے کہ ہر اینٹ پر ایک قرآن شریف ختم کیا۔

معمولات

بابا صاحب کا معمول تھا کہ وہ آنے والوں کی سہولت کے لیے اپنی خانقاہ اُدھی رات تک کھلی رکھتے تھے۔ رات کا زیادہ حصہ عبادت میں گزارتے تھے اور سورج طلوع ہونے کے بعد بھی عبادت اور مراقبے میں مشغول رہتے تھے۔ طہارت و صفائی اُن کی فطرتِ ثانیہ تھی۔ ہر روز غسل فرماتے۔

صبح عبادت کے بعد دو گھنٹے تک طویل سجدہ کرتے اور اس دوران میں کبھی چُپ چاپ دُعا مانگتے اور کبھی اپنے خالق و مالک کی حمد و ثناء میں اشتعار پڑھتے۔ کبھی تمام مخلوق کے لئے رحمت و بخشش کی دعائیں مانگتے اور بے حد گریہ زاری کرتے اس کے بعد دوپہر تک آنے والوں سے ملاقات کرتے۔ پھر مختصر سے قیلوے کے بعد نمازِ ظہر ادا کرتے اور اس کے بعد خانقاہ کے کھینوں کی ضروریات پوری کرنے پر توجہ دیتے۔ ہر ایک سے اُس کی خیریت دریافت فرماتے اور کسی کو کوئی تکلیف ہوتی تو فوراً دور کرنے کی کوشش کرتے۔ ہر آنے والا اُن تک سالی حاصل کر سکتا تھا۔

مقامِ رضا

زہد و ریاضت میں بابا صاحب کی مثال نہ تھی۔ عمر کے آخری ایام میں اکثر فرمایا کرتے تھے: چالیس برس تک اللہ کے بندے سعد نے اپنے آقا و مولیٰ کی اطاعت کی۔ اب گزشتہ چند برسوں سے یہ حالت ہے کہ آقا کی ذرہ نوازی سے سعد کے فکر و خیال میں جو کچھ آیا، وہ حقیقت ثابت ہوا اور سعد نے جو بھی آرزو کی، وہ پوری ہوئی۔

بابا صاحب کے خلفاء

حضرت کے بے شمار خلفاء تھے۔ جن کا مکمل رجسٹر حضرت جمال الدین ہانسوی کے پاس تھا۔ بعض خلفاء کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

- ۱ حضرت خواجہ قطب شیخ جمال الدین ہانسوی
ولادت ۵۸۳ھ خلافت بمقام ہانسوی ۶۲۴ھ وصال ۶۵۹ھ
- ۲ حضرت شیخ نجیب الدین متوکلؒ
ولادت ۵۷۱ھ وصال ۶۶۴ھ
- ۳ حضرت محمد دم علاؤ الدین علی احمد صابر کلیریؒ
ولادت بمقام بہار ۶۱۴ھ خلافت و روانگی کلیر ۶۴۶ھ وصال ۶۶۹ھ
- ۴ حضرت شیخ بدر الدین اسحاقؒ
بابا صاحب کی خدمت میں حاضری ۶۴۶ھ وصال ۶۹۳ھ مزار پاک پتن شریف۔
- ۵ حضرت نصیر الدین قسبیؒ
ولادت ۶۳۷ھ مزار موضع چولیانہ مضافات پرگنہ قبولہ
- ۶ حضرت بدر الدین سلیمان بابا صاحب کے فرزند اکبر
ولادت ۶۲۵ھ۔ سجادگی ۶۶۱ھ وصال ۶۶۵ھ
- ۷ سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا رحمہ اللہ علیہ
(تحریر: خواجہ عابد نظامی)

حالات زندگی

سُلطان المشائخ حضرت خواجہ سید نظام الدین اولیاء محبوب الہیؒ

حضرت شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ جامع علوم ظاہری و باطنی تھے۔ آپ کا دل انوار منزل ہمیشہ کتب معتبرہ تصوف کے مطالعہ کی طرف مائل رہتا تھا۔ آپ تفسیر حدیث اصول و کلام اور فقہ امام ابوحنیفہؒ میں استحصا تمام رکھتے تھے۔ آپ کے والد بزرگوار حضرت سید احمد بن دانیال غزنوی (افغانستان) سے ہندوستان آئے اور شہر بدایوں (بھارت) میں متوطن ہوئے۔

حضرت شیخ نظام الدین اولیاء اسی شہر بدایوں میں ماہ صفر ۶۳۴ ہجری میں متولد ہوئے۔ پانچ برس کے تھے کہ والد ماجد نے انتقال فرمایا۔ والدہ محترمہ نے انہیں ایک مکتب میں داخل کیا۔ اٹھارہ سال کی عمر میں تعلیمی استعداد کا یہ حال تھا کہ بدایوں میں انہیں مزید تعلیم دینے والا کوئی مدرس موجود نہ تھا۔ آخر حضرت اپنی والدہ ماجدہ کو بیکردہ لپی آئے اور ہلال طشت دار کی مسجد کے نیچے ایک حجرہ میں سکونت اختیار کی۔

اس وقت دہلی میں ایک فاضل متبحر اور سرآمد علمائے وقت خواجہ شمس الدین خوارزمی تھے جنہیں بعد میں سلطان غیاث الدین بلبن نے شمس الملک کا خطاب دیکر منصب وزارت

تفویض کیا۔

تاج الدین سنگ ریزہ نے انکی مدح میں لکھا ہے۔

شمسکنوں بکام دل دوستاں شدی

فرماندہ ممالک ہندوستان شدی

وزیر ہونے سے پہلے شمس الملک درس و تدریس میں مشغول رہتے تھے۔ حضرت خواجہ

نظام الدین اولیاء ان سے مل کر ان کے شاگردوں کی سلاطین میں منسلک ہو گئے۔ ان کے

پاس ایک حجرہ خالص مطالعہ کے واسطے تھا جس میں صرف تین شاگرد (جو انتہائی ذہین اور

صاحب استعداد ہوتے) سبق پڑھتے تھے۔ باقی سب شاگرد حجرہ کے باہر سبق پڑھتے۔

حضرت شیخ نظام الدین کے زمانہ تدریس میں ان تین خوش قسمت شاگردوں میں ایک

ملا قطب الدین ناقلہ دوسرے ملا برہان الدین عبدالباقی اور تیسرے حضرت شیخ نظام الدین

اولیاء تھے۔

شمس الملک کو جب حضرت شیخ نظام الدین اولیاء کی تیزی فہم اور ذہانت طبعی سے

آگاہی ہوئی تو وہ سب شاگردوں سے زیادہ انکی تعلیم کرنے لگے۔ مولانا شمس الدین کی عادت

تھی کہ کسی روز کوئی شاگرد مدرسے میں نہ آتا تو اگلے روز اس سے ازراہ دل لگی فرماتے:

میں نے کیا تصور کیا تھا کہ تو غیر حاضر ہوا۔ مجھے بتانا کہ میں پھر وہی تصور کروں، لیکن شیخ

نظام الدین اولیاء جب کسی وجہ سے مدرسے نہ آتے تو مولانا شمس الدین انہیں یاد کر کے یہ

شعر پڑھتے:

باری کم از آنکہ گاہ گاہے

آئی و بیا کنی نگاہے

شیخ نظام الدین اولیاء زمانہ تدریس میں حضرت شیخ نجیب الدین متوکل (برادر حضرت

شیخ فرید الدین مسعود گنج شکر) کے ہمسایہ تھے۔ جو بہت سے علماء دہلی پر فوقیت رکھتے تھے

حضرت شیخ نظام الدین اولیاء اکثر ان کی صحبت بابرکت میں بیٹھتے اور مستفیض ہوتے۔

شیخ نظام الدین اولیاء تدریس سے فارغ ہو کر مراتب عالیہ پر فائز ہوئے تو انہیں

معاش کے لئے عہدہ قضا کی فکر ہوئی۔ ایک روز انہوں نے دوران گفتگو شیخ نجیب الدین

متوکل سے کہا کہ میرے لئے دوائے خیر فرمائیں کہ میں کسی مقام کا قاضی مقرر ہو جاؤں اور

خلق خدا کو انصاف سے راضی کروں۔ حضرت شیخ نجیب الدین یسین کہ خاموش ہو گئے اور

کوئی جواب نہ دیا۔ شیخ نظام الدین اولیاء کو گمان گزرا کہ شاید شیخ نجیب الدین نے انکی بات

نہیں سنی۔ اس لئے دوبارہ آواز بلند کیا: حضرت! دوائے خیر یہ ہے کہ میں کسی مقام کا قاضی

ہوں جاؤں۔ اس مرتبہ شیخ نجیب الدین متوکل نے فرمایا: نظام الدین! قاضی نہ بنو، کچھ

اور بنو۔ پھر مشورہ دیا کہ میرے بھائی شیخ فرید الدین مسعود گنج شکر سے ملاقات کرو۔

اس رات شیخ نظام الدین اولیاء جامع مسجد دہلی میں مقیم تھے۔ اتفاق سے صبح اذان

سے قبل مؤذن نے مینارہ پر کھڑے ہو کر یہ آیت پڑھی:

السمیان للذین آمنوا ان نخشع قلوبہم لذكر الله۔

یہ سنتے ہی حضرت کا حال متغیر ہوا اور نور الہی نے ان کو گھیر لیا۔

اس وقت شیخ العالم فرید الدین مسعود گنج شکر کی بزرگی اور کرامات کا شہرہ عالمگیر

تھا۔ یوں بھی شیخ نجیب الدین متوکل کی مجالس میں غالباً حضرت شیخ العالم کی سیرت کے

اوصاف سن کر شیخ نظام الدین اولیاء ان کی زیارت کے پہلے ہی مشتاق تھے۔ اب جو

صبح ہوئی تو بغیر زادراہ کے پیادہ پا قصبہ اجودھن (پاک پتن شریف) کی سمت روانہ ہو گئے

اور پختہ کو ظہر کی نماز کے وقت حضرت شیخ العالمؒ کی زیارت باسعادت سے مشرف ہوئے
حضرت شیخ العالمؒ نے انہیں دیکھتے ہی یہ شعر پڑھا۔

اے آتشِ فراقِ جانہا خراب کردہ

یلا ب اشتیاقِ دلہا کیاب کردہ

شیخ نظام الدینؒ نے چاہا کہ شیخ العالمؒ سے اپنے دلی اشتیاق و اخلاص کا حال بیان
کریں۔ لیکن ان پر اس قدر دہشت غالب ہوئی کہ کچھ عرض نہ کر سکے۔ حضرت شیخ العالمؒ نے
انکی یہ حالت شاہدہ کر کے فرمایا:

کل دخیل دہشتہ

پھر بڑی محبت سے فرمایا: مرحبا خوش آمدید۔ انشاء اللہ العزیز دینی و دنیوی
نعمتوں سے سرفراز ہو گئے پھر شیخ نظام الدینؒ اولیاءؒ نے حضرت شیخ العالمؒ سے عرقہ درویشی
پایا اور مردان خاص کی سلک میں منتظم ہوئے۔

ان دنوں حضرت شیخ العالمؒ گنج شکرؒ نہایت تنگ دستی میں مبتلا تھے آپ کے متعلقین
اور فرزندان کثرت فاقہ سے وقت گزارتے اس کے باوجود خانقاہ فلک پائیگاہ کا کوئی فرد آزرہ
دیگر نہ تھا۔ ہر ایک کے چہرے پر صبر و شکر کی رونق تھی۔ مولانا بدر الدین اسحاق بخاریؒ
کہ جامع معقول و منقول تھے، فکر خانہ کے لیے جنگل سے لکڑیاں لاتے اور مولانا شیخ جمال الدین
ہانسوی صحرائے ڈیلے (جس کا عمو مالوگ آپا رہتے ہیں) لاتے اور مولانا حسام الدین کابلی
پانی لاتے اور لنگر خانہ کی دیگیں دھوتے۔ اور شیخ نظام الدینؒ اولیاءؒ آزرے صدق
صفا کھانا تیار کرتے اور افطار کے وقت شیخ العالمؒ کی مجلس میں درویشوں کے سامنے پیش کرتے۔
ایک دن جب تمام حاضرین مجلس اپنے اپنے مقام پر بیٹھ گئے اور کھانا سامنے رکھا گیا

حضرت شیخ العالمؒ نے نعمت اٹھا کر فرمایا، یہ نعمت میرے ہاتھ میں گراں معلوم ہوتا ہے۔ یہ کھانا
میرے ہاتھ میں رکھ دیا۔

شیخ نظام الدینؒ اولیاءؒ فرماتے ہیں کہ شیخ العالمؒ کا یہ کلام سنتے ہی میرا بدن کانپنے لگا۔ فوراً
ارادہ ہو کر نہایت ادب سے عرض کیا: غریب نواز، لکڑیاں اور ڈیلے اور پانی مولانا
والدین، مولانا حسام الدین اور شیخ جمال الدین لاتے ہیں، شبہ کا سبب معلوم نہیں
ہے۔ نواز پر سب مال روشن ہے۔

شیخ العالمؒ نے فرمایا: سالن میں جو نمک ڈالا گیا ہے وہ کہاں سے آیا ہے؟ شیخ
العالمؒ نے یہ سنتے ہی سر زمین پر رکھ کر عرض کی: آج خانقاہ میں کچھ موجود نہ تھا، اس
نمک میں نمک قرض لے کر ڈالا ہے۔

شیخ العالمؒ نے ارشاد فرمایا: فقر و فاقہ سے مرعائیں تو بہتر ہے، لیکن لذتِ بعض کی
طاغوت انہیں کسی سے قرض نہیں لینا چاہیے۔ کیوں کہ قرض اور توکل کے درمیان بُعدِ المثلین
ہے کہ اگر ادا نہ ہوا تو اس کا وبال قیامت تک مقروض کی گردن پر ہے گا۔ پھر فرمایا کہ
یہ کھانا درویشوں کے آگے سے اٹھا کر محتاجوں میں تقسیم کر دیا جائے۔

شیخ نظام الدینؒ اولیاءؒ فرماتے ہیں کہ میں کبھی کبھار دوسرے لوگوں کی طرح ضرورت
کے وقت قرض لے لیا کرتا تھا، لیکن اس روز میں نے پکا ارادہ کر لیا کہ آئندہ کبھی محنت ضرورت
میں بھی قرض نہ لوں گا۔ حضرت شیخ العالمؒ نے وہ کھل جس پر تشریف فرما تھے، مجھے خلیت
فرمایا اور دعا فرمائی: اے عالمین! آئندہ نظام الدینؒ کو کبھی قرض کا محتاج نہ کرنا۔

ایک مدت کے بعد جب شیخ نظام الدینؒ اولیاءؒ خدمت گزاری اور اطاعتِ شہادتی
سے مرتبہ کمال کو پہنچے تو شیخ العالمؒ نے انہیں خلقِ خدا کی ہدایت و تکمیل کی اجازت دے کر

۶۵۹ھ کو دہلی روانہ فرمایا

دہلی میں شیخ نظام الدینؒ نے غیاث پور میں سکونت اختیار فرمائی۔ یہاں دو شخص آپ کی خدمت میں حاضر رہتے تھے۔ ایک شیخ برہان الدین غریبؒ (جو دولت آباد دکن میں مدفون ہیں) اور دوسرے شیخ کمال الدین یعقوبؒ (جن کا مزار پٹن گجرات میں واقع ہے) یہ دونوں بزرگ دوسرے خلفاء سے پہلے خرقہ خلافت پا کر تحصیل کمال اور ریاضت نفس میں مشغول تھے غیاث پور میں شروع شروع میں نہایت تنگی سے گزارا کرتے ہوئے تھے۔ اکثر ایسا ہوتا کہ چار چار روز تک کچھ کھانے کو نہ ہوتا۔ سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاءؒ اور دیگر درویش پانی سے روزہ افطار کرتے۔ انہی دنوں ایک صالحہ عورت نے جو حضرت سے توسل رکھتی تھی اور ہمایہ میں رہتی تھی۔ سوت کات کر گندم خریدی اور کچھ آٹا حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں بطور نذرانہ بھیجا۔

حضرت سلطان المشائخ نے شیخ کمال الدین یعقوبؒ سے فرمایا کہ اس آٹے کو دیگ میں ڈال کر پکاؤ شاید کسی آنے والے کا حصہ ہے۔ شیخ کمال الدین پکانے میں مشغول تھے کہ اچانک ایک درویش گڈری پوش کسی مقام سے وارد ہوئے اور آتے ہی حضرت سلطان المشائخ سے کہا: جو حاضر ہے، اس سے دریغ نہ کر۔

حضرت نے فرمایا: آپ چند لمبے استراحت فرمائیں۔ ابھی کھانا تیار ہوتا ہے تو آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں

درویش نے کہا: جیسا بھی ہے، فوراً لے آؤ۔

یہ سن کر حضرت اٹھے اور دونوں ہاتھ سے بکیتی ہوئی دگ کے کنارے کڑا کر ان کے سامنے لائے۔ درویش نے دیگ اٹھا کر زمین پر پھینک دیا اور فرمایا: شیخ فرید الدین گنج

شکر نے نعمتِ باطنی شیخ نظام الدین اولیاءؒ کو از زانی فرمائی اور میں نے ان کی ظاہری محتاجی کی دیکھ کر تو ٹوڑا لایا۔ یہ کہا اور سب کی نظروں سے اوجھل ہو گئے۔

اس کے بعد تو یہ ہوا کہ ہزاروں لاکھوں آدمی حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہو کر مرید ہوئے اور خرقہ خلافت پا کر درجہ عالی اور مقام متعالی پر فائز ہوئے۔ خیر المماس میں ہے کہ ایک دن مولانا حسام الدین نصرت خانی اور مولانا جمال الدین نصرت خانی اور مولانا شرف الدین کاشانی حضرت شیخ المشائخ کے رو برو بیٹھے تھے۔ شیخؒ نے ان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اگر کوئی شخص دن کو صائم اور رات کو قائم ہے تو یہ کام نہایت سہل ہے کہ بیوہ عورتیں بھی یہ کام کر سکتی ہیں۔ لیکن مشغولی حق کو مردانِ طلب گار اس کی بدولت بارگاہ پروردگار میں راہ پاتے ہیں اور مشاہدہ ذات کی دولت سے فیض یاب ہوتے ہیں، وہ ان عبادتوں سے ماوراء ہے۔ حاضرین مجلس نے جب یہ کلام سنا تو خیال کیا کہ شیخ کسی خصوصی عبادت کا ذکر فرمائیں گے لیکن حضرت شیخ المشائخ نے فرمایا: انشاء اللہ تعالیٰ میں کسی مناسب وقت پر اس کا تذکرہ کروں گا۔ عزیزوں نے کئی ماہ اس انتظار میں گزار دیئے۔

ایک روز یہ سب حضرات مجلس میں حاضر تھے کہ محمد کاشفؒ (جو سلطان علاؤ الدین خلجی کے دیوان کا داروغہ تھا) وارد ہوا اور حضرت کے سامنے مودب بیٹھ گیا۔ حضرت نے پوچھا: محمد کاشف! کہاں تھے؟

عرض کی: غریب نواز! دیوانِ امام میں تھا۔ آج تو سلطان علاؤ الدین خلجی نے پچاس ہزار روپے بندگانِ خدا کے واسطے انعام فرمائے ہیں۔

یہ سن کر حضرت شیخ نے مولانا حسام الدین نصرت خانی اور دوسرے حاضرین کو متوجہ

کر کے فرمایا:

بھلا تاؤ، بادشاہ کا یہ انعام بہتر ہے یا عہد کا وفا کرنا بہتر ہے جو ایک دفعہ میں
نے تمہارے ساتھ کیا تھا؟

یہ سن کر سب حاضرین آداب بجالائے اور عرض کی: وفائے عہد ہشت بہشت
سے بہتر ہے۔ پچاس ہزار روپے فقرہ کی کیا حیثیت ہے!

سلطان المشائخ نے تینوں بزرگوں کو قریب بلایا اور باقی حاضرین کو رخصت
کر کے ارشاد فرمایا: مقصود تک پہنچنے کا راستہ خلوت میں مشغولی تھی ہے۔ طالب کو
چاہیے کہ بے ضرورت باہر نہ آئے اور ہمیشہ با وضو رہے، سوائے وقت قیلور کے کہ
اس وقت غلبہ خواب ہوتا ہے۔ ہمیشہ صائم الدہر رہے، یہ ممکن نہ ہو تو کم سے کم غذا پر چھ
کرے اور سوائے ذکر تھی اور شدید ضرورت کے کبھی زبان نہ کھولے۔ اہل دنیا سے مختص
کلام کرے۔ منقول ہے کہ یہ تینوں مشائخ حضرت شیخ نظام الدین اولیاءؒ کے
انفاس کی برکت سے ان صفات عالیہ سے متصف ہوئے اور کامل ہو کر جملہ واسطین سے
ہوئے۔

مولانا شہاب الدین امام سے منقول ہے کہ حضرت شیخ نظام الدین اولیاءؒ ایک
روز حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے مزار کی زیارت کے لیے تشریف لے گئے ہیں
اور مولانا برہن الدین غریب ہمراہ تھے۔ حضرت سلطان المشائخ حضرت خواجہ قطب الدینؒ
کی زیارت کر کے عوض شمسی کے کنارے رونق افروز ہوئے وہاں اس وقت خواجہ حسن
ملاہ بخری اگر سن اس کا پچاس برس سے زیادہ تھا یا یاروں کے ساتھ سے نوشی میں مشغول
تھا۔ جب اس نے شیخ کو دیکھا تو آپ کے سامنے آکر یہ دو شعر پڑھے۔

ساہا باشد کہ باہم صحبت
گز صحبتہا اثر بودی کجاست
زہد تاں فق از دل ماکم نہ کرد
فق مایاں بہتر از زہد شمارت

حضرت شیخؒ نے یہ اشارہ سن کر فرمایا: صحبت میں تاثیر ہوتی ہے۔ انشاء اللہ تمہیں
لایب ہوگی۔ یہ سنا تھا کہ خواجہ حسن سر برہنہ حضرت کے قدموں میں گر پڑے اور تمام
شاہی سے تائب ہو کر رفتار سمیت مرید ہوئے۔ بعد میں خواجہ حسن نے حضرت کے
فوائد طیبات پر مشتمل کتاب "فوائد الفوائد" تصنیف کی جس کے بارے میں حضرت
امیر خسروؒ نے رشک سے کہا کہ کاش میری تمام تصانیف خواجہ حسن کے نام منسوب ہوں
اور ان کی کتاب "فوائد الفوائد" میرے نام کے ساتھ منسوب ہوتی۔

کہتے ہیں ایک روز سلطان علاؤ الدین خلجی نے ایک بڑا تھال زرو جو اہر سے بھر کر
سلطان المشائخ کی خدمت میں بھیجا۔ اس وقت حضرت کے پاس ایک قلندر بیٹھا تھا۔ اس
کی نگاہ زرو جو اہر پر پڑی تو بولا۔

یا شیخ! ہدایا مشترک۔ سلطان المشائخ نے از روئے طرفت فرمایا: اما تہا
مشترک۔

قلندر نے یوں ہو کر پھر اپنی بات دہرائی۔ سلطان المشائخ نے اسے قریب بلایا اور
فرمایا: تنہا مشترک سے میرا مطلب یہ تھا کہ تنہا تجھے مبارک ہو۔ یہ سن کر قلندر نے اس تھال کو
اٹھانا چاہا لیکن وزنی ہونے کی وجہ سے نہ اٹھا سکا۔ حضرت شیخ المشائخ نے خادموں سے
کہا کہ قلندر کی بددکریں۔

خضر خان حضرت سلطان المشائخ کا مرید تھا قطب الدین مبارک شاہ اُسے قتل کر کے تخت دہلی پر ٹنکن ہوا تو وہ سلطان المشائخ سے بھی پرخاش رکھنے لگا۔ ان دنوں سلطان المشائخ کے نگرخانہ کا خرچ غلہ کے علاوہ دو ہزار تنکہ روزانہ تھا۔

سلطان نے قاضی محمد غزنوی سے (جو پہلے ہی سلطان المشائخ سے بے حد جھگڑا تھا) پوچھا: شیخ کا اس قدر خرچ کہاں سے آتا ہے؟ قاضی نے کہا اکثر امراء سلطان نذرانہ سے شیخ کی اعانت کرتے ہیں۔ بادشاہ کو یہ سن کر سخت غصہ آیا اور حکم دیا کہ آئندہ جو شخص شیخ کے مکان پر جائیگا یا نذر کی اشرفی بھیجے گا، سخت معتوب ہوگا۔

حضرت کو یہ حال معلوم ہوا تو اپنے خادم خاص خواجہ اقبال کو بلایا اور حکم دیا کہ کل سے لنگر کا خرچ دگنا کر دیا جائے پھر ہدایت فرمائی کہ جس وقت بھی تمہیں روپوں کی ضرورت ہو، بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر حجرہ کے طاق میں ہاتھ ڈالنا اور بقدر ضرورت نکال لینا اکثر امراء سلطان نے بادشاہ کے خوف کی وجہ سے حضرت کی خدمت میں حاضری ترک کر دی لیکن بایں ہمہ فتوحات کا یہ عالم تھا کہ انہی دنوں ایک تاجر جسے رهنوں نے لوٹ لیا تھا، حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس کے پاس حضرت صدر الدین مارف (پسر شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی) کا سفارش نامہ تھا۔ سلطان المشائخ نے خادم سے فرمایا کہ علی الصباح سے چاشت تک جو نذرانہ آئے وہ اس تاجر کے سپرد کر دو۔ منقول ہے کہ بارہ ہزار تنکہ اس تاجر کو وصول ہوئے۔

حضرت سلطان المشائخ کے لنگر کے بابے میں جب بادشاہ کو یہ خبر پہنچیں تو وہ دل ہی دل میں نہایت شرمندہ ہوا۔ لیکن پھر بھی ازراہ جہالت و خجالت حضرت کو پیغام بھیجا کہ شیخ رکن الدین ابو الفتح ملتانی میری ملاقات کو آتے ہیں، آپ بھی قدم رنجہ فرمائیں تو کریم

حضرت نے پیغام برے فرمایا: میں گوشہ نشین آدمی ہوں، کہیں آتا جاتا نہیں دوسرے ہمارے بزرگوں کا یہ قاعدہ نہیں تھا کہ وہ شاہی دربار میں جائیں اور بادشاہ کے مصاحب بنیں۔ لہذا میں معافی کا خواست گارہوں۔

بادشاہ تک یہ پیغام پہنچا تو بادہ سخت سے اس کے ہوش و حواس سلب ہو گئے۔ فوراً جواب بھیجا کہ آپ کو ہفتہ میں دو بار میری ملاقات کو آنا پڑے گا۔ حضرت کو یہ پیغام ملا تو اپنے خواجہ حسن ملاسنجری کو بادشاہ کے پیر شیخ ضیاء الدین رومی کے پاس بھیجا، خواجہ حسن نے انہیں حضرت کا پیغام دیا کہ وہ بادشاہ کو سمجھائیں کہ درویشوں کو تکلیف دینا کسی مذہب میں درست نہیں سمجھا جاتا۔ بادشاہ کی خیریت اسی میں ہے کہ وہ فقیروں کو نہ تائے دوسرے ہمارے خانوادہ کی ایک مخصوص روش ہے وہ شاہی درباروں میں نہیں جاتے تھے، میں بھی اس کی خلاف ورزی نہیں کر سکتا۔

خواجہ حسن نے حضرت کا پیغام شیخ ضیاء الدین رومی کو پہنچا دیا۔ لیکن یہ خبر بھی لائے کہ شیخ رومی کا درویشکم سے برا حال ہے اور وہ بیٹھ کر نماز بھی نہیں پڑھ سکتے۔

اتفاق سے تیسرے روز شیخ رومی نے انتقال فرمایا حضرت انکے ہاں تعزیت کے لیے تشریف لے گئے۔ بادشاہ پہلے سے دہاں موجود تھا۔ لوگوں کا بے پناہ ہجوم جمع تھا جو نہی خلعت کو حضرت کی تشریف آوری کا علم ہوا تو وہ حضرت کی زیارت کے لئے ٹوٹ پڑی۔ یہاں تک کہ بادشاہ اکیلا کھڑا رہ گیا۔ اس صورت حال نے بادشاہ کو سخت برہم کیا و بار میں آتے ہی اس نے ایک محضر نامہ تیار کر کے حکم دیا کہ اگر شیخ ہفتہ میں ایک بار میری ملاقات کو نہ آئے تو ان کے خلاف سخت کارروائی کی جائیگی۔

بادشاہ کے حکم کے مطابق سید قطب الدین غزنوی مولانا برہان الدین ہروی شیخ وحید الدین قندزی اور دیگر اکابر نے حضرت سلطان المشائخ تک یہ پیغام پہنچایا اور کہا کہ بادشاہ سخت برہم ہے اگر آپ ایک مرتبہ دیوان عام میں تشریف لے جائیں تو اس درویشی میں فرق نہ آئے گا۔ یہ سن کر حضرت نے صرف یہ فرمایا: دیکھو اللہ کی طرف سے کیا ظہور میں آتا ہے۔

حضرت کی اس گفتگو سے ان اکابر نے یہ سمجھا کہ حضرت سلطان المشائخ بادشاہ کے ہاں جانے کے لیے راضی ہو گئے ہیں۔ انہوں نے بادشاہ سے جا کر عرض کی کہ ہم نے شیخ کو راضی کر لیا ہے، وہ چاند رات کو ملاقات کے لئے آئیں گے۔

رات کو خواجہ وحید الدین قندزی اور اعرار الدین علی شاہ (حضرت امیر خسرو کے بڑے بھائی) نے اگر حضرت کو اطلاع دی کہ بادشاہ دیوان عام میں آپ کے قدم رنجہ فرمانے کی خبر سے نہایت محظوظ ہوا ہے یہ سن کر حضرت نے فرمایا: میں ہرگز اپنے بزرگوں کی روش کے خلاف نہ چلوں گا اور بادشاہ کی ملاقات کو نہ جاؤں گا۔

دونوں بزرگ حضرت کی یہ بات سن کر سخت غمگین ہوئے، انہیں خدشہ تھا کہ کہیں بادشاہ ماقبت نامدیشی سے کوئی قدم نہ اٹھائے۔ حضرت نے انکو افسردہ پایا تو تسلی دیتے ہوئے فرمایا: یقین جانو بادشاہ مجھ پر فتح یاب نہ ہوگا۔ رات میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ مسجد نبوی میں صفہ پر قبلہ رو بیٹھا ہوں۔ اتنے میں سینکڑوں والے ایک بیل نے مجھ پر حملے کا قصد کیا، لیکن جب وہ میرے قریب آیا تو میں نے اس کے دونوں سینک پکڑ کر اسے زمین پر ایسا پٹخا کہ وہ ہلاک ہو گیا۔

بادشاہ سے ملاقات کی رات آئی تو خواجہ اقبال اور دوسرے خادموں نے عرض کیا کہ

سکھ ہو تو پاکی اور کہا روں کو حاضر کیا جائے۔ حضرت سلطان المشائخ نے کچھ جواب دیا اسی مقصود پر دیر نہ گزری تھی کہ اطلاع آئی کہ بادشاہ کے پروردہ اور نمک خوار خسرو خان نے بادشاہ کو قتل کر دیا ہے۔

نقل ہے کہ دہلی میں شمس الدین نامی ایک بزاز تھا، جو نہایت دولت مند تھا حضرت سلطان المشائخ کی مخالفت میں پیش پیش رہتا تھا۔ ایک روز وہ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ انفاق پور کے قریب شراب نوشی کی غرض سے ایک بنہ زار میں گیا۔ جو نہی دہلی شمس الدین بزاز نے شراب کی بوتل ہاتھ میں کپڑی، کیا دیکھتا ہے کہ شیخ نظام الدین اولیاء اس کے مقابل کھڑے ہیں اور اشارہ سے اسے شراب پینے سے منع کر رہے ہیں۔ شمس الدین پر اس کا ایسا اثر ہوا کہ اس نے فوراً شراب پھینک دی اور وضو کر کے حضرت شیخ کی خانقاہ کی طرف بھاگا۔ جو نہی شیخ کی نگاہ شمس الدین پر پڑی۔

فرمایا: جب سعادت مسامت کرتی ہے تو انسان گناہوں سے باز آجاتا ہے۔ شمس الدین یہ سن کر اور بھی حیران ہوا فوراً حضرت کے قدموں میں گر پڑا اور صدق اخلاص کے ساتھ مریدوں میں شامل ہوا، پھر دوسرے دن اپنا تمام مال و اسباب جماعت خانہ کے درویشوں میں تقسیم کر دیا اور خود یاد الہی میں مشغول ہو گیا۔

شیخ نصیر الدین اودھی فرماتے ہیں جب میں قاضی محی الدین کاشانی کے پاس معلوم نماہری پڑھتا تھا، ایک دفعہ ایسا بیمار ہوا کہ سب لوگ میری زندگی سے مایوس ہو گئے۔ جن اتفاق سے شیخ نظام الدین اولیاء میری عیادت کے لیے تشریف لائے۔ اس وقت میں بے ہوش پڑا تھا۔ حضرت نے دست مبارک میرے منہ پر پھیرا تو میں فوراً ہوش میں آیا اور صحت کاملہ پائی اور حضرت کے قدموں میں گر پڑا۔ اسی روز سے میرا اعتقاد و اخلاص

حضرت کی نسبت بہت زیادہ ہو گیا۔

شیخ موصوف یہ بھی روایت کرتے ہیں کہ ایک مرید نے حضرت شیخ نظام الدین اولیا کی دعوت کی قوالوں کو بلایا اور حسبِ حیثیت کھانے کا بندوبست بھی کیا۔ جب سماں شروع ہوا تو کئی ہزار آدمی جمع ہو گئے۔ صاحبِ خانہ نے صرف پچاس ساٹھ اشخاص کا کھانا تیار کرایا تھا۔ وہ قلتِ طعام اور کثرتِ انام دیکھ کر سخت مضطرب ہوئے۔ حضرت نے فوراً ان سے اس کا اضطراب جان لیا، اپنے خادمِ مبشر کو اشارہ کیا کہ سب آدمیوں کے ہاتھ دھلاؤ اور انہیں دس دس کے گروپ میں بٹھا دو۔ پھر روٹی کے چار چار ٹکڑے کر کے سالنِ سمیت ان کے سامنے رکھو اور کہو کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر کھانا شروع کریں۔

خادمِ مبشر نے تعمیلِ ارشاد کی۔ تمام خلق نے حسبِ رغبت پیٹ بھر کر کھانا کھایا کوئی شخص بھی بھوکا نہ رہا، اس کے باوجود بہت سا کھانا بچ رہا۔

شیخ نصیر الدین ہی سے منقول ہے کہ قصبہ سہ سادہ میں ایک مولانا تھے، ایک دفعہ ان کے مکان میں آگ لگی جس سے مالِ اسباب کے ساتھ ان کا فرمانِ املاک بھی جل گیا۔ سخت پریشان ہوئے اور دہلی آکر ایک مدت تک کچہری میں تنگ و دو کر کے اس فرمان کی نقل حاصل کی، اسے بغل میں دبا کر خوشی خوشی اپنی قیام گاہ کی طرف آئے تھے کہ راستے میں ایک دوست ملا۔ اس کے ساتھ باتوں میں ایسے مگن ہوئے کہ فرمانِ بغل سے گر گیا اور انہیں مطلقِ خبر نہ ہوئی۔

مکان پر آئے تو دیکھا کہ فرمانِ املاک تائب ہے اب تو دنیا نظرِ دل میں اندھیر ہو گئی روتے پیٹتے حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سب ماجرا سنایا اور دعا کی درخواست کی۔

حضرت نے فرمایا: مولانا علوہ کھلاؤ تو دُعا کریں گے

مولانا سید سے علوائی کی دوکان پر گئے اس سے چند درم کا علوہ طلب کیا۔ علوائی نے علوہ تول کر ایک کانڈ نکالا تاکہ اسے چاک کر کے اس میں علوہ پیسے کہ مولانا نے دیکھا کہ یہ کانڈ وہی ان کا گم شدہ فرمان ہے پکارا کہ: یہ کانڈ چاک نہ کرنا، یہ میری املاک کا فرمان ہے۔ علوائی نے وہ کانڈ مولانا کے حوالے کر دیا اور علوہ دوسرے کانڈ میں پیٹ دیا۔

مولانا علوہ اور فرمان لیکر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت نے قسم کر کے فرمایا: فرمانِ املاک خود رکھ لو اور علوہ گھر جا کر اپنے بچوں کو کھلا دو۔

سید وحید الدین کرمانی مبارک جو حضرت نظام الدین اولیاؒ کے مرید ہیں اور جنہوں نے کتاب سیر الاولیاء تصنیف کی ہے، اُن سے منقول ہے کہ جب خسرو خان نے سلطان قطب الدین مبارک شاہ کو قتل کیا اور تخت پر بیٹھا تو اس نے مشائخ کی خدمت میں تین تین لاکھ تنکہ نذرانہ کے طور پر بھیجا۔ ان مشائخ میں حضرت نظام الدین اولیاؒ کے ساتھ سید ملا الدین چنوری، شیخ وحید الدین خلیفہ اور شیخ عثمان میاح (خلیفہ حضرت رکن الدین ابوالفتح ملتان) وغیرہ بھی شامل تھے۔ جب یہ نذرانہ ان مشائخ کے پاس پہنچا تو اکثر نے اسے امانت کے طور پر رکھ لیا۔ خسرو خان نے حضرت شیخ نظام الدین اولیاؒ کو پانچ لاکھ تنکہ بھجوائے جو حضرت نے فوراً فقرہ میں تقسیم کر دیئے۔

چار ماہ بعد سلطان غیاث الدین تغلق خسرو خان کو قتل کر کے دہلی کا بادشاہ بنا تو اس نے حکم دیا کہ خسرو خان نے مشائخ کو جس قدر دیس دیا ہے وہ سب واپس لیا جائے اکثر مشائخ نے یہ رقم شاہی خزانے میں جمع کرادی، لیکن شیخ نظام الدین اولیاؒ نے شاہی فرمان کا کچھ جواب نہ دیا۔

ادھر حضرت کے مخالف اور حامد درباریوں نے سلطان غیاث الدین تغلق کے کان بھرنے شروع کئے اور جیب کوئی ٹھوس بات حضرت کے خلاف کاروائی کے لیے نہ ملی تو یہ الزام لگایا کہ شیخ قوالی سنتے ہیں، جو حنفی مذہب میں جائز نہیں ہے۔ بادشاہ نے درباری علماء کو طلب کر کے حکم دیا کہ سماع کے خلاف ایک محضر نامہ تیار کریں۔ پھر سلطان نے قلعہ تغلق آباد میں حضرت سلطان المشائخ اور درباری علماء کو طلب کیا تاکہ وہ سماع کے مسئلہ پر مناظرہ کریں۔

مولانا فخر الدین زراوی نے جو حضرت شیخ کے مخلص مریدوں میں سے تھے، بادشاہ سے کہا کہ دو آدمیوں کو جو سب سے زیادہ عالم ہوں، منتخب کر لیجئے تاکہ وہ ہم سے بحث کریں سلطان نے قاضی رکن الدین ابوالحسنی کو جو شہر کا حاکم اور حضرت شیخ کی عداوت میں پیش تھا، اشارہ کیا کہ شیخ سے بحث کریں۔

قاضی نے حضرت شیخ سے کہا: تم سماع کے بارے میں کیا وکیل رکھتے ہو؟ شیخ نے حدیث نبوی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ”اسماع مباح لاہلہ بطور دلیل پیش کی۔“

۱۔ نظامی ہنری توشہ حضرت خواجہ حسن نظامی رحمۃ اللہ علیہ میں مرقوم ہے کہ حضرت محبوب الہی رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری تشریف کی یہ حدیث پڑھی کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے مدینہ کی انصار لڑکیاں دف بجا بجا کہ گاہری تھیں، اور حضرت ان کا گیت سن رہے تھے اتنے میں حضرت عمرؓ وہاں آگئے اور انہوں نے ان لڑکیوں کو گانے سے روکا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمرؓ سے فرمایا: ان لڑکیوں کو گانے سے روکو کہ آج عید کا دن ہے اور ہر قوم کا ایک عید کا دن ہوتا ہے۔

قاضی نے جواب دیا: تم حنفی ہو، حدیث کے بجائے ابو حنیفہ کا کوئی قول پیش کرو! اسے ہم قبول کریں گے۔

شیخ نے فرمایا: سبحان اللہ! میں حدیث مصطفوی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نقل کرتا ہوں اور تم مجھ سے قول ابو حنیفہ طلب کرتے ہو، معلوم ہوتا ہے حکومت کی رعیت نے تمہارا دماغ خراب کر دیا ہے اور تم اللہ کے حبیب (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بے ادبی کرتے ہو۔ انشاء اللہ جلد اس کی سزا جھگٹو گے اور اپنے عہدہ سے معزول ہو گے۔

سلطان حضرت کی علمی مباحث سے متاثر ہو چکا تھا۔ یہ باتیں جاری تھیں کہ مولانا علم الدین بنیرہ حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریاؒ مان سے تشریف لائے۔ سلطان اور تمام حاضرین مولانا کے استقبال کے لیے کھڑے ہو گئے۔ جو نبی مولانا علم الدین کی حضرت سلطان المشائخ پر نظر پڑی تو وہ سب پہلے ان کی طرف بڑھے اور نہایت اعزاز و احترام سے ملے۔ پھر سلطان سے مل کر دریافت کیا کہ حضرت شیخ نے کیسے تکلیف فرمائی۔ سلطان نے سب ماجرا عرض کیا۔ مولانا علم الدین نے کہ ملازمین ہاں تھے، فرمایا: میں نے مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور مصر و شام کے سفر میں دیکھا ہے کہ تمام مشائخ عظام اور اولیائے کرام باوجود علمائے متبحر اور پرہیزگار ہونے کے سماع سنتے ہیں اور کوئی شخص اعتراض نہیں کرتا۔ بے شک یہ اہل کے لیے مباح ہے اور حضرت شیخ نظام الدین اولیاءؒ اور ان کے اصحاب اہل حال ہیں، ان کا ظاہر و باطن کمال اخلاق اور زہد و تقویٰ سے آراستہ ہے۔

سلطان نے جب مولانا کی یہ باتیں سنیں تو حضرت سلطان المشائخ کو نہایت اعزاز و اکرام سے رخصت کیا۔ دل ہی دل میں نہایت شرمندہ ہوا اور اسی وقت قاضی رکن الدین ابوالحسنی کو عہدہ حکومت سے معزول کر دیا۔

حضرت شیخ نظام الدین اولیاءؒ کا سن مبارک پچانوے برس کا ہوا تو وہ شدید بیمار ہوئے۔ ایک روز شدت بخار میں اپنے خادم خواجہ اقبال کو طلب فرمایا اور حکم دیا کہ تمام مال و اسباب اور زر نقد جو کچھ خانقاہ میں ہے، غریبوں میں تقسیم کر دیں۔ خادم نے عرض کی: کئی ہزار من غلہ انبار خانوں میں موجود ہے، جو ہر روز منگور میں خرچ ہوتا ہے یہ جواب سن کر حضرت پریم ہوئے اور فرمایا: انبار خانوں کے دروازے توڑ ڈالو اور غریبوں میں لٹا دو پھر ایک دستار، ایک پیراہن اور ایک مصلّا مولانا برطان الدین غریب کو عطا فرمایا اور انہیں دکن کی جانب رخصت فرمایا۔

پھر ایک دستار، ایک کرتا اور ایک جانا شیخ یعقوب کو عطا کر کے گجرات کی سمت روانہ فرمایا اور اس طرح مولانا جمال الدین خوارزمی، مولانا شمس الدین سہمی کو ایک ایک دستار پیراہن اور مصلّا عنایت فرمائے۔

حضرت شیخ نصیر الدین اودھی اس وقت حاضر نہ تھے، چند روز کے بعد (بروز چہارشنبہ اٹھارہ ربیع الآخر ۷۲۵ھ) حضرت سلطان المشائخ نے بعد نماز ظہر انہیں طلب فرمایا اور خرقة عصا، مصلّا، تبیغ اور کاسہ چوبیس وغیرہ تبرکات جو حضرت شیخ فرید الدین مسعود گنج شکر سے پہنچے تھے، انہیں عنایت فرمائے اور حکم دیا کہ تم دہلی میں رہ کر لوگوں کی فقار و جفا اٹھاؤ۔ پھر نماز عصر ادا کی اور اجماعی آفتاب غروب نہ ہوا تھا کہ علم و عرفان کا یہ آفتاب مالتاب دہلی میں غروب ہو گیا۔ حضرت سلطان المشائخ عنایت پور میں کہ اب نئی دہلی میں شامل ہے مدفون ہوئے جہاں ان کا مزار اقدس مرجع خلایق ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

تحریر خواجہ عابد نظامی

راحت القلوب

پہلی مجلس

۲۵۵ھ ہجری رجب کی پندرہ تاریخ چہارشنبہ کے دن مسلمانوں کے دعا گو اور سلطان الطریق (حضرت بابا صاحبؒ) کے ایک مرید بندہ نظام الدین احمد بدایونی (یعنی حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاءؒ محبوب الہیؒ) کو دولت پائے ہوئی حضرت سید العابدین (بابا صاحبؒ) حاصل ہوئی۔ حضرت بابا صاحبؒ نے گلاہ چار ترکی جو اُس وقت اُن کے سر مبارک پر تھیں، اتار کر اپنے ہاتھ میں لی اور دعا گو کے سر پر رکھ دی اور خرقة خاص اور چوبی نعلین (یعنی کھڑاویں) عطا فرمائیں۔ الحمد للہ علی ذلک!

نیز ارشاد فرمایا کہ میں ہندوستان کی ولایت کسی دوسرے کو دینی چاہتا تھا مگر تم راستے میں تھے اور دل میں ندا ہوئی کہ صبر سے کام لیا جائے نظام الدین احمد بدایونی پہنچتا ہے پڑ لائے اُس کی ہے۔ اُس کو دینا۔ یہ دعا گو یہ کلمات سن کر کھڑا ہو گیا اور اشتیاقی زیارت کی بابت کچھ کہنا چاہتا تھا، مگر حضور شیخ الاسلامؒ کی اتنی دہشت طاری ہوئی کہ کچھ کہہ نہ سکا۔ حضرت شیخ الاسلامؒ نے حالت معلوم کر لی اور فوراً یہ الفاظ انہی زبان مبارک پر آئے کہ بیشک تمہارے دل میں اشتیاق تھا اور یہ بھی فرمایا کہ ”ہر داخل ہونے والے کے لئے دہشت ہوتی ہے“

سلسلہ گفتگو یہاں تک پہنچا تھا کہ دعا کو خیال پیدا ہوا کہ اب شیخ الاسلام سے جو کچھ سنوں گا لکھ یا کروں گا۔ یہ خیال ابھی پختہ نہ ہوا تھا کہ حضرت نے فرمایا: وہ مرید نہایت خوش نصیب ہے جو اپنے پیر کے الفاظ کو گوش ہوش سے سنتا اور انہیں لکھ لیتا ہے۔ چنانچہ ”ابن اڑاؤلیبا“ میں مرقوم ہے کہ جو مرید اپنے پیر کے ملفوظات سن کر لکھ لیتا ہے اُسے ہر ہر حرف کے بدلے ہزار ہزار سال کی اطاعت کا ثواب ملتا ہے اور مرنے کے بعد اُس کا مقام علیین میں بنایا جاتا ہے۔ اُسی وقت یہ شعر بھی پڑھا ہے

اے آتش فراقت دہا کباب کردہ سیلاب اشتیاق جاہنا خراب کردہ

اور فرمایا کہ انسان کی ہر وقت یہ حالت رہنی چاہیے کیونکہ ایسے شخص پر کوئی لمحہ ایسا نہیں گزرتا جس میں آواز نہ آتی ہو کہ ”زندہ دل وہ ہے جس میں ہماری محبت کو برابر ترقی ہوتی ہے“

ابتداء میں گفتگو درویشی پر ہو رہی تھی (پھر اسی سلسلہ میں) ارشاد فرمایا: درویشی پردہ پوشی کا نام ہے اور غرقہ پہننا اُس شخص کا کام ہے جو مسلمانوں اور دوسرے انسانوں کے عیبوں کو چھپائے اور انہیں کسی پر ظاہر نہ کرے۔ مال دنیا میں سے اُس کے پاس جو کچھ آئے اُسے راہ خدا میں صرف کرے اور جائز مصرف میں اٹھائے۔ خود اُس میں سے ایک ذرے پر نظر نہ رکھے۔ پھر فرمایا کہ اصحاب طریقت اور مشائخ کبار نے اپنی بیاضوں میں لکھا ہے کہ زکوٰۃ کی تین قسمیں ہیں۔

اول۔ زکوٰۃ شریعت۔

دوم۔ زکوٰۃ طریقت۔

سوم۔ زکوٰۃ حقیقت۔

زکوٰۃ شریعت یہ ہے کہ اگر چالیس درم پاس ہوں تو اُن میں سے پانچ درم راہ خدا میں

دیے اور زکوٰۃ طریقت یہ ہے کہ چالیس میں سے پانچ درم اپنے پاس رکھے اور باقی کل راہ حق میں دے دے اور زکوٰۃ حقیقت یہ ہے کہ چالیس میں سے پانچ بھی اپنے لئے نہ رکھے اور سب اُس کی راہ میں خرچ کر دے۔ اس لئے کہ درویشی خود فروشی ہے۔

اسی سلسلے میں یہ حکایت ارشاد فرمائی کہ میں نے شیخ شہاب الدین سہروردی (قدس اللہ سرہ العزیز) کو دیکھا ہے اور کچھ دن اُن کی خدمت میں بھی رہا ہوں۔ ایک دن اُن کی خانقاہ میں تقریباً ایک ہزار دینار بطور فتوح آئے۔ انہوں نے سب کے سب راہ مولے میں لٹائیے اور شام تک ایک پیسہ بھی اپنے لئے نہ رکھا۔ اور فرمایا کہ اگر میں اس میں سے کچھ اپنے لئے رکھ لیتا تو درویش نہ رہتا۔ بلکہ درویش مالدار کا لقب پاتا۔

اس کے بعد ارشاد ہوا کہ درویشی کے معنی قناعت کے ہیں۔ درویش کے پاس جو کچھ آئے اُس پر چون چرانہ کرے۔ کیونکہ میں نے اولیاء اللہ کے حالات میں لکھا ہوا دیکھا ہے کہ ایک دفعہ حضرت مالک دینار رحمۃ اللہ علیہ کسی درویش سے ملنے کے لئے گئے۔ درویش اور مالک دینار میں سلوک کے متعلق باتیں ہو رہی تھیں۔ درویش نے دو جو کی روٹیاں نکالیں اور سامنے رکھ دیں۔ وہ روٹیاں بالکل پھکی تھیں۔ حضرت مالک دینار نے کہا کہ اگر ان میں نمک پڑا ہوتا تو اچھا تھا۔ درویش موصوف کی ایک لڑکی تھی۔ اس نے مالک دینار کا یہ جملہ سنا تو فوراً برتن گردی رکھ کر بننے کی دوکان سے کچھ نمک لے آئی اور دونوں بزرگوں کے آگے رکھ دیا۔ کھانے کے بعد مالک دینار نے کہا ”اس کو قناعت کہتے ہیں“

درویش کی لڑکی نے زمین چومی اور کہا اے خواجہ! اگر تم میں قناعت ہوتی تو میرا برتن بننے کے ہاں گردی نہ کھواتے۔ اے مالک دینار یہ قناعت نہیں ہے جو تم سمجھے ہوئے ہو۔ ہمارا حال سنو۔ آج سترہ سال گزر گئے ہم نے اپنے نفس کو نمک نہیں دیا ہے۔ درویشی تم سے

بہت دور ہے۔ اس کے بعد یہ رباعی زبان مبارک پرائی سہ
چوں عمر درگذشت درویشی بہ چوں کار بقسمت است کم کوشی بہ
چوں ترس حیات است مندپوشی بہ چوں گفتہ نوشت است خاموشی بہ
اور ابھی خبر نہیں ہے کہ درویشوں کے سروں پر کیسے کیسے اٹے پلتے ہیں۔

پھر گفتگو فرماتے پڑھنے لگی۔ ارشاد ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معراج
کی رات حرقہ ملا تھا۔ جب حضور پر نورؐ معراج سے واپس آگئے تو انہوں نے تمام صحابہ کبار
رضی اللہ عنہم کو طلب فرمایا اور کہا کہ اس حرقے کی بابت مجھے اللہ کا حکم ہے کہ تم میں سے
کسی ایک کو دیدوں۔ اب میں تم سے ایک سوال کرتا ہوں جو اس کا جواب باصواب دیکھا وہ
اس کا مستحق ٹھہرے گا۔ (اول حضرت) ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف رخ کیا اور فرمایا
”اے ابو بکر! اگر یہ حرقہ تم میں نہیں دوں تو کیا بات اختیار کرو گے؟ انہوں نے کہا: یا رسول
اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) صدق و صفا اور اطاعت خدا اختیار کروں گا۔ پھر امیر المؤمنین
(حضرت) عمر بن خطابؓ سے خطاب کیا اور کہا کہ اگر میں یہ حرقہ تمہیں دوں تو تم کیا اختیار
کرو گے؟ انہوں نے جواب دیا: یا رسول اللہ میں عدل و انصاف اختیار کروں گا اور مظلوموں
کی داد دے دوں گا۔ پھر امیر المؤمنین (حضرت) عثمان غنیؓ کی باری آئی۔ انہوں نے جواب
دیا میں آپس کے مشورے سے کام اختیار کروں گا۔ جیسا کروں گا اور سخاوت سے کام لوں گا
آخر میں امیر المؤمنین حضرت علیؓ کی کرم اللہ وجہہ کو مخاطب کیا اور پوچھا کہ علیؓ! اگر یہ حرقہ تمہیں
دیا جائے تو تم کیا کرو؟ انہوں نے کہا میں پردہ پوشی کیا کروں گا اور بندگان خدا کے صیعوں
کو چھپایا کروں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”اے علیؓ یہ حرقہ تم ہی کو دیتا ہوں۔
رب العزت کا مجھے فرمان تھا کہ تمہارے دوستوں میں سے جو شخص یہ جواب دے حرقہ اُسے ہی

دینا۔ یہاں تک کہہ کر شیخ الاسلام چشم پر آب ہو گئے اور رونے لگے اور بے ہوشی طاری
ہو گئی۔ جب دوبارہ ہوش میں آئے تو فرمایا ”معلوم ہوا کہ درویشی پردہ پوشی ہے۔
ابتداء درویش کو چاہیے کہ یہ چار باتیں اختیار کر لے۔ اول آنکھیں اندھی کرنے تاکہ لوگوں کے
مصاب نہ دیکھ سکے۔ دوسرے کان بہرے کر لے تاکہ فضول اور لغویات میں سُسنے سے بچ جائے
تیسرے زبان گونجی کر لے تاکہ ناحق باتیں نہ کہے۔ چوتھے پیر توڑ کر بیٹھ جائے تاکہ ناجائز
جگہوں نہ جا سکے۔ پس اگر کسی میں یہ خصلتیں پائی جائیں تو بلاشبک اُس کو درویش تسلیم کرنا چاہیے ورنہ
ماشاء و کلامی جھوٹا ہے اور درویشی کی کسی چیز سے تعلق نہیں رکھتا۔

اسی گفتگو میں ارشاد ہوا کہ شیخ شہاب الدین سہروردی (قدس سرہ العزیز) اچالیس سال
بیم اپنی آنکھیں بند سے رہے۔ سبب پوچھا گیا تو کہنے لگے۔ اس لئے کہ لوگوں کے عیب نہ دیکھوں
اور اگر اتفاق سے دیکھ لوں تو چھپاؤں اور کسی سے نہ کہوں۔

اتنا بیان کر کے شیخ الاسلام مراقبہ میں چلے گئے اور بہت دیر تک اس حالت میں رہنے
کے بعد سر اٹھا کر دعا گو کی طرف مخاطب ہوئے اور فرمانے لگے: بابا نظام الدین جب
درویش ایسا ہو جائے تب وہ درویش ہے۔ پھر وہ جو کچھ کہے گا اور چاہے گا ہو جائے گا۔
اس وقت شیخ الاسلام کو رقت ہونے لگی۔ محمد شاہ نامی ایک حاضر باش آیا اور زمین بوس
ہوا۔ فرمایا بیٹھ جاؤ۔ وہ بیٹھ گیا۔ محمد شاہ بہت پریشان تھا۔ اس کے بھائی پر نزع کی حالت
طاری تھی حضرت شیخ الاسلام کو حالت معلوم ہو گئی۔ پوچھا متفکر کیوں ہو؟ عرض کیا بھائی کی
وجہ سے پریشان ہوں۔ آپ پر سب روشن ہے۔ فرمایا جاؤ تمہارا بھائی اچھا ہو گیا۔ محمد شاہ
گھر گیا اور دیکھا کہ بھائی کو صحت کئی ہو گئی اور وہ بیٹھا کھانا کھا رہا ہے اس طرح جیسے
کبھی بیمار تھا ہی نہیں۔

اسی جلسے میں ارشاد فرمایا کہ درویشی یہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاصل تھی کہ صبح سے دوپہر تک اور دوپہر سے شام تک جو کچھ آتا سب راہِ خدا میں صرف کر دیتے تھے۔ امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ اکثر اپنے خطبوں میں کہا کرتے تھے کہ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شام تک کسی چیز کو سینت کر رکھا ہو۔

اس کے بعد مولانا سید بدر الدین اسحاقیؒ نے پوچھا کہ یا حضرت! اسراف کسے کہتے ہیں؟ اور اس کی حد کیا ہے؟ شیخ الاسلام نے فرمایا کہ بے سوچے سمجھے اور خلافِ ضابطہ خدا جو کچھ خرچ ہو وہ سب اسراف ہے اور جو رضائے الہی کے موافق ہو وہ اسراف نہیں ہے۔ حضرت شیخ الاسلام اتنا کہنے پائے تھے کہ اذان ہوئی۔ حضرتؒ نے نماز پڑھی اور مراقبے میں مشغول ہو گئے۔ الْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَىٰ ذَٰلِكَ ۝

۱۶ شعبان روزِ پنجشنبہ ۱۲۵۵ھ

آج دولت پائے بوسیِ میسر آئی۔ شیخ بدر الدین غزنویؒ، شیخ جمال الدین ہانسویؒ مولانا شرف الدین نمبر، قاضی حمید الدین ناگوری (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) وغیرہ بھی حاضر تھے۔ ارشاد ہوا: امیر غریب، درویش مسکین، کوئی آئے اُسے خالی پیٹ مٹا دے۔ درویش نہ کچھ دے دو تاکہ وہ درویشِ صفت بن جائے۔ فرمایا کہ میرے پاس جو آتا ہے خواہ وہ امیر ہو یا غریب اور خواہ وہ کچھ لائے یا نہ لائے مجھے لازم ہو جاتا ہے کہ اُسے کچھ دوں۔ اس کے بعد شیخ الاسلام چشمِ پُر آب ہو گئے اور یہ حکایت فرمانے لگے کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں جو صحابہ طلبِ علم اور احکامِ شریعہ سیکھنے آیا کرتے تھے وہ بعد میں وہی باتیں دوسروں کو سنا دیا کرتے تھے تاکہ وہ بھی اُن

سے مستفید ہو جائیں۔ اس کے بعد شیخ الاسلام نے فرمایا کہ عمدۃ الابرار تاج الاتقیاء حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہ العزیز کا قاعدہ تھا کہ جس دن اُن کے لنگر خانے میں کوئی چیز نہ ہوتی تو شیخ بدر الدین غزنویؒ خادمِ خانقاہ سے کہہ دیا کرتے کہ پانی رکھ دو اور جو آئے اُسے ہی پیش کر دو تاکہ بخشش و عطاسے کوئی محروم نہ جائے۔ بعد ازاں اسی سلسلے میں فرمایا کہ جس زمانے میں میں بغداد کا سفر کر رہا تھا شیخ اجل سنجر رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہو گئی۔ بزرگ اور باہمیت شخص تھے۔ میں اُن کے جماعت خانے میں گیا اور سلام بجالایا۔ انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور میری طرف دیکھ کر بولے: ”اَوْ شُکْرَ عَالَمٍ خُوب لَئِیْ بِمِیْثُومٍ“ میں بیٹھ گیا۔ وہ میرے فوراً حکم پر بیٹھ جانے سے خوش ہوئے۔ میں انکی خدمت میں کئی دن تک رہا لیکن ایک دفعہ بھی نہ دیکھا کہ کوئی ان کی خانقاہ سے محروم کیا ہو۔ اگر کچھ نہ ہوتا تو سو کچھ چھپوارے ہی ہاتھ پر رکھ دیتے۔ اور دعا کرتے کہ خدا تعالیٰ تیرے رزق میں برکت دے تبہر کے لوگ کہا کرتے تھے کہ جس کو شیخ نے کھجور دی وہ عمر بھر کسی کا محتاج نہ ہوا۔

پھر اسی سلسلے میں ارشاد ہوا کہ حیب میں وہاں سے رخصت ہوا تو بغداد کے باہر ایک غار میں ایک درویش ملے۔ میں نے سلام کیا۔ انہوں نے جواب سلام دے کر کہا بیٹھ جاؤ۔ میں بیٹھ گیا۔ یہ درویش اس قدر کمزور اور لاغر تھے کہ بس ہڈی سے چمرا لگ رہا تھا۔ میں نے دل میں سوچا کہ اس جنگل میں انہیں کھانے کو کہاں سے ملتا ہو گا۔ اس خیال کا انا تھا کہ بزرگ موصوف نے سر اٹھایا اور بولے: ”اے فرید! آج چالیس سال گزر گئے کہ اس غار میں رہتا ہوں اور گھاس پات سے پیٹ بھرتا ہوں“ جب یہ حال دیکھا تو میں نے اپنا سر اُن کے قدموں پر رکھ دیا اور کچھ دن اُن کی صحبت میں گزارے۔

پھر میں روانہ ہو کر نجارا میں شیخ شرف الدین باختریؒ کے پاس پہنچا۔ یہ بڑے باغیچہ پر ہیبت بزرگ تھے۔ جب میں سامنے حاضر ہوا اور زمین بوسی کر چکا تو فرمایا ”بیٹھے جاؤ“ میں بیٹھ گیا۔ جتنی دفعہ میری طرف دیکھا۔ برابر ارشاد کرتے رہے کہ ”یہ شخص اپنے زمانے کے مشائخ میں ہوگا اور ایک عالم اس کا مرید و پیروینے گا۔“

اس وقت ایک کالامبل حضرتؒ کے کندھے پر پڑا ہوا تھا۔ اسے میری طرف بھینکا اور حکم کیا کہ اسے اوڑھ لو۔ میں نے تعمیل کی کئی دن حاضر خدمت رہا۔ مگر کبھی ایسا نہ ہوا کہ ہزار بلکہ اس سے زیادہ آدمیوں نے ان کے دسترخوان پر کھانا نہ کھایا ہو۔ کھانا ختم ہو چکنے کے بعد بھی اگر کوئی آتا تو خالی نہ جاتا۔ کچھ نہ کچھ ضرور پاتا۔

بالآخر میں حضرتؒ سے بھی رخصت ہوا۔ اور ایک مسجد میں شب باش ہوا۔ صبح نماز کو وہاں ایک صومعہ ہے۔ اس میں ایک درویش رہتے ہیں۔ وہاں پہنچا۔ وہ جلال دیکھا کہ اب تک کسی بزرگ میں نظر نہ آیا تھا۔ نگاہ آسمان کی طرف تھی اور عالم تفکر میں غاموش کھڑے تھے۔ تین چار دن کے بعد ہوش میں آئے۔ میں نے سلام کیا۔ جواب دیا اور فرمایا آپ کو میری وجہ سے تکلیف اٹھانا پڑی۔ بیٹھے۔ میں بیٹھ گیا۔ ارشاد ہوا کہ ”میں شمس العارفین کا نواسہ ہوں۔ آج تیس سال ہوئے کہ اس صومعے میں متکف ہوں، لیکن اے فرید! اتنے طویل زمانے میں مجھے سوائے حیرت اور دہشت کے کچھ حاصل نہیں ہوا۔ سمجھتے ہو اس کی وجہ کیا ہے؟“ دعا گو نے گردن جھکائی تاکہ وہی کچھ ارشاد فرمائیں۔ ارشاد ہوا کہ یہ صراط مستقیم در راہ راست ہے۔ جس نے اس میں سچائی سے قدم رکھا وہ تو پار ہو گیا مگر جو ذرا اختلاف مرضی دوست چلا وہ جلا دیا گیا۔ اس کے بعد اپنا حال بیان کیا کہ ”اے فرید! جس دن سے مجھے درمولے میں باریابی ہوئی ہے۔ ستر ہزار حجاب دیر سے اور ان

کے درمیان آتھے۔ فرمان ہوا کہ اندر آؤ۔ پہلا حجاب ہٹا تو مقربان درگاہ دکھائی دیے کہ نگاہ اوپر کئے اپنی اپنی شان میں کھڑے ہیں (ایسی شان ہیں کہ جسے سوائے غلے عزوجل کے کوئی نہیں سمجھ سکتا تھا) اور زبان حال سے کہہ رہے ہیں کہ خدایا تیرے دیدار کا اشتیاق ہے۔ اسی طرح تمام حجابات کو طے کیا۔ ہر جگہ نئے آثار اور نئی شاخیں دیکھیں۔ جب پردہ خاص کے قریب پہنچا تو آواز آئی کہ اے فلاں! اس میں صرف وہی آسکتا ہے جو دنیا اور تمام موجودات دنیا بلکہ اپنی ذات سے بھی بیگانہ ہو جائے۔ میں نے عرض کی۔ میں سب کو چھوڑ چکا۔ جواب ملا سب کو چھوڑ چکے تو بس ہمارے ہو گئے۔ آنکھ جو کھولی تو اسی صومعہ میں تھا۔ تو اے فرید اس راستے میں اگر سب کو چھوڑے تو حق کا لیگانہ بنے۔

اس کے بعد شیخ الاسلام نے فرمایا کہ رات آگئی۔ شام کی نماز انہی بزرگ کے ساتھ پڑھی۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد دیکھا کہ دو پیالے آتش جو کے اور چار روٹیاں غریب سے ان کے سامنے آگئیں۔ مجھے اشارہ کیا کہ اندر آؤ۔ میں گیا اور کھانے کیلئے بیٹھ گیا۔ جو لطف ان روٹیوں اور آتش کے پیالوں میں آیا آج تک کسی کھانے میں نصیب نہیں ہوا۔ خیرات بھی وہیں بسر کی۔ صبح جواٹھا تو ان بزرگ کا پتہ نہ تھا۔ چلا آیا اور ملتان پہنچا۔ اپنے بھائی بہاؤ الدین زکریا سے ملا اور مصافحہ کیا۔ وہ پوچھنے لگے کہو کہاں تک پہنچے؟ کیا حاصل کیا؟ میں نے کہا کہ اس کسی کو جس پر تم بیٹھے ہو کہوں تو ہوا میں اڑنے لگے ابھی یہ حمد زبان سے نہ نکلا تھا کہ کرسی معلق ہو گئی۔ بہاؤ الدین زکریا نے کرسی پر ہاتھ مارا اور نیچے اتر آئے اور فرمانے لگے مولانا فرید تم تو خوب ہو گئے۔ یہاں سے دہلی گیا اور شیخ الاسلام قطب الدین بخت یاراوشیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور جو بات کہیں نہ دیکھی تھی وہ یہاں پائی۔ خود کو ان کے دامن دولت سے وابستہ کر دیا اور بیعت کی نعمت سے مشرف ہوا۔

تین دن تک میرے پیر مجھے نعمت پر نعمت بخشے رہے۔ اس کے بعد فرمانے لگے کہ مولانا فرید نے اپنا کام پورا کر لیا۔ پھر میرے قریب آئے اور کلام ختم کرتے ہی نعرہ مار کر بے ہوش ہو گئے اور گر پڑے۔ ایک ثابانہ روز اسی حالت میں رہے۔ جب ہوش آیا تو دعا گو سے مخاطب ہوئے اور فرمانے لگے۔ مردانِ خدا ایسے ایسے مرحلے طے کر کے اس مقام کو پہنچتے ہیں۔ یہ سعادت رب لوگوں کو حاصل ہو سکتی ہے۔ خدا کا فیض عام ہے۔ لیکن مرد ہونا چاہیے جو منزل پر پہنچنے کی کوشش کرتا رہے۔ اس کے بعد ارشاد ہوا اے بھائی اس راہ میں جب تک صدق سے قدم نہ رکھے اور دل نہ جلے حاشا دکلا بھی مقامِ قرب تک نہیں پہنچ سکتا۔ اُس وقت یہ اشعار زبانِ مبارک پر آئے۔

تو راہ زلفت ازاں نمودند وزنہ کہ زداں در گبروں کشوند
جاں در رہ دلباست اگر میخواستی تو نیز چنان بشو کہ ایشان بودند

اور پھر کھڑے ہو گئے۔ نماز کا وقت قریب تھا۔ عالمِ تحیر میں مشغول ہو گئے۔ یہ دعا گو اور تمام لوگ اٹھ کھڑے ہوئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِكَ

۲۰۔ شعبانِ دو شنبہ ۱۲۵۵ھ

دولت پائے بوسی حاصل ہوئی۔ مولانا صاحب الدین پیر قاضی حمید الدین ناگوری ناگور سے آئے ہوئے تھے اور مولانا شمس الدین برہان بھی حاضر خدمت تھے۔ گفتگو دنیا کے بارے میں ہو رہی تھی۔ حضرت نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ حُبِّ الدُّنْيَا دَأْسُ كُلِّ خَطِيئَةٍ یعنی دنیا کی محبت تمام خطاؤں کی جڑ ہے۔ پھر ارشاد ہوا۔

قال اهل المعرفة من ترك الدنيا ملك ومن اخذها هلك۔ اہل معرفت

نے کہا ہے جس نے دنیا کو چھوڑ دیا وہ اس پر حاوی ہو گیا۔ اور جس نے اسے اختیار کر لیا وہ مارا گیا۔

شیخ عبد اللہ تترئی کہتے ہیں کہ مولانا اور بندے کے دُیَانِ دُنْیَا سے بڑھ کر کوئی حجاب نہیں۔ جس قدر انسان دنیا میں مشغول ہوتا ہے اُسی قدر حق سے دُور رہتا ہے۔ اگر انسان چاہے کہ پشت کا حال معلوم کرنے لگے تو سامنے پردہ ڈال لے۔ غرضیکہ ہر وقت دنیا میں مہمک رہنا ٹھیک نہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ میں نے شیخ الاسلام قطب الدین بخت یار لکھی اوشی قدس سرہ اللہ العزیز سے سنا ہے وہ اپنے استاد کے حوالے سے روایت فرماتے تھے کہ جب تک بندہ بذریعہ متعل محبت اپنے آئینہ قلب کو زنگار دنیا سے پاک اور صاف نہیں کرتا اور ذکرِ حقِ تعالیٰ سے دل نہیں لگاتا اور غیر کو درمیان سے نہیں ہٹاتا اُس وقت تک اللہ تعالیٰ کو ہرگز نہیں پاتا۔

اس کے بعد ارشاد ہوا کہ تحفۃ العارفین میں خواجہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اصل صلاحیت دل سے ہے۔ جب دل راستی پر آگیا تو انسان خود بخود درست ہو جاتا ہے۔ پھر فرمایا کہ دل کے لیے بھی زندگی اور موت ہے اور دونوں کی علیحدہ علیحدہ صورت ہے۔ کلام اللہ میں ہے۔ اَوَمِنْ كَانَ مَيْتًا۔ یعنی دنیا میں زیادہ مشغول رہنے سے دل مرجاتا ہے۔ فَاَحْيَاہُ بِذِكْرِ السُّلُوٰی پس زندہ کرتے ہیں اُسے ذکرِ مولیٰ سے۔

پھر فرمایا کہ انسان جب دنیا کی لذتوں اور خواہشوں اور کھانے پینے میں مشغول ہو جاتا ہے تو غفلت اور خرابی اس پر اثر کرتی ہے اور ہوا و حرص اس پر غالب آجاتی ہے۔ غیر اللہ کا فکر و اندیشہ بکے دل کو سیاہ کر دیتا ہے اور جب دل سیاہ ہو گیا تو اس کی موت ہے۔ جس طرح وہ زمین جس میں خش و غناشاک کی زیادتی ہو اور جو بیج کو قبول نہ کرے مردہ کہلاتی

ہے۔ اسی طرح وہ دل جس سے خدا کا ذکر نکل گیا ہوا جس پر دیو اور پری نے غلبہ پایا ہو۔ اس انقلاب کے سبب مردہ کہلاتا ہے۔ برخلاف اس کے جب تعلیق دنیا دل سے جاتا رہتا ہے اور ہوائے نفس نابود ہو جاتی ہے اور بندہ ذکر و شغل کرتا ہے تو دل زندہ ہو جاتا ہے۔

اس کے بعد فرمایا عمدہ میں حضرت جنید بغدادیؒ نے بھی لکھا ہے کہ اصل اس راہ میں صلاحیت قلب ہے اور یہ صلاحیت اُس وقت پیدا ہوتی ہے جب انسان مذکورہ دنیا، جیسے غل و غش، حسد و کبر، حرص و بخل وغیرہ چھوڑ دیتا ہے۔ ان سے بچنا دل کی طہارت کیلئے ضروری ہے درویشوں کے یہی کام ہیں اور جو ہر درویشی انہی باتوں سے ظاہر ہوتا ہے۔

اس کے بعد شیخ الاسلام حشمت پُر آب ہو گئے اور فرمانے لگے جو درویش دنیا میں مصروف رہتا ہوا ورجاہ و رفعت کا طلب گار ہو سمجھ لو کہ وہ درویش نہیں بلکہ طریقت کا مرتد ہے۔ کیونکہ تقرباً ہی اس چیز کا ہے کہ دنیا سے اعراض کیا جائے۔

پھر اسی ضمن میں فرمایا کہ ایک دفعہ میں بغداد میں خواجہ اجل بخاریؒ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ وہاں اُس وقت درویشوں کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ خواجہ اجل بخاریؒ نے فرمایا عمدہ میں خواجہ جنیدؒ تحریر کرتے ہیں کہ مذہب فقر میں درویش کے لئے یہ حرام ہے کہ وہ اہل دنیا سے میل جول رکھے یا بادشاہوں اور سلطانوں کے ہاں آئے جائے۔

ارشاد ہوا کہ خدا تعالیٰ میں لکھا ہے کہ ایک مرتب بادشاہ عراق نے جو تین سال سے کسی فقیہ مرض میں مبتلا تھا۔ خواجہ شہاب تتریؒ کو استغانت کے لئے طلب کیا۔ وہ تشریف لے گئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کی پاک دُعا سے اسے شفا دیدی، مگر اس ایک ماحول کے بدلے جو بادشاہ کی صحبت میں گزری تھی وہ سات سال تک خلعت سے عزت گزین

رہے۔ پھر ارشاد کیا کہ مشائخ طریقت نے اس باب میں فرمایا ہے۔ صَحْبَةُ الْأَعْيَانِ لِقَتَرَاءِ سَمِّ قَاتِلٍ امیروں کی ہم نشینی فقیروں کے لئے زہر قاتل ہے پس حاصل اس گفتگو کا یہ ہے کہ جس قدر تو نیک لوگوں سے بچو گے۔ اُسی قدر خدا سے نزدیکی ہوتی جائیگی۔ چونکہ محبت دنیا اُمرا و لوگوں کے دلوں میں استوار ہوتی ہے۔ اس لئے اُن کی صحبت سے نقصان پہنچتا ہے۔ تقرب اور طریقت یہ ہے کہ درویش کے دل میں دنیا اور اہل دنیا کی دوستی کا ذرہ بھر اثر نہ ہو۔ فقیر کے نزدیک تمام خلق اللہ برابر دیکھا جاتا ہے۔

یہ کہہ کر شیخ الاسلام نے دعا گو سے خطاب فرمایا کہ ”اصل چیز اس راہ میں حضورؐ کی قرب ہے اور یہ حاصل نہیں ہوتی جب تک لقمہ حرام سے پرہیز اور اہل دنیا سے احتساب نہ کیا جائے۔ مشائخ نے کہا ہے کہ اگر کوئی لقمہ حرام اور مجلس ملوک و اہل دنیا سے پرہیز نہ کرے تو اُس کو کلیم پہنانے کی اجازت نہیں کیونکہ یہ انبیاء (صلوات اللہ علیہم اجمعین) کا لباس رہا ہے اور تمام ابدال و اوتاد و زما د نے اس کو اوڑھا ہے۔ کلیم کی قدر حضرت موسیٰ کلیم اللہ جانتے ہیں۔ آدم صلی اللہ علیہ وسلم جانتے ہیں۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ جانتے ہیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جانتے ہیں۔

پھر فرمایا شیخ الاسلام قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہ العزیز کا بیان ہے کہ میں خواجہ مودود حسینی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں دس سال تک حاضر رہا۔ میں نے کبھی نہ دیکھا کہ حضورؐ کسی بادشاہ یا امیر کے گھر گئے ہوں حضرت ہی کا قول ہے کہ جو درویش کسی بادشاہ یا امیر کے در پر چلا جائے اُس سے کلیم اور تمام اسباب درویشی چھین لینا چاہیے اور کہہ دینا چاہیے کہ درویش کا نام لینا موقوف کرے۔ اگر نہ مانے تو اس کے بائبرؒ کلیم کو اگل میں جلادو۔ کیونکہ جو فقیر اہل دنیا میں جاتا اور اُن میں مل جل کر بیٹھتا ہے وہ درویش

نہیں۔ مدعی کذاب ہے۔

میں نے بعض اہل طریقت کو دیکھا ہے کہ جب انہیں کوئی حاجت یا مصیبت پیش آتی تو انہوں نے کلیم کو آواز کر علیحدہ رکھ دیا۔ اس کے بعد گلے میں زنجیر ڈال کر حق تعالیٰ سے مناجات شروع کی بہم ملے ہو گئی۔“

پھر شیخ الاسلام نے مجھ کو مخاطب کیا اور فرمایا ”جو بالوں کا جامہ پہنے اُسے چرپ شہر میں کھانا نہ کھانا چاہیے اور نہ اہل دنیا میں غلط ملط ہونا چاہیے۔ اگر کوئی ایسا نہیں کرتا وہ اولیاء کے لباس کا فائن ہے۔“

اس کے بعد ارشاد فرمایا ”میں نے آثار العارفین میں دیکھا ہے کہ خواجہ ذوالنون مصریؒ کا کوئی درویش مرید بادشاہ کے ہاں بہت آمد و رفت رکھتا تھا۔ خواجہ صاحب نے اسے بلوایا اور اُس سے لباس فقرے کو آگ میں ڈال دیا اور بہت غضبناک ہو کر فرمایا۔ اولیاء انبیاء کے لباس کو خیشوں میں دکھانا پھرتا ہے اور پھر ارادہ ہے کہ اسی سے خدا کے سامنے جائے۔“

پھر فرمایا ”کہتے ہیں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ تین کپڑے پہنا کرتے تھے جب نماز کا وقت آتا تو اوپر کا اور نیچے کا لباس اتار دیتے اور بیچ کے کپڑوں سے عبادت الہی ادا کرتے کسی نے سبب پوچھا۔ فرمایا ”اوپر کے پیراہن میں غفلت کی نظر پڑنے کے سبب یا درم کا شائبہ پیدا ہو گیا ہے اور اندر کے لباس میں حرص و حسد اور غل و غش کی بو آتی ہے بیچ کے کپڑے ان دونوں باتوں سے پاک ہیں۔ اس لئے انہی سے نماز پڑھنی پسند کرتا ہوں۔“

اس کے بعد شیخ العالم چشم پُر آب ہو گئے اور بے تقدہ میں کاہر حال تھا۔ جیسی تو وہ منزل مقصود تک پہنچتے تھے۔ نماز کا وقت آ گیا تھا شیخ اس میں مشغول ہو گئے اور سب اٹھ

کھڑے ہوئے۔ الحمد للہ علی ذلک۔

اسی ماہ اور اسی سن کی ۲۷ تاریخ کو پھر سعادت پائے بوسی نصیب ہوئی۔ شیخ جمال الدین متوکل۔ شمس دبیر۔ شیخ نجم الدین اور کئی عزیز حاضر تھے۔

شب معراج اور اس کی فضیلت پر بحث چھڑی۔ حضرتؒ نے فرمایا: ”راتوں میں سب سے افضل رات ۲۷ رجب کی ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معراج پر پہنچے۔ جو شخص اس شب کو بیدار رہے سب اس کے لیے بھی وہ شب معراج ہے اسے بھی سعادت معراج حاصل ہو گئی اور اس کا ثواب اُس کے اَمْرِ اعمال میں لکھا گیا۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ ”ایک دفعہ میں نے بغداد کا سفر کیا۔ جب شہر میں پہنچا تو میں نے ہر شخص سے وہاں کے بزرگوں اور اُن کے ٹھکانوں کا پتہ پوچھنا شروع کیا۔ آخر ایک درویش کا پتہ لگا کر وہ دہلے کے کنارے رہتے ہیں۔ میں اُن کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہ اُس وقت نماز پڑھ رہے تھے میں وہاں ٹھہر گیا اور اُن کی فراغت کا انتظار کرنے لگا جب وہ فارغ ہوئے تو میں نے آداب عرض کیا۔ اشارہ فرمایا کہ بیٹھ جاؤ۔ میں بیٹھ گیا۔ ایسا باعظمت باہمیت چہرہ تھا کہ کبھی دیکھنے میں نہیں آیا۔ چودھویں رات کے چاند کی طرح تاباں درایت فرمایا کہاں سے آتے ہو؟ عرض کی اجداد میں سے فرمایا۔ خود درویش کے پاس ارادت سے آئے گا وہ کبھی نہ کبھی بزرگ ہو گا۔ یہ جملہ سن کر میں نے سر جھکا لیا۔ فرمانے لگے: مولانا فیرا میں پچاس سال سے اس منار میں مقیم ہوں۔ خار و خشاک غذا ہے اور بندہ خواجہ جنید بغدادیؒ کی اولاد سے ہے کل ماہ رجب کی ۲۷ تاریخ تھی اگر سنو تو اس بات کی کیفیت بیان کروں میں نے نہایت ادب عرض کی ”فرمائیے“ کہاتیس سال گزر گئے۔ میں نہیں جانتا کہ رات کہاں آتی ہے میرا پہلو زمین سے نہیں لگا؛ لیکن کل شب مصلے پر لیٹ کر سو گیا۔ خواب میں دیکھا کہ ستر ہزار مقرب

فرشتے زمین پر آئے اور میری رُوح کو اوپر لے گئے۔ جب آسمان اول پر پہنچا تو دیکھا کہ فرشتے کھڑے ہیں اور ایک طرف نگاہ جمائے یہ پڑھ رہے ہیں: "سُبْحَانَ ذِي الْمَلَكُوتِ وَالْمَلَكُوتِ" ندا آئی کہ جس دن سے یہ پیدا ہوئے ان کی یہی تیسیم ہے۔ بعد ازاں میری رُوح آگے بڑھائی گئی اور آسمان دوم پر پہنچی۔ پھر تیسرے پڑھ رہے تھے پھر چوتھے پڑھ رہے تھے۔ میں جہاں گیا خدا نے تعالیٰ عزوجل کی قدرت کے عجیب عجیب تماشے دیکھے کہ تعریف نہیں ہو سکتی۔ جب عرش سامنے آیا تو حکم ہوا میں بٹھ جاؤ۔ جملہ اولیاء انبیاء حاضر تھے اپنے جدا جدا حضرت جنیدؒ کو دیکھا کہ سر جھکائے بالکل خاموش کھڑے ہیں۔ آواز آئی "اے فلاں" میں نے کہا "بیک لے بار خدایا" فرمایا شاباش تو نے عبادت کا حق خوب ادا کیا۔ اب تیری محنت کا صلہ یہ ہے کہ تجھے ملتین میں جگہ دی جاتی ہے۔ میں بے حد خوش ہوا اور سجدے میں گر پڑا۔ ارشاد ہوا "سراٹھاؤ" میں نے سر اٹھایا اور عرض کیا "کچھ آگے بڑھ سکتا ہوں؟" جواب ملا "بس بھی تمہاری معراج یہیں تک تھی۔ اگر اپنے کام میں اور ترقی کرو گے تو یہاں بھی تمہارا درجہ بڑھ جائے گا۔ تم سے جو کامل تر ہیں ان کی حجابِ عظمت تک رسائی ہے" یہ سن کر میں نے خواجہ جنیدؒ کی طرف رخ کیا اور اپنے سر کو ان کے قدموں پر رکھ دیا۔ دیکھتا کیا ہوں وہ خود سر بسجود ہیں۔ میں نے پوچھا کہ "اے جَدِّم یہ کیا ماجرا ہے؟" کہا "جب تجھے یہاں بلایا گیا تو میں اس فکر میں پڑ گیا کہ کہیں کچھ میرے خلاف تو عمل میں نہیں آنے والا۔ مجھے گمان تھا کہ تجھ سے کوئی تفسیر ہوتی ہے۔ اور میں اُس کے سبب شرمندہ کیا جاؤں گا کہ جنیدؒ کی اولاد نے ایسا کیا"

اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔ پس اے فرید! جو شخص خدا کا کام کرتا ہے خدا اُس کے کام بنا دیتا ہے۔ اس لئے چاہیے کہ انسان اپنے فرائض کی ادائیگی میں ہمت

سے بڑھ کر منہمک ہوا اور فرمایا جو شخص شب زندہ دار ہے اُسے یہ سعادت حاصل ہو سکتی ہے۔

یہ دُعا گو کچھ دن تک ان بزرگ کی خدمت میں رہا۔ وہ نمازِ عشاء کے بعد نوافل پڑھتے تھے اور ایسے پاؤں باندھ کر کھڑے ہوتے کہ صبح ہو جاتی۔

اس کے بعد شیخ الاسلام نے فرمایا کہ اس شب میں سو رکعتیں آئی ہیں۔ ہر رکعت میں الحمد کے بعد سورہ اخلاص پانچ بار اور اختتام نماز پر سو دفعہ درود شریف۔ اب جو دُعا مانگی جائے گی قبول ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ!

پھر ارشاد ہوا کہ میں نے شیخ نعیم الدین بنجریؒ سے سنا ہے فرماتے تھے کہ یہ شبِ شب رحمت ہے۔ جو اس میں جاگتا ہے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے محروم نہیں رہتا۔ بعد ازاں کہا "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اس رات ستر ہزار فرشتے آسمان سے نور سے بھرے ہوئے لمباق لیکر زمین پر آتے ہیں اور گھر گھر جا کر جو بیدار ہوتا ہے اس پر انہیں ڈال دیتے ہیں۔ شیخ الاسلام یہ بات کہہ کر چشم پُر آب ہو گئے اور فرمانے لگے کہ نہ معلوم لوگ کیوں ان نعمتوں کو حاصل نہیں کرتے اور خدا کی عبادت سے غافل رہتے ہیں یہ گفتگو جاری تھی کہ شیخ بدر الدین غزنویؒ چھ درویشوں کو ساتھ لے ہوئے آئے اور اظہارِ آداب کرنے لگے۔ حضرت شیخ الاسلامؒ نے فرمایا بیٹھ جاؤ۔

سماع کی بحث

اب سماع پر بحث چھڑ گئی۔ سب چپ تھے۔ شیخ جمال الدین ہانوسیؒ نے فرمایا: "سماع دلوں کے لئے موجبِ احت ہے۔ اس سے اہل محبت کو جو دریائے آشنائی میں

تیرتے رہتے ہیں۔ جنبش و حرکت ہوتی ہے۔ شیخ الاسلام نے جواب دیا " بیشک عاشقوں کی رسم یہی ہے کہ جب محبوب کا نام سُنتے ہیں ' مرہ لیتے ہیں " اس پر شیخ بدرالدین غزنویؒ نے عرض کی کہ " حضرت! سماع والوں پر بے ہوشی کیوں رہی ہو جاتی ہے؟ " شیخ الاسلام نے فرمایا " جس دن سے وہ نائے اَکْثَرُ بِرَبِّ کُتْمُ سُن کر بے ہوش ہوئے ہیں مُرور و بے ہوشی اُن کے خیر میں ڈال دی گئی ہے۔ اس لئے آج بھی جب اُن کے کان میں کوئی اچھی آواز آتی ہے وہ مست ہو جاتے ہیں "۔

شمس دبیرؒ نے سجدہ تعظیم بالا کر پوچھا "خود نائے اَکْثَرُ بِرَبِّ کُتْمُ کے وقت تمام روئیں ایک جگہ تھیں یا علیحدہ علیحدہ؟ فرمایا " سب ایک جگہ تھیں " سوال ہوا " پھر یہ ہندو، یہودی، آتش پرست وغیرہ کیسے بن گئے؟ " شیخ الاسلامؒ نے ارشاد کیا: " امام غزالیؒ لکھتے ہیں کہ جب حضرت حق نے نائے اَکْثَرُ بِرَبِّ کُتْمُ بلند کی تو تمام روئیں برابر برابر تھیں، لیکن اس کے سنتے ہی چار صنفیں ہو گئیں۔ پہلی صنف نے دل و زبان دونوں سے کہا " بَلٰی، یعنی بے شک تو ہمارا پروردگار ہے اور فوراً سجدے میں گر پڑی۔ اس میں انبیاء اولیاء صلیقین اور صالحین تھے۔

دوسری صنف نے دل سے تسلیم کیا، مگر زبان سے نہ کہا۔ البتہ سجدہ اس نے بھی کیا۔ یہ وہ ہیں جن کی پیدائش کفار میں ہوئی، مگر خاتمہ ایمان و اسلام کے ساتھ ہوا تیسرے گروہ نے زبان سے کہا۔ مگر ان کے دل کو قبول نہ ہوا۔ سجدہ تو وہ کر گئے مگر پھر پھپھتائے کہ یہ کیا جہالت کی۔ یہ مسلمان پیدا ہوئے اور کافر مرے۔ عیاذ اللہ مِنْمَا۔

چوتھی صنف نے نہ دل سے کہا اور نہ زبان سے اور سجدے میں بھی شریک نہیں ہوئے یہ اول و آخر شرف اقرار سے محروم ہے۔

جب شیخ الاسلام یہاں تک بیان کر چکے تو پھر پہلی بحث شروع ہوئی۔ فرمایا کہ سماع میں جو لوگ بے ہوش ہو جایا کرتے ہیں یہ وہی ہیں جو نائے اَکْثَرُ بِرَبِّ کُتْمُ سُن کر بے ہوش ہو گئے تھے۔ وہی چیز ان میں اب تک موجود ہے جب دوست کا نام سنتے ہیں تو حیرت اور ذوق اور بے ہوشی کا ظہور ہونے لگتا ہے اور یہ سب معرفت کی باتیں ہیں۔ یعنی جب تک دوست کی شناخت نہ ہو جائے۔ خواہ ہزار سال عبادت کرتا رہے اُس میں لطف نہیں آئے گا۔ کیونکہ اُسے معلوم ہی نہیں کہ میں طاعت کس کی کر رہا ہوں اور طاعت کا مقصد یہی ہے کہ جو اہل سلوک و اہل عشق کہہ گئے ہیں۔ کلام مجید میں ہے۔ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ۔ اس کے معنی امام زادہ لکھتے ہیں کہ " نہیں پیدا کیا جن و انس کو، مگر اس واسطے کہ وہ بندگی کریں "۔ اہل سلوک کا قول ہے کہ لِيَعْبُدُونِ اور لِيَعْرِفُونِ یعنی عبادت کرنے کے لئے یا معرفت کے لیے کیونکہ جب تک معرفت نہ ہوگی لطفِ عبادت کیا ملے گا۔ عشقِ مجازی میں دیکھ لو جب تک کوئی کسی کو دیکھتا نہیں عاشق نہیں ہوتا اور عاشق ہونے کے بعد محبوب کے متعلقین کی مدد کے بغیر محبوب تک سائی نہیں ہوتی۔ اسی طرح حقیقت اور طریقت کا حال ہے کہ جب تک خدائے عز و جل کو نہیں پہچانتا اور اس کے اولیاء سے دوستی نہیں کرتا یعنی اپنے آپ کو اُن کے پتے سے نہیں بانڈھ دیتا طاعت و عبادت میں کیفیت نہیں پاتا۔

اس کے بعد شیخ الاسلام ذکر اللہ بالخیرؒ نے فرمایا نائے اَکْثَرُ بِرَبِّ کُتْمُ سے مراد یہی شناختِ دوست ہے۔ یکایک محمد شاہ نامی حضرت اودھ کرانیؒ کے سامنے گانے والا ایک قوال بھی اپنی ٹولی کے ساتھ آگیا۔ شیخ جمال الدین ہانسویؒ اور شیخ بدرالدین غزنویؒ حاضر تھے حضرت نے قوالوں سے فرمایا کچھ سُناؤ۔ انہوں نے گانا شروع کیا، شیخ الاسلامؒ

کھڑے ہو گئے اور رقص کرنے لگے۔ ایک دن رات یہی حالت طاری رہی۔ نماز کے وقت نماز پڑھ لیتے اور پھر سماع میں آجاتے۔ عزل بچتی۔

لامت کردن اندر عاشقی است لامت کے کنداں کس کہ میناست
نہ ہر تر دلنے را عشق زبید نشان عاشقی از دور پیداست
نظامی تا توانی پارس باش کہ نور پارسائی شمع دہاست
ہوشیار ہوئے تو سلوک پر گفتگو چھڑ گئی۔ فرمایا اہل سماع وہ لوگ ہیں جن پر حالت تحیر و استعراق میں اگر سو ہزار تواریں چلائی جائیں تو بھی انہیں مطلقاً خبر نہ ہو جس وقت انسان دوست کی محبت میں محو ہوتا ہے اُسے دنیا و مافیہا کی خبر نہیں ہوتی۔ کوئی آئے کوئی جاتے وہ نہیں جانتا کہ کیا ہوا۔

اس کے بعد چند درویشوں نے حضرت کی خدمت میں عرض کی کہ ہم مسافر ہیں وطن جانا چاہتے ہیں، مگر عرض نہیں ہے شیخ الاسلام کے سامنے کچھ خستہ کھجوریں رکھی تھیں۔ وہی اٹھا کر درویشوں کو دیدیں اور کہا جاؤ۔ جب درویش باہر آئے۔ انہوں نے آپس میں کہنا شروع کیا کہ ان خستہ کھجوروں کو کیا کریں۔ لاویہ میں پھینک چلیں۔ پھر جو دیکھا تو وہ کھجوریں نہیں تھیں اشرفیال تھیں۔ مؤذن نے اذان دی۔ خواجہ نماز میں مشغول ہوئے اور میں سب کے ساتھ رخصت ہو کر چلا آیا۔

۹ شعبان ۶۵۵ھ روزِ پنجشنبہ

دولتِ قدم بوسی حاصل ہوئی۔ شیخ جمال الدین ہنسوی حاضر خدمت تھے اور بال کرتے پر بحث ہو رہی تھی۔ ارشاد ہوا میں نے سید العارفین میں پڑھا ہے کہ جب

کوئی مسلمان چاہے کہ کسی پیر کا مرید ہو تو اول غسل کرے اور اگر ہو سکے تو رات بھر جاگے اور اپنی بھلائی کے لیے حضرت ختمی میں ملتی ہے۔ اگر یہ ممکن نہ ہو تو خیر جمہرات کے دن پاشت کے وقت یا دو شبے کو۔ سب دوستوں اور عزیزوں کو جمع کر کے پیر کے پاس جاتے۔ پھر پیر قبلہ رو ہو کر بیٹھے۔ اور دو رکعت استغفار پڑھے۔ اس کے بعد مرید کو سامنے بٹھا کر آیاتِ متبرکہ پڑھے اور اس پر پھونکے اور مرید سے استغفار کراتے اور مستقبل قبلہ بٹھا کر قنچی ہاتھ میں لے اور تین مرتبہ باوازِ کبیر کہے۔

قنچی چلانے کے متعلق تشاخص میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ کبیر پڑھتے وقت نفسِ امارہ کی طرف متوجہ

رسمِ مقررہ انی

ہوا اور سمجھے کہ آج اس سے جنگ کرنی ہے۔ بالکل وہی حالت ہو جیسی ایک غازی لشکرِ اسلام کی لڑائی کے وقت ہونی چاہیے۔ کبیر بالآخر سے مدد کے لیے فرشتے اتر آتے ہیں (پھر لا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ پڑھے اور کوئی وسوسہ نہ آئے۔ تیسری کبیر سے فارغ ہو کر ایک بار کلمہ توحید اور میں دفعہ درود شریف اور ایک دفعہ استغفار پڑھے۔ جب سب کچھ ہو چکے تو ایک بال مرید کی پیشانی سے لے لے اور کہے "بادشاہوں کے بادشاہ اتیری درگاہ سے بھاگا ہوا غلام پھر تیرے حضور میں آیا ہے اور چاہتا ہے کہ تیری عبادت کرے اور جو کچھ ماسوا ہے اُس سے بیگانہ ہو جائے۔ اس کے بعد ایک بال پیشانی کی دائیں طرف سے اور ایک بائیں طرف سے کرتے۔"

دوسرا گروہ کہتا ہے کہ صرف ایک بال پیشانی سے لے لے زیادہ کی ضرورت نہیں۔ حسن بصری امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک ہی بال لینا بہتر ہے۔ حضرت علی اہل صفہ کے خلیفہ ہیں اور یہ حدیث اُن کی شان میں آئی ہے۔ اَنَا

مَدِينَةُ الْعِلْمِ وَعَلَى بَابِهَا - اس کے بعد دعا گو نے عرض کی کہ حضور یہ قینچی چلانے کی رسم کہاں سے پیدا ہوئی؟ فرمایا مہتر ابراہیم علیہ السلام سے (صلوات اللہ علیہ وعلیٰ نبتہا) اور انہیں تلقین کیا تھا جبریل علیہ السلام نے۔ پھر اسی کے متعلق ارشاد فرمایا۔ ایک دن حبیب عجمی اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہما دونوں بیٹھے ہوئے تھے، کوئی شخص آیا اور بولا کہ میں فلاں فلاں کامرید ہوں۔ آپ نے پوچھا۔ تنہا رہے پیر نے نہیں کیا تعلیم دی ہے؟ اُس نے کہا میرے پیر نے بال تو کرتے تھے باقی تعلیم وغیرہ کچھ نہیں دی۔ دونوں بزرگوں نے چلا کر کہا ”هُوَ مُغْبِلٌ وَصَالٌ“ یعنی وہ خود بھی گمراہ ہے اور اوروں کو بھی گمراہ کرتا ہے۔ اس واقعے سے معلوم ہوا کہ پیر کو چاہیے کہ مرید کرنے سے پہلے مرید کو جانچ لے۔ اس کے بعد شیخ الاسلام نے تمام حاضرین سے خطاب کیا کہ شیخ ایسا ہونا چاہیے کہ جب کوئی اُس کے پاس بہ نیت ارادت آئے تو فوراً معرفت کی نظر سے ارادت مند کے سینے کو صیقل کر دے تاکہ اس میں کسی قسم کی کدورت باقی نہ رہے اور مانند آئینے کے روشن ہو جائے۔ اگر یہ قوت نہیں ہے تو مرید نہ کرے۔ کیونکہ اس سے بچا رہے گمراہ کو کیا حاصل ہوگا۔

نفسِ آمارہ، توامہ اور مطمئنہ

ارشاد ہوا جب کسی پیر یا صاحبِ دلایت کی مریدی کی خواہش کرے تو چاہیے کہ پہلے اُس کے نفسِ ثلاثہ کی حرکات و سکنات پر غور کرے اور دیکھے کہ کہیں وہ پوشیدہ طور پر نفسِ آمارہ کے قیضے میں تو نہیں ہے۔ کیونکہ قرآن حکیم میں ہے۔ وَمَا أَمَرْتُ نَفْسِي إِلَّا النَّفْسَ لَا مَارَةً بِالسُّوءِ الخ۔ پھر نفسِ توامہ پر توجہ کرے کہ کہیں اس میں تو مبتلا نہیں۔ قرآن حکیم میں ہے۔ وَلَا أَقْنِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوْامَةَ اس کے بعد نفسِ مطمئنہ پر نظر

ڈالے؛ قَالَ اللَّهُ فَعَالَى يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَرْضِيَّةً پھر قلب کو دیکھے کہ وہ بھی سلیم ہے یا نہیں۔ ان سب مرحلوں سے فارغ ہو کر اپنے ضمیر کو روشن کرے اور ہاتھ دیدے۔

اگر کوئی شخص سنتِ اہل سلوک کے مطابق مقراض رانی اور مقراض گیری نہیں جانتا وہ گمراہ ہے اور اُس غریب کو بھی ضلالت میں ڈالنا ہے جو اس کامرید ہوتا ہے۔ یہ جملہ کہہ کر شیخ الاسلام چٹم پڑا آب ہو گئے اور فرمانے لگے جس دن بشرحانی نے توبہ کی تھی اُس روز کا قصہ ہے کہ آپ پشیمان ہوتے ہوئے خواجہ جنید بغدادیؒ کی خدمت میں آئے اور اُن کے ہاتھ پر تائب ہوئے۔ حضرت نے رسم مقراض کے بعد آپ کو خرقہ عطا فرمایا۔ اس کے بعد بشرحانی چلے آئے اور جب تک جسے برہمنہ پارہے۔ پوچھنے والے نے پوچھا خواجہ جو جوتی کیوں نہیں پہنتے؟ فرمایا میری مجال نہیں کہ بادشاہوں کے فرش پر جوتی پہن کر پھروں۔ ایک تو بعلب یہ ہے۔ دوسرا بھی سُن لیجئے۔ جس دن خدا نے عزوجل سے معاملہ کیا ہے اُس روز نگئے پیر تھا۔ اس لئے اب جوتی پہنتے ہوئے شرم آتی ہے۔

اس کے بعد ارشاد ہوا کہ اہل سلوک کا قول ہے کہ جو شیخ مریدوں کو قانونِ مذہبِ سنت و جماعت پر نہیں چلاتا اور اپنی حالت کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ کے موافق نہیں رکھتا وہ رہزن ہے۔ دھوئیں سے آگ کا پتہ چلتا ہے اور مرید سے پیر کا۔ یہ جو بیسیوں آدمی گمراہی میں پڑے دکھائی دیتے ہیں پس اس کی وجہ یہی ہے کہ اُن کا پیر کامل نہیں ہے۔

مقراض کا معاملہ ایک الہی رمز ہے۔ جس کا انکشاف کسی پر نہ ہوا۔ اگرچہ بعضوں نے مطلب برآری کی ہے کہ اس قینچی سے بندے اور مولیٰ کے درمیان جو پردے ہوتے ہیں وہ

کٹ جاتے ہیں۔ پھر فرمایا۔ مومن کے دل کی درگاہ خداوندی میں بڑی قدر و منزلت ہے، لیکن لوگ اس کی اصلاح نہیں کرتے۔ یقیناً وہ ضلالت اور گمراہی میں ہیں۔ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے قَلْبُ الْمُؤْمِنِ عَرْشُ اللَّهِ تَعَالَى۔ مومن کا دل اللہ تعالیٰ کا عرش ہوتا ہے۔ بعد ازاں ارشاد کیا کہ جس درویش کے آگے ابھی حجاب کے پڑے ہوئے ہوں۔ جن تک ذرا سی روشنی نہ پہنچتی ہو جو مقرر اض اور عرفیہ کا علم نہ رکھتا ہو وہ اگر چاہے کہ لوگ اُس کے مرید ہوں تو سمجھ لو گمراہ ہے اور دوسروں کو گمراہ کرتا ہے۔ درویش کو عالم اور صاحب قوت ہونا چاہیے تاکہ مقرر اض چلانے اور فرقہ دہی میں اس سے کوئی فعل خلاف سنت و جماعت نہ سرزد ہو جائے۔

اس کے بعد فرمایا کہ خواجہ شفیق مٹھی رحمۃ اللہ علیہ دلیل انسانی میں لکھتے ہیں جو فیر خلق سے علیحدہ نہ رہتا ہو۔ جان لو کہ وہ خدا سے دور ہے۔ کیونکہ عوام کی صحبت فیر کے لئے خالی از مضرّت نہیں۔ اس سے سالک مولیٰ کے راستے میں پیچھے رہ جاتا ہے۔ چنانچہ میں نے سَلِّكَ سَلُوكَ مَصْنُوعَ خَوَاجِ بَايَزِيدِ بِلْطَامِي میں پڑھا ہے کہ سالک راہ طریقت کو چاہیے کہ بے ضرورت گھر سے نہ نکلے اور لوگوں میں زیادہ نشست پر غارت نہ کرے۔ ہاں مجلس علماء میں جاتے، مگر وہاں بھی فضول گفتگو نہ کرے۔ پھر دیکھئے کہ اُس کی عبادت کیا رنگ لاتی ہے اور اُس کا نیم کس قدر روشن و منور ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد ارشاد ہوا کہ جب پیر مرید کے سر پر تینچھی پلائے تو پہلے مرید کو غسل کے لیے کہے اور پھر اُس کے منہ میں اپنے ہاتھ سے کچھ شیرینی دے اور تین دفعہ کہے کہ اے خدا اپنے بندے کو اپنی طلب میں پُر لطف ذوق بخش۔ اس کے بعد اگر خلوت مناسب سمجھے تو خلوت کرے ورنہ سکوت ارادت کی تعلیم دے۔

بعد ازاں ارشاد ہوا کہ اسرار العارفین میں لکھا ہے کہ خلوت بعض کے نزدیک چالیس دن کی ہوئی چاہیے اور بعض کے نزدیک ستر دن کی اور بعض کے نزدیک ننانوے دن کی، لیکن ننانوے دن کی خلوت معتبر ہے جو شیخ عبداللہ تستریؒ سے مروی ہے، مگر طبقہ حنیفہ میں بارہ سال آئے ہیں اور طبقہ بصیریہ میں بیس سال۔ ریاضت سے مطلب یہ ہے کہ نفس امارہ مغلوب ہو اور گوشہ نشینی سے مراد یہ کہ سب نفس کو محبوس کیا جائے۔ بہت سے مشائخ کے نزدیک مراقبہ کرنا ہی سلوک ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ تنہائی میں سوائے مراقبہ ہونے کے کچھ نہ کرو۔ عزت نشینی کے وقت سر کو کپڑے سے ڈھک لینا چاہیے تاکہ اُس کی برکت سے اس میں روشنی پیدا ہو جائے۔ فرقہ انہی کاموں کے لئے دیا جاتا ہے۔

تلقین ذکر

بعض مشائخ نے کہا ہے۔ مثلاً خواجہ فضل عیاض و خواجہ حسن بھڑیؒ کہ پیر کو لازم ہے کہ اول اپنی ٹوپی مرید کے سر پر رکھ دے۔ پھر اس کے بعد تلقین ذکر کرے۔ ذکر تین ہیں۔ اول لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ۔ دوم سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ۔ سوم يَا سَحَّ يَا قَيُّوْمُ۔

اگر پہلا ذکر اختیار کیا جائے تو اس کا قاعدہ یہ ہے کہ نو دفعہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہے اور دسویں دفعہ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللَّهِ۔ پھر اکیس دفعہ سُبْحَانَ اللَّهِ پڑھے بعد ازاں تیس دفعہ يَا سَحَّ يَا قَيُّوْمُ۔ لیکن یہ سب اس طرح پڑھنا چاہیے کہ حاضرین بھی سنیں اور ذوق حاصل کریں لیکن ایسا چنچ کر نہیں کہ دوسرے گھروں تک آواز جائے۔

اس کے بعد فرمایا کہ طبقہ حنیفہ میں بارہ دفعہ کا حکم ہے اور میں بھی اس سے متفق

ہوں۔ پھر ارشاد ہوا کہ ”ذکر اس شان سے کرنا چاہیے کہ بدن کار و نکار و گناہ زبان کا کام دے۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام حبیب ذکر تھے تو ایسے بے خود ہو جاتے تھے کہ صحرا کی طرف منہ کر لیتے اور غلبہ شوق سے چلا چلا کر پکارتے کہ ”اے وہ جو مکان سے منزہ اور پاک ہے چل میرا دل تیرے ذکر سے پُر ہو گیا۔ اگر سوائے تیرے نام کے کوئی لفظ میری زبان سے نکلے تو میں مر جاؤں“

بعد ازاں فرمایا کہ خواجہ یوسف حشتیؒ نے شرح الاسرار میں لکھا ہے کہ حضرت ذوالنون مصریؒ کا قول ہے کہ شیخ و مرید کی مثال دایہ اور نیچے کی سی ہے۔ جس طرح بچہ کوئی بدغویٰ کی حرکت کرتا ہے تو دایہ اُسے دوسرا چھہ کاموں میں مشغول کر کے خوش دل اور نیک بنانے کی سعی کرتی ہے اسی طرح پیر بھی مرید سے کبھی ذکر کرتا ہے اور کبھی قرآن پڑھواتا ہے تاکہ کہیں اس کا دل کسی خراب بات کی طرف نہ لگ جائے۔“

اس کے بعد فرمایا ”ہاں یہ بھی ارشاد ہے کہ فقیروا اہل دنیا کے ساتھ زیادہ حلاوت نہ ہو۔ ان سے بہت صحبت نہ رکھے کیونکہ ان کی صحبت سے فقیروا دل پریشان ہو جاتا ہے کوئی چیز درویش کے لئے تو نگرہوں کی صحبت سے بڑھ کر مضر نہیں۔ فقیروا کے دین و دنیا گوشت ہی میں ٹھیک ہوتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ بس پیر و مرید کی یہ کیفیت ہوئی چاہیے جو اس وقت بیان کی گئی۔ اگر کسی کو ایسا شیخ کامل نہ ملے جس کی کتب اہل سلوک پر نظر ہو یا جو پورے طور سے بزرگانِ سلف کی اتباع نہ کر سکتا ہو تو سوچ سمجھ کر مرید ہونا چاہیے۔“

پھر فرمایا کہ شیخ پر واجب ہے کہ مرید کو وصیت کرے کہ وہ بادشاہوں اور امیروں کی صحبت سے بچے اور طایبِ شہرت و ثروت نہ بنے۔ زیادہ بولنے سے احتراز کرے۔ اور بے حاجت کہیں نہ جائے۔ کیونکہ یہ سب باتیں دنیا والوں کی ہیں اور حُبِ دنیا کل غلطیوں

کی جڑ ہے۔ حُبُّ الدُّنْيَا دَاسٌ كُلِّ خَطِيئَةٍ۔ پھر فرمایا کہ سجادے کو ضرورت ہے عزت نہ چھوڑنا چاہیے۔ کیونکہ اصحابِ طریقت کہہ گئے ہیں کہ جب کوئی شخص روزِ روز طلبِ دنیا میں پھرتا ہے تو اسے علمِ حلال و حرام نہیں رہتا اور اگر کوئی صوفی سلوک و سجادے کو چھوڑ کر کوچہ و بازار کا چکر لگاتا ہے تو وہ بھی کھوکھلا ہو جاتا ہے۔

اس کے بعد ارشاد ہوا کہ ابو بکر شبلیؒ فرماتے ہیں کہ راہِ قبول پر چلنے والے کی علامت یہ ہے کہ جس طرح بھی ہو جمعے کی شہ پہ جاگ کر گزارے اور اس میں ذکر یا تلاوت یا نماز (نوافل) پڑھتا رہے، لیکن نماز پڑھنی افضل ہے کیونکہ ارشاد ہے: الصَّلَاةُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِينَ۔ اس کے بعد فرمایا کہ اہل سلوک کا قول ہے کہ اصل سلوک ریاضت اور ثمرہ ارادت ہے اس لئے بندے کو چاہیے کہ جہاں تک ہو سکے ہم نشینی، اغیار و ملوک سے محتر ہے اور نفسانی خواہشات کو مارے اور صالحین کی صحبت اختیار کرے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے۔ مَصْحَبَةُ الصَّالِحِينَ تُوَرِّقُ وَرَحْمَةُ لِلْعَالَمِينَ (الْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَى ذَلِكَ)

۱۱۔ شعبان ۶۵۵ھ

استغراق و یخودی

دولت پائے ہوئی نصیب ہوئی۔ اُن لوگوں کا تذکرہ جاری تھا جو نماز میں مشغول ہوتے ہیں تو بسبب استغراق خود کو بھی بھول جاتے ہیں حضرتؒ نے فرمایا جب میں غزنی میں مسافر تھا تو میں نے چند درویشوں کو دیکھا کہ بے حد ذکر و شغل تھے۔ شب کو انہیں کے پاس قیام کیا۔ صبح کے وقت نزدیک کے ایک حوض پر وضو کرنے گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ وہاں ایک اور نہایت ضعیف بزرگ بیٹھے ہیں۔ میں نے اُن کا حال دریافت کیا۔ کہنے لگے بہت عرصے سے مجھے عارضہ شکم ہے اُس

نے یہ کیفیت کر دی ہے۔ میں نے وہ دن اُن کی صحبت میں گزارا حبیبات اُنی تو معلوم ہوا کہ ہر شب ایک سو بیس رکعت نماز پڑھتے ہیں۔ جتنی مرتبہ فقنائے حاجت کے لئے جاتے اتنی دفعہ اگر فوراً غسل کرتے اور دو گنا نماز پڑھتے۔ چنانچہ میں نے اس کا خوب تجربہ کیا۔ ایک دن اسی طرح وہ غسل کرنے تالاب میں اترے اور اُس میں سے نکل کر جاں بحق تسلیم ہو گئے۔ یہ کہہ کر شیخ الاسلام رونے لگے اور ارشاد کیا: زہے راسخ الاعتقاد کی کہ آخر دم تک اُس کی بندگی میں قاعدے اور ضابطے کو ترک نہ کیا اور اُسے کمال تک پہنچ کر جان دی۔

پھر فرمایا تکلیف و زحمت اٹھانے کے بعد ہی انسان کو گناہ سے بچنے کا خیال ہوتا ہے۔ جس سے اس کی خیر ہو جاتی ہے۔ بعد ازاں ارشاد ہوا کہ ایک دن میں بنجرا میں شیخ سیف الدین باختریؒ کے پاس حاضر تھا۔ کوئی شخص اُن کی خدمت میں آیا اور سلام کر کے بولا: اے امام! میرے پاس کچھ مال ہے۔ اس میں عرصے سے گھانا ہو رہا ہے اور کبھی کبھی اعضاء بھی دکھتے ہیں۔ شیخؒ نے فرمایا: ”زکوٰۃ کی ادائیگی میں کوئی کمی ہوئی ہوگی۔ اور مرض کا آنا تو دلیل ایمان ہے۔“

پھر اسی گفتگو میں ارشاد کیا کہ حضرات تابعین نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ قیامت کے روز فقرار کو ایسے درجے ملیں گے کہ خلق ہاتھ ملے گی کہ کاش ہم دنیا میں فقیروں نہ ہوتے اور مریضوں کو وہ اجر ملے گا کہ لوگوں کو حسرت ہوگی کہ ہم بھی زندگی بھر رنجور رہتے محبتے اور ان مرتبوں کو پہنچتے۔ اس کے بعد فرمایا کہ آدمی کو چاہیے کہ ہر در و درج کے وقت اُس کی ملت پر غور کرے۔ کیونکہ اپنے نفس کا علاج اپنے ہی سے خوب ہوتا ہے۔ یہ کہہ کر شیخ الاسلام چشم پُر آب ہو گئے۔ اور یہ نئی زبان مبارک پرائی۔

اے بسا درد کاں ترا در دست اے بسا شیر کاں ترا آہوست

درویشوں سے حقیقت اور حسن ظن

بعد ازاں اس مسئلے پر بحث شروع ہوئی کہ درویشوں سے ہمیشہ حقیقت اور حسن ظن رکھنا چاہیے تاکہ اُن کی برکت اللہ تم کو اپنے سائے میں لے لے۔
فرمایا شیر خاں والی اُدب و ملتان میرا نصف رہتا تھا۔ میں نے بار بار یہ شعر اُس کے حق میں دہرایا ہے

افسوس کہ از حال منت نیست خبر انگہ کہ خبرت شود افسوس خوری
آخر ایک ہی سال میں کفار نے اُس پر چڑھائی کی اور اُسے برباد کر دیا۔

پھر اسی سلسلے میں ارشاد کیا کہ ایک دن میں سیوستان میں شیخ اوحد کرمانیؒ کی خدمت میں پہنچا (رحمۃ اللہ علیہ) شیخ نے مجھے گلے سے لگایا اور فرمایا کہ زہے سعادت کہ میرے پاس آئے۔ غرض کہ میں جماعت خانے میں بیٹھا تھا کہ دس درویش صاحب نعمت تشریف لائے اور آپس میں کرامت و بزرگی پر گفتگو کرنے لگے یہاں تک کہ اُن میں سے ایک نے کہا کہ اگر کوئی شخص صاحب کرامت ہے تو اُسے چاہیے کہ اُس کو ظاہر کرے۔ رہنے کہا اَوّل تم ہی کچھ دکھاؤ شیخ اوحد کرمانیؒ نے بھی انہی طرف رخ کیا اور بولے کہ اس شہر کا حاکم ان دنوں مجھ سے بڑا ہوا ہے اور مجھے روز کچھ نہ کچھ تکلیف دیتا رہتا ہے۔ لیکن آج وہ میدان سے سلامت نہیں آسکتا۔ ان الفاظ کا شیخ کی زبان سے نکلتا تھا کہ ایک شخص باہر سے آیا اور خبرنانے لگا کہ بادشاہ سیر و شکار کو گیا تھا اور اُس وقت گھوڑے سے گر کر اس کی گردن ٹوٹ گئی اور مر گیا۔

اس پر درویشوں نے دُعا کو کی طرف دیکھا اور بولے تم کہو۔ میں نے مراقبہ کیا اور تھوڑی

دیر بعد سر اٹھا کر کہا "انجلیس سامنے کرو" سب نے تعمیل کی۔ کیا دیکھتے ہیں کہ میں اور وہ سب خانہ کعبہ میں کھڑے ہیں۔ آخر واپسی ہوئی اور سب نے اقرار کیا کہ بیشک یہ درویش ہے اس کے بعد میں نے اور شیخ اوحہد کو مانی نے اُن درویشوں سے سوال کیا کہ ہم اپنا کام کر چکے۔ اب تمہاری باری ہے۔ یہ سن کر سب نے اپنے اپنے سر غرقوں میں کر لئے اور اندر ہی اندر ماتب ہو گئے۔ اس کے بعد شیخ الاسلام نے راقم دعا کو مخاطب کیا کہ اے مولانا نظام الدین! جو خدا کے کام میں لگا ہوا ہے خدا اس کے کام بناتا رہتا ہے یعنی جو خدمت حق تعالیٰ میں کمی نہیں کرتا اور جس کے تمام افعال رخصتے دوست کے موافق ہوتے ہیں اور جو اپنے نفس کے لئے ہر وقت غازی بنا رہتا ہے خدا بھی اُس کی مرضی کے خلاف کچھ نہیں کرتا۔

اس کے بعد فرمایا کہ ایک دفعہ میں بدخشاں گیا۔ وہاں بہت سے بزرگ اولیاء اللہ تھے۔ چنانچہ عبدالوحد نواسہ شیخ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ جنہوں نے شہر کے باہر ایک غار میں اپنا مسکن بنا رکھا تھا، جب مجھے ان کی کیفیت معلوم ہوئی تو اُن کے پاس گیا دیکھتا کیا ہوں کہ نہایت نجف نزار ہیں اور ایک پاؤں غار کے اندر اور ایک غار کے باہر کئے عالمِ تحیر میں کھڑے ہیں میں نے نزدیک پہنچ کر سلام کیا۔ فرمایا کیسے آئے؟ اس کے بعد تین تیار روز قنطرہ بنا۔ کوئی کلمہ زبان سے نہ سنا۔ تیسرے دن عالم صحو میں آئے اور بوسے لے فرید میرے قریب مت آئیو روز سوختہ ہو جائے گا اور نہ تجھ سے دور ہو کیونکہ پھر مسکور ہو جائے گا۔ ہاں میرا جسر اُسن۔ آج ستر سال ہو گئے کہ اس غار میں ایستادہ ہوں۔ ایک دن ایک عورت یہاں سے گزری۔ میرا دل اس کی طرف مائل ہوا، چاہا کہ باہر نکلوں۔ اتنے میں طائف غیب نے آواز دی کہ "اے مدعی جہدِ اُتو کہتا تھا کہ میں نے غیر اللہ کو چھوڑ دیا۔ بس اتنا سننا تھا کہ میرا باہر آیا ہوا پیر باہر رہ گیا اور اندر کا اندر۔ اس حال

کو تیس سال گزر گئے۔ عالمِ تحیر میں ہوں اور ڈر ہے کہ قیامت کے دن اس مُنہ کو کیونکر سامنے کر سکوں گا بڑی شرمندگی ہے"

اس کے بعد ملک المشائخ نے فرمایا کہ رات وہیں پوری کی۔ دیکھا کہ وقت افطار کچھ دودھ اور کچھ خرے ایک طباق میں لگے ہوئے اُن بزرگ کے سامنے آئے۔ خرے تباہیں دس تھے۔ ارشاد کیا کہ میرے واسطے ہر روز صرف پانچ خرے آیا کرتے تھے۔ آج یہ دس تمہاری وجہ سے بھیجے گئے ہیں۔ آؤ دودھ پیو اور روزہ افطار کرو۔ میں نے ادب سے اپنے سر کو زمین پر رکھا اور اُس کھانے کو کھالیا۔ بعد ازاں وہ شیخ اپنے عالم میں مشغول ہو گئے۔ اتنے میں برخشاں کا خلیفہ آیا اور سجدہ تقظیم کر کے کھڑا ہو گیا۔ سوال کیا کیا حاجت لاتے ہو؟ "بولاکہ والی سیوستان نے میرا مال غصب کر لیا ہے۔ اجازت دیجئے کہ اس کا مقابلہ کروں" حضرت مکرانے اور سامنے پڑی ہوئی ایک لکڑی کو سیوستان کی طرف کر کے گویا ہوتے کہ میں مارے دیتا ہوں۔ خلیفہ یہ سن کر چل دیا۔ کچھ زمانہ نہ گزرا تھا کہ لوگ اُس کا مال لیکر آئے اور قصہ سنانے لگے کہ دالی سیوستان دربار عام میں بیٹھا احکام جاری کر رہا تھا کہ ایک لکڑی دیوار میں نمودار ہوئی اور ایسے زور سے اس کی گردن پر پڑی کہ گردن جدا ہو گئی۔ اس کے بعد آوازی آئی کہ یہ شیخ عبدالواحد بدخشاں کا ہاتھ تھا۔ جس نے اس کو ہلاک کیا۔

بعد ازاں شیخ الاسلام نے فرمایا کہ میں چند روز اور اُن کی صحبت میں رہا۔ آخر اجازت عنایت ہوئی۔

اس کے بعد شیخ الاسلام نمازیں مشغول ہو گئے۔

۱۳ شعبان ۱۲۵۵ھ

کراماتِ اولیاء

دولت قدم بوسی میسر آئی۔ شیخ ابوالغنیث یمنیؒ اور شیخ سعد الدین حمویہ کی بزرگی کا ذکر ہو رہا تھا۔ فرمایا شیخ ابوالغنیث یمنیؒ بحسب ما حجب باطن شخص تھے۔ انہوں نے شیخ یوسف الحسینیؒ، شیخ شہاب الدین سہروردیؒ، شیخ فرید الدین عطارؒ، اور شیخ عثمان مارونیؒ قدس اللہ اسرارہم جیسے مشائخ کو دیکھا تھا۔ ایک دفعہ یمن پر ملا مغل چڑھ آیا۔ خواجہ ابوالغنیث صومعہ میں تشریف فرما تھے خلیفہ شہر نے حال عرض کیا۔ آپ نے اپنی قمیج نکالی اور کہا آج رات کو اے ان کافروں کے شر کے پاس جلانا۔

خلیفہ نے تعیل ارشاد کی۔ لکڑی کا جلانا تھا کہ ان حملہ آوروں میں آپس میں لکڑی چل گئی۔ ایک دوسرے کو ہلاک کرنے لگا۔ آخر معلوم ہوا کہ کوئی سبز پوشوں کی جماعت آئی تھی جس نے ان میں کھلبلی مچادی۔ جب صبح ہوئی تو مغلوں کا ایک شخص بھی زندہ نہ تھا۔

اس کے بعد اسی محل میں ارشاد کیا کہ شیخ قطب الدین بختیار کاکیؒ سے نقل ہے کہ ایک دفعہ وہ اور شیخ جلال تبریزیؒ اور شیخ بہاؤ الدین زکریاؒ ملتان میں مقیم تھے کہ وہاں کا نام قباچہ نامی ان کے پاس آیا اور کہتے لگا کہ مغل شہر کے قریب آگے ہیں۔ فرمائیے کیا کروں؟ شیخ قطب الدین کے پاس ایک تیر تھا۔ وہ اپنے اُسے دیکر کہا کہ جاؤ اور اسے ان کے شکر کی طرف پھینک دو۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ تمام مغل بھاگ گئے۔

پھر ارشاد کیا۔ یمن میں ایک دفعہ مہینہ نہ برسا۔ کھیتیاں خشک ہو گئیں اور مخلوق قحط سے مرنے لگی۔ خلیفہ تمام اہل یمن کے ساتھ شیخ ابوالغنیث کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض

کی کہ حضور دعائے باراں کیجئے۔ فرمایا کل میری نماز گاہ میں آؤ۔ چنانچہ ایسا کیا گیا۔ شیخ ابوالغنیث تشریف لائے اور منبر پر بیٹھ کر خدا کی حمد و ثنا کرنے لگے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑھ کر اپنے آسمان کی طرف نظر کی اور بولے "اے میرے اللہ! اگر میری اطاعت تیری جناب میں مقبول ہے تو بارانِ رحمت نازل فرما" ان کلمات کا زبان سے نکلتا تھا کہ فوراً بارش آگئی اور ایسی برسی کو پانچ چھ روز تک نہ رکی۔ لوگ قسمیں کھاتے تھے کہ ایسا پانی ہم نے مدتِ عمر نہیں دیکھا۔ اس کے بعد ان کا انتقال کا حال بیان فرمایا کہ شیخ نماز فجر پڑھ کر حجب معمول پر بیٹھے ہوئے تھے اور ایک شخص خدمت میں حاضر تھا۔ اشراق ادا کر کے مرد حاضر کو حکم دیا کہ قتال کو بلا لاؤ اور جامہ و خوشبو مہیا رکھو۔ غزال کو طلب کر لیا گیا اور سب چیزیں بھی آگئیں۔ بعد ازاں کہا کہ مجھے تنہا چھوڑ دو کہ شہسوارانِ حق آئیں۔ پھر سورہ یسین پڑھنی شروع کی۔ جب اس مقام پر پہنچے فَبُشِحْنَا السَّيِّدَ بِيَدِهِ مَلَكُوتَ كُلِّ شَيْءٍ وَرَأَيْنَاهُ تَرْجَعُونَ تو جان و دست کے حوالے کر دی۔ گوشتہ دیوار سے آواز آئی کہ "دوست دوست سے پیوست ہو گیا" یہ فرما کر شیخ الاسلام ہائے ہائے کر کے رونے لگے اور نعرہ مار کر بے ہوش ہو گئے جب ہوشیار ہوئے تو یثمنوی زبان مبارک پر آئی ہے

در کوئے تو عاشقان چناں جاں بندہ

کاخچا ملک الموت نہ گنجد ہرگز

اس کے بعد انہی غلبات شوق کی حالت میں ارشاد کیا کہ جب مہتر موسیٰ صلوات اللہ وسلامہ علیہ کی عمر پوری ہونے کو تھی تو آپ ایک دن گھر سے باہر نہیں پھر رہے تھے کہ ملک الموت سے ملاقات ہوئی۔ اس نے آپ کو سلام کیا۔ آپ نے جواب دیکر پوچھا کہ تو کون ہے؟ کہا

”ملک الموت“ آپ اس وقت ذوق و شوق میں تھے۔ ہاتھ بڑھا کر ایسا ٹٹا نہ مارا کہ ملک الموت نے راہ قرار اختیار کی اور بولے بابا اب نہیں آؤں گا۔ اپنی جگہ پہنچ کر حضرت عزرائیل سجدے میں گر پڑے اور کہنے لگے۔ الہی! تو نے مجھے کس کے پاس بھیجا تھا۔ اگر میں وہاں سے بھاگتا تو خود میری جان خطرے میں تھی۔ جواب ملا اے ملک الموت! میرے اور میرے محبوبوں کے درمیان غیر دخل نہیں پاسکتا۔ میں جانوں اور میرا دوست جانے۔

مہتر موسیٰ علیہ السلام کی ٹیٹھنے کہ اس کے دوسرے دن نماز پڑھ کر بیت المقدس کی طرف رُخ کئے بیٹھے تھے۔ مہتر جبرائیل آئے اور انہوں نے سلام کر کے حضرت موسیٰ کو ایک ہبشتی سیب دیا۔ اس کے سونگھنے سے بوسے دوست دماغ میں پہنچی۔ پیچ ماری او جان دیدی۔ شیخ الاسلام اس واقعے کو ختم کر کے اب دیدہ ہو گئے اور اُن کے رونے نے حاضرین پر ایسا اثر کیا کہ سب بے تابانہ آہ و بکا کرنے لگے۔ شیخ الاسلام کی حالت او بڑھی بار بار یہ شعر زبان مبارک پراتا تھا۔

در کوئے تو عاشقان چنان جاں بہند کا نجا ملک الموت نہ گنجد ہرگز
اسی گفتگو میں فرمایا کہ کوئی بزرگ اپنے احباب کے ساتھ روضہ مہتر موسیٰ کی زیارت کو گئے

اے ملک الموت اور حضرت موسیٰ کا قصہ ظاہری آنکھ سے دیکھنے اور ظاہری عقل میں آنے کے قابل نہیں ہے۔ عالم مثال کی باتیں ہیں جو فیضیت آدمی کو سب مخلوقات پر دی گئی ہے اس کا تقاضا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں پر جناب انسان کا اور اپنی ذات پاک کا تعلق و تقرب ظاہر کرے۔ اس پر اس قصے کو محمول کرنا اور شان انسانیت کو دیکھنا چاہیے۔

(المنہج)

اُس میں سے آواز سنائی دی رَبِّ ارِنِیْ اَنْظُرَ اِلَیْکَ کہا کہ یہ عشق ہے کہ زندگی اور موت دونوں صورتوں میں قائم رہتا ہے۔ پھر ارشاد ہوا کہ قیامت کے دن بھی حضرت موسیٰ کو لکڑی پر کڑکڑی فریاد کریں گے۔ رَبِّ ارِنِیْ اَنْظُرَ اِلَیْکَ اور اس وقت اگر فرشتوں نے انہیں نہ تھا تو زیارتی و شتیاق کے سبب قیامت پر قیامت آجائے گی۔ اس کے بعد شیخ الاسلام نے میری طرف رُخ کیا اور فرمایا طالب کو چاہیے کہ مطلوب کے عشق و محبت میں ہر لمحہ مستغرق رہے اور اُس کی یاد کبھی دل سے ٹوٹ نہ کرے۔ ہر آن اسے ترقی دے۔ اسی آثار میں کئی دفعہ جھوم جھوم کر ثنوی مذکور کو دہرایا۔

در کوئے تو عاشقان چنان جاں بہند کا نجا ملک الموت نہ گنجد ہرگز
بعد ازاں ارشاد ہوا کہ ایک جوان کا وقت آخر آیا۔ یہ واصل حق میں سے تھے۔ جب ملک الموت اُن کی روح قبض کرنے کے لئے روانہ ہوئے تو مشرق، مغرب، جنوب، شمال سب چھان مارا۔ کہیں پستہ نہ پایا۔ واپس آئے اور سجدہ خداوندی بجالا کر عرض گزار ہوئے کہ اے العالمین! وہ جوان تو مجھے ملتا ہی نہیں۔ فرمان ہوا جاؤ فلاں فلاں خرابے میں دیجھو۔ وہاں بھی موجود نہ تھے۔ دوبارہ حاضر ہو کر اطلاع دی۔ ندا آئی ملک الموت! میرے پیاروں کی جان تم نہیں نکال سکتے۔ وہ تو میرے نام، میری یاد، میری تمنا پر رہتے ہیں اور تمہیں اس کی خبر بھی نہیں ہوتی۔ شیخ الاسلام چشم پُر آب ہو کر پھر اسی ثنوی کو دہرانے لگے۔

در کوئے تو عاشقان چنان جاں بہند کا نجا ملک الموت نہ گنجد ہرگز
پھر ارشاد ہوا کہ جب میرے بھائی شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی کا انتقال ہونے کو تھا تو اُن کے صاحبزادے شیخ صدر الدین عارف دروازے کے باہر ایستادہ تھے۔ کئی شخص نے

اگر ان کے ہاتھ میں ایک خط دیا اور کہا اے کھولے بغیر اسی طرح اپنے والد ماجد کو پہنچا دیں۔ شیخ صدر الدین نے خط پر نام دیکھا تو رو رو کر فرمانے لگے میں نے پہچان لیا۔ تم ملک الموت ہو۔ جواب دیا ہاں۔ فرمایا! خود کیوں نہیں جانتے؟ کہا یہ کام آپ ہی سے لیا جائے گا۔ میرا اتنا فرض تھا کہ خط آپ کے حوالے کر دوں۔

صدر الدین اندر گئے۔ شیخ بہاؤ الدین عبادت میں مشغول تھے۔ جب فارغ ہوئے تو شیخ صدر الدین نے خط پیش کیا۔ شیخ نے اُسے کھولا اور اُس کے مطالعے سے مشرف ہو کر سجدہ کیا اور جان دے دی۔ غیب سے آواز آئی "دوست بہ دوست پیوست"۔ یہ کہہ کر شیخ الاسلام نے نعرہ مارا اور بے ہوش ہو گئے اور کہا کہ ایک دن ہم بھی اپنے دوست کے پاس جا میں گئے اور پھر یہ بیت پڑھی ہے

در کوئے تو عاشقان چناں جاں بہند کا نجا ملک الموت نہ گنجد ہرگز
اس موقع پر شیخ سعد الدین جمویہ کی حکایت سنائی۔ فرمایا یہ صاحب بڑے بزرگ تھے۔ کسی مسجد میں گئے اور وہاں چند دن مقیم رہے۔ اس شہر کے اکثر مسلمان امراض میں مبتلا تھے۔ اپنے فرمایا سب کو میرے پاس لاؤ۔ ہاتھ پھیر دیتے اور خدا تعالیٰ اس کی برکت سے بیمار کو اچھا کر دیتا۔ اسی طرح کئی ہزار آدمی صحت یاب ہو گئے۔ وہاں سے غزنی گئے۔ غزنی میں بھی بہتیروں کو ان کے طفیل دوبارہ زندہ کی ملی۔ پھر شیخ سعد الدین اوچ پہنچے جب ان کا وقت آخر قریب آیا تو انتقال کے دن ان کے تمام دوست احباب اُس جگہ جہاں یہ ٹھہرے ہوئے تھے اُن جمع ہوئے۔ آپ نے رو قبیلہ ہو کر سورۃ البقرہ شروع کی۔ اشراق تک قرآن شریف ختم ہو گیا۔ اس کے بعد سجدہ کیا اور جان دیدی۔ اس کے بعد شیخ الاسلام پھر چشم پُر آب ہو گئے اور وہی بیت زبان پر آئے لگی ہے

در کوئے تو عاشقان چناں جاں بہند کا نجا ملک الموت نہ گنجد ہرگز
پھر فرمایا کہ شیخ سیف الدین باختری کا قاعدہ تھا کہ جس جگہ نماز عشاء پڑھتے اُسی جگہ سو جاتے۔ جب ایک شلٹ شب گزار جاتی تو اٹھ بیٹھتے۔ امام و مؤذن حاضر رہتے تھے صبح تک خوب اللہ اللہ کرتے اسی طرح عمر بسر ہو گئی۔

بعد ازاں ارشاد ہوا۔ ایک شخص نے بخارا میں خواب دیکھا کہ کوئی روشن شمع دروازہ بخارا سے باہر جاتی ہے۔ بیدار ہو کر کسی بزرگ سے تعبیر لینے لگے۔ بزرگ نے کہا کوئی صاحب نعمت فوت ہونے والا ہے۔

پھر ارشاد کیا شیخ سیف الدین باختری نے بھی ایک دفعہ اپنے پیر کو خواب میں دیکھا کہ بڑا اشتیاق ظاہر کرتے ہیں۔ اس کے بعد قریباً ہفتہ بھر تک فراق و وداع کا ذکر بار بار شیخ سیف الدین کی زبان پر آتا رہا خلق حیران تھی کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ آخر خود فرمایا کہ اے مسلمانوں! میرے مرشد نے مجھے طلب کیا ہے اور میں جاتا ہوں یہ کہہ کر مکان میں چلے گئے۔ اُس رات کو کہ جس میں رحلت ہونے والی تھی سب اجباب جمع ہوئے اور شعل جلائی گئی۔ شیخ سیف الدین نے ہجر بار میں کچھ حصہ شب گزارا کہ ایک بزرگ کیل پوش سیب ہاتھ میں لئے تشریف لائے اور اُسے اُسے شیخ کے سامنے پیش کیا۔ اس کا سونگھنا تھا کہ جاں بحق تسلیم ہو گئے۔ شیخ الاسلام پھر چشم پُر آب ہوئے اور وہی شعر پڑھنے لگے کہ

در کوئے تو عاشقان چناں جاں بہند کا نجا ملک الموت نہ گنجد ہرگز
یہاں تک کہ شیخ بدر الدین اور مولانا اسحق کو حکم ہوا کہ تم اس ثنوی کو کہو۔ انہوں نے تعمیل کی۔ تین دن رات کیفیت طاری رہی۔ بعد ازاں عالم صحویں آگئے۔ اَلْحَمْدُ

۲۵ شعبان ۱۲۵۵ھ

سلوک راہ طریقت

دولت پائے بوسی نصیب ہوئی۔ چند درویش شیخ بہاؤ الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے پاس سے آئے ہوئے تھے اور سلوک پر بحث ہو رہی تھی۔ شیخ الاسلامؒ نے فرمایا۔ راہ طریقت شخص تسلیم و رضا کا نام ہے۔ اگر کوئی گردن پر تلوار رکھ دے تو بھی نارضا مند نہ ہو اور دم نہ مارے۔

پھر ارشاد ہوا کہ جس کی کیفیت ہوا اُسے درویش جانو۔ اسی اشار میں ایک ضعیف شخص حاضر خدمت ہوا۔ چشم گریاں۔ دل بریاں۔ تقظیم بجالایا۔ شیخ نے فرمایا۔ قریب آؤ۔ جب اس نے تعمیل ارشاد کی تو پوچھا ”کیا حال ہے؟“ ضعیف نے کہا اے میرے آقا بیس سال ہو گئے کہ بیٹے کی جدائی کی تکلیف سہمے ہو۔ معلوم نہیں مر گیا یا جینا ہے شیخ الاسلامؒ نے مراقب کیا اور مختصری دیر بعد سر اٹھا کر ارشاد کیا۔ جاتیرا بیٹا آگیا۔ ضعیف خوش خوش چل دیا۔ گھر پہنچے کچھ عرصہ نہ گزرا تھا کہ کسی نے دروازے پر دنگ دی۔ ضعیف نے آواز دی کون ہے؟ جواب ملا فلان ابن فلان۔ ضعیف باہر نکل آیا اور بیٹے کو گلے سے لگا کر اندر لے گیا اور دریافت کیا اتنے زمانے سے کہاں تھا؟ کہا یہاں سے ڈیڑھ ہزار کوس کے فاصلے پر۔ پوچھا پھر آج یہاں کیلے گیا؟ بولا میں دریا کے کنارے کھڑا تھا۔ یکایک میرے دل میں تمہارا خیال پیدا ہوا اور وہ تکلیف کی حد تک بڑھ گیا روتا تھا ناگہاں ایک خرقة پوش سفید رنگ بزرگ پانی سے نمودار ہوئے اور فرمانے لگے کہ کیوں روتا ہے؟

میں نے حال بیان کیا۔ کہا اگر تم مجھے ابھی پہنچا دین تو تو کیا کرے؟ مجھے یہ امر بہت مشکل معلوم ہوا۔ ان درویش نے کہا لاؤ اپنا ہاتھ مجھے دو اور آنکھیں بند کرلو۔ میں نے ایسا ہی کیا دیکھتا کیا ہوں کہ گھر کے دروازے پر کھڑا ہوں۔

بڑے مہاں سمجھ گئے کہ وہ بزرگ حضرت شیخ الاسلامؒ ہی تھے۔ فوراً حاضر خدمت ہو کر قدم بوس ہوئے۔ ان کے چلے جانے کے بعد شیخ الاسلامؒ نے فرمایا کہ اگر کوئی طاعت یا ورد بندے سے فوت ہو جائے تو اُسے اس کی موت تصور کرنا چاہیے۔ پھر ارشاد ہوا جب میں شیخ یوسف حشتیؒ کی خدمت میں تھا ایک صوفی اُن کے پاس آیا اور تقظیم بجالا کر بولا۔ آج شب کو میں نے ایک خواب دیکھا ہے کہ کوئی کہتا ہے تیری موت نزدیک آگئی۔ شیخ یوسف حشتیؒ نے پوچھا کہ کل تجھ سے کوئی نماز قضا ہو گئی تھی؟ اُس نے سوچ کر جواب دیا۔ ”بے شک“ تعبیر دی کہ موت سے اشارہ اسی کی طرف تھا۔ صاحب ورد سے کسی ورد کا چھوٹ جانا اس کی موت کے برابر ہوتا ہے۔ چنانچہ روایت ہے کہ ایک زمانے میں قاضی رضی الدینؒ سورۃ یسین کا وظیفہ پڑھتے تھے۔ اتفاقاً ایک دن ناغہ ہو گیا۔ شام کو گھوڑے پر سوار جا رہے تھے کہ گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور آپ ایسے زور سے گرے کہ پائے مبارک ٹوٹ گیا۔ غور کیا تو مندرجہ بالا تصور کھلا کہ اُس روز سورۃ یسین نہ پڑھی تھی۔

بعد ازاں شیخ الاسلامؒ نے ارشاد کیا کہ اہل ورد کو مناسب ہے کہ جو کچھ وہ پڑھتا ہو اسے اگر دن کے وقت نہ پڑھ سکے تو رات کو پڑھ لے۔ ہرگز ہرگز ترک نہ کرے۔ کیونکہ اس کا اثر اس سے گزر کر تمام شہر والوں پر پڑتا ہے۔ ایک کے ساتھ بہت سی خلق اللہ کی شامت آجاتی ہے۔ پھر اسی گفتگو کے تحت میں فرمایا کہ ایک زمانے میں ایک تیار دغا گو کا مہمان تھا اس نے مجھے دشمن کا حال سُنا شروع کیا کہ جب میں وہاں پہنچا تو میں نے اُسے تباہ برباد پایا

میں سے زیادہ خوش گھر نظر نہ آئے۔ تحقیقات کرنے سے معلوم ہوا کہ وہاں کے اکثر مسلمان صاحبِ ورد تھے۔ ایک دفعہ اُن میں سے اکثر نے معمول میں کوتاہی کی۔ بس پورا سال نہ گزرا تھا کہ منل چڑھ آئے اور سب کو تہس نہس کر گئے۔

اس کے بعد شیخ الاسلامؒ نے کہا کہ حضرت شیخ معین الدین بنجریؒ کا قاعدہ تھا کہ جب کوئی اُن کے ہمایوں میں انتقال کرتا اس کے جنازے کے ہمراہ جاتے اور لوگوں کے واپس پلے آنے کے بعد تک اس کی قبر پر بیٹھے رہتے اور جو کچھ ایسے موقع کے لئے مقرر کر رکھا تھا پڑھتے۔ ایک مرتبہ اسی طرح ایک جنازے کے ساتھ جانا ہوا۔ اس کے متعلقین کے واپس آ جانے کے بعد قبر پر پڑھتے تھے۔ شیخ الاسلامؒ خواجہ قطب الدین اوشیؒ کا بیان ہے کہ میں ہمراہ تھا۔ میں نے دیکھا کہ بار بار چہرہ مبارک متغیر ہو جاتا تھا۔ آخر یہ کہتے ہوئے کھڑے ہو گئے کہ الحمد للہ بیعت خوب چیز ہے۔ شیخ الاسلامؒ نے مطلب دریافت کیا۔ فرمایا کہ جس وقت اس آدمی کو دفن کیا گیا تو فوراً عذاب کے فرشتے آ گئے۔ چاہتے تھے کہ اپنا کام شروع کریں۔ یکایک شیخ عثمان بارونیؒ نمودار ہوئے اور بولے یہ میرا میرا ہے۔ ان الفاظ کا زبان شیخ سے نکلتا تھا کہ فرشتوں کو حکم ہوا کہ شیخ سے کہہ دو کہ اس نے تمہاری مخالفت کی تھی خواجہ نے فرمایا ”کوئی مضائقہ نہیں۔ اگر اس نے مجھے برا بھلا کہا تو اپنے تئیں پلے بھی تو میرے باندھا تھا۔ اس لئے میں نہیں چاہتا کہ اس پر سختی ہو“ ”نہ آئی کہ“ فرشتو! جانے دو اور شیخ کے مرید کو چھوڑ دو۔ میں نے اُسے بخشا“ یہ کیفیت بیان فرما کر حضرت شیخ الاسلامؒ چشمِ مبارک ہو گئے اور کہنے لگے ”کسی کا ہو جانا بڑی بات ہے“ اور یہ سنوئی زبان پر آئی ہے

گزینک شوم مرا از ایشاں گیرند و ربہ ہاشم مرا بدیشاں بخشند
ایک دن شیخ الاسلامؒ یہ کیفیت طاری ہوئی۔ حاضرین کی طرف خطاب کے فرمایا اگر

اس وقت قوال ہوتے تو ہم کچھ سنتے۔ اتفاق سے اُس روز قوال موجود نہ تھے۔ مولانا بدر الدین اسحقؒ اُن مکتوبات اور رقعات کو جو خریدلے میں تھے ملاحظہ کر رہے تھے۔ ایک خط نکل آیا جسے انہوں نے حضرت شیخ الاسلامؒ کی خدمت میں پیش کیا۔ فرمایا تم خود پڑھو۔ مولانا ایستادہ ہو گئے اور پڑھنے لگے ”فیقر حقیر ضعیف خجیف محمد عطا کر بندہ درویشان است و از سرودید خاکِ قدم ایشاں“ اس قدر سننا تھا کہ شیخ الاسلامؒ کو وجد ہو گیا اور یہ رباعی پڑھنے لگے کہ
اں عقل کجا کہ از کمالِ تورد
واں دیدہ کجا کہ در جمالِ تورد
گیرم کہ تو پردہ برگزینی ز جمال
اں روح کجا کہ در جمالِ تورد
شیخ الاسلامؒ پر اسی حالت میں ایک رات دن گزر گیا۔ اس کے بعد شیخ الاسلامؒ نے حضرت خواجہ قطب الاقطابؒ کی حکایت کہنی شروع کی۔ فرمایا شیخ قطب الدینؒ اور شیخ جلال الدین تبریزیؒ ملاقات ہوئے اور آپس میں اپنی بیاحت کا حال بیان کرنے لگے۔ دعا گو ان کی خدمت میں حاضر تھا۔ شیخ جلال الدین تبریزیؒ نے کہا کہ جب میں قریش کی جانب جا رہا تھا تو راستے میں بہت سے بزرگوں سے نیاز حاصل ہوا۔ اُن میں ایک بزرگ کو دیکھا جو غام میں رہتے تھے میں نے ان کے پاس جا کر قدم بوسی کی۔ جب میں پہنچا ہوں تو وہ نماز میں مصروف تھے مجھے تھوڑی دیر انتظار کرنا پڑا۔ جب نماز پڑھ چکے تو میں نے سلام کیا۔ جواب دیا علیکم السلام یا شیخ جلال الدین! میں متحیر ہوا اور حیران رہ گیا کہ یہ میرا نام کیونکر جان گئے۔ رازول کو سمجھ کر بولے رَبَّنَا اِنِّی الْعَلِیْمُ الْخَبِیْرُ۔ جس نے مجھے مجھ تک پہنچا دیا۔ اُسی نے تیرا نام بھی مجھے بتا دیا۔

میں نے زمین چومی۔ حکم کیا۔ بیٹھ جاؤ۔ میں بیٹھ گیا۔ وہ بزرگ کہنے لگے کہ ایک مرتبہ میں صفا لان میں تھا۔ میں نے ایک درویش کو دیکھا۔ نہایت با عظمت کوئی پچیس سال کے

قریب عمر تھی۔ خواجہ حسن بصریؒ کے نواسوں میں سے تھے۔ مسلمان یا نامسلمان جس کسی کو کچھ ضرورت پڑتی۔ اُن کا خیال کرتا۔ امداد طلبی کے لئے پاس تک نہ پہنچتا کہ کام ہو جاتا۔ پھر کہا مجھے بہت بزرگوں نے پسند و نصائح کئے ہیں۔ لیکن آخری شخص جس کا قول میرے دل سے عموماً نہیں ہوتا۔ خواجہ شمس العارفین تھے۔ انہوں نے فرمایا۔ "درویش اگر چاہتا ہے کہ خدا تک پہنچے اور اُس کا قرب حاصل کرے تو اُسے لازم ہے کہ دنیا سے بیزار ہو جائے اور اہل دنیا سے دور رہے۔ کیونکہ درویش کے لئے سب سے زیادہ مضر شے دنیا اور اہل دنیا کی محبت ہے۔ غرضیکہ اے جلال الدین! خدا والوں نے جب سب کو چھوڑ دیا تو اُس وقت خدا کو پایا ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ میں ایک روز و شب اُن کی خدمت میں رہا۔ افطار کے وقت میں نے دیکھا کہ دو جوگی روٹیاں عالم غریب سے ظاہر ہوئیں۔ ان بزرگ نے ایک میرے آگے رکھ دی اور کہا کہ افطار کرو اور پھر فلاں گوشے میں بیٹھ کر مشغول عبادت ہو جاؤ۔ جب ایک شلت رات گزر گئی تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بزرگ سبز کبیل کا لباس پہنے ہوئے اور سات شیروں کو ارد گرد لئے ہوئے آئے اور ہمارے شاہ صاحب کے سامنے بیٹھ گئے۔ مجھے لرزہ چڑھا کہ الہی یہ کون بزرگ ہیں جو شیروں سے محبت کرتے ہیں وہ قرآن شریف پڑھنے لگے۔ جب ایک باہنم کرچکے تو اٹھ کھڑے ہوئے اور وضو کیا اور پھر اول سرے سے تلاوت کرنے لگے۔ یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ میں بھی اُن کے پاس جا پہنچا اور نماز میں شریک ہوا۔ بعد نماز میرے میر بان بزرگ نے مجھے بتایا کہ یہ شیروں والے درویش حضرت خضر علیہ السلام ہیں۔ کیا تم ان سے ملنا چاہتے ہو؟ میں نے یہ سنتے ہی اُن سے دوبارہ مصافحہ کیا۔ بڑی شفقت سے پیش آئے اور بالآخر معشریوں کے واپس چلے گئے۔

میں نے رخصت چاہی۔ ان بزرگوں نے کہا کہ اے جلال! جاتے ہو تو جاؤ۔ لیکن دیکھو۔

بندگانِ خدا کی خدمت گزاری سے کبھی نافل نہ ہونا۔ اپنے تئیں اُن کا غلام بنائے رکھنا اچھا۔ اب تم ایک ایسی جگہ پہنچو گے جہاں دریا بہتا ہوگا۔ وہاں اگر تمہیں دو شیر ملیں اور کسی نقصان کے درپے ہوں تو میرا نام لے دینا۔ پھر کچھ نہ کہیں گے۔ شیخ جلال الدین فرماتے تھے کہ اس کے بعد میں زمین نیاز چوم کر روانہ ہو گیا جب میں اُس مقام پر پہنچا تو واقعی دونوں شیر موجود پائے۔ مجھے دیکھتے ہی وہ دونوں غرائے اور میری طرف پک پڑے، مگر میں پلایا کہ میں فلاں فلاں بزرگ کے ہاں سے آرہا ہوں۔ بس اتنا کہنا تھا کہ شیر سر کو میرے قدموں پر رکھ کر ملنے لگے اور پھر خاموشی سے واپس چلے گئے اور میں سلامتی وہاں سے نکل آیا۔

یہاں تک بیان کر کے شیخ الاسلامؒ نے فرمایا کہ جب شیخ جلال الدینؒ اپنے مضر کمال کہہ چکے تو شیخ قطب الدینؒ کی باری آئی۔ ارشاد ہوا کہ شروع شروع میں میں ایک شہر میں پہنچا۔ اُس میں ایک درویش رہتے تھے۔ اُن کے سکن کے قریب ایک مسجد تھی جو بہت خستہ ہو رہی تھی اور اُس میں ایک منارہ تھا جو ہفت منارہ کہلاتا تھا، مگر تھا وہ ایک ہی۔ اُس پر چڑھ کر جو دعا کی جاتی تھی۔ اس کی بابت لوگوں کا خیال تھا کہ ایک دعا کا اثر سات دعاؤں کے برابر ہوتا ہے اور اُن فلاں فلاں دعاؤں میں بیٹھ کر پڑھی جائے تو خواجہ خضر سے ملاقات ہو جاتی ہے۔ القصہ میں اس مسجد میں پہنچا اور دو گانہ ادا کر کے اس منارے پر چڑھ گیا اور اُس دعا کو پڑھ کر نیچے آیا۔ تھوڑی دیر انتظار کرتا رہا کہ اب خواجہ خضر علیہ السلام آتے ہوں گے۔ مگر خواجہ خضر آئے نہ کوئی اور آخر اُمید ہو کر دروازے سے باہر قدم رکھنے ہی کو تھا کہ ایک صاحب نظر آئے۔ جنہوں نے چھوٹتے ہی مجھ سے سوال کیا کہ اندر کیا کہہ رہے تھے؟ میں نے جواب دیا خواجہ خضر کا انتظار کرتا تھا۔ دو گانہ نماز کا پڑھا، دعا کا ورد بھی کیا۔ مگر وہ دولت مبسر نہ آئی اب گر جاتا ہوں۔ مستفسر نے کہا کہ خواجہ خضر سے تمہیں کیا کام ہے۔ وہ بھی تمہاری طرح سرگرداں

پھرتے ہیں لیکن اندر گھٹنے نہیں پاتے۔ میری اور مستنصر کی اتنی ہی باتیں ہوئی تھیں کہ یکایک ایک بزرگپوش شخص نظر آئے۔ مستنصر نے اگے بڑھ کر ان کے پیر چومے۔ انہوں نے میری بہت دریافت کیا کہ یہ دنیا چاہتا ہے یا کوئی اور چیز؟ مستنصر نے کہا صرف آپ کی ملاقات اس کے سوا کچھ نہیں۔

گفتگو ہو رہی تھی کہ اذان کی آواز آئی چاروں طرف سے خود بخود درویش نمودار ہونے شروع ہو گئے۔ ایک نے تکیہ لہی۔ ایک اگے کھڑا ہو کر امامت کرنے لگا۔ تراویح کا زمانہ تھا، بارہ بیپارے پڑے۔ میرے دل میں خیال گزرا کہ کاش اور زیادہ پڑے جلتے، مگر خیر نماز ختم ہوئی اور ہر شخص جبر سے آیا تھا ادھر چل دیا۔ میں بھی اپنی جگہ آگیا۔ دوسری شب وضو کر کے پھر پہنچا۔ لیکن صبح تک بیٹھا رہا کوئی نظر نہ آیا۔ شیخ الاسلام اس قدر فوائد بیان کر کے نماز کے لئے کھڑے ہو گئے۔ حاضرین نے بھی اپنی اپنی راہ لی۔ الحمد للہ علی ذلک۔

۵۔ رمضان المبارک ۱۳۵۵ھ

دولت قدم بوسی میرائی۔ عزیزان اہل صفا حاضر تھے۔ ماہ صیام پر بحث چھیڑ گئی۔ ارشاد ہوا یہ بڑا بزرگ مہینہ ہے۔ اس میں ایسے عین بند کر دیا جاتا ہے تاکہ مسلمان اس کے بہکانے سے محفوظ رہیں اور رحمت کے کل دروازے کھل جاتے ہیں۔ ہر ہر مسلمان کے ہاں ایک ایک فرشتہ جتنی رحمت لانے کے لئے مقرر ہو جاتا ہے۔ روز و شب زمین و آسمان کے درمیان ان فرشتوں کی آمد و رفت کا اتنا بندھا رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب میرا

بندہ روزہ افطار کرے۔ فوراً اس پر ایک طبق رحمت ڈال دو۔ پھر ارشاد ہوا کہ روزہ بندے اور مولے کے درمیان ایک تہ ہے۔ ہر عبادت کی جزا خدا کی طرف سے مقرر ہو گئی ہے لیکن روزے کے ثواب کا بجز خدا کے کوئی اندازہ نہیں کر سکتا۔ چنانچہ خود فرمایا ہے۔
الْقَوْمُ لِي وَ اَنَا اَجْزِي رِبِهِ۔ روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی جانتا ہوں کہ وہ قوس کا ثواب کیا دے گا۔

اس کے بعد ارشاد ہوا۔ اس مہینے کے پہلے عشرہ کا نام رحمت، دوسرے کا مغفرت، تیسرے کا نام آتش دوزخ سے رہائی ہے۔ پہلے عشرے میں بندے پر آسمان سے رحمت اور برکت نازل ہوتی ہے۔ دوسرے عشرے میں مغفرت اور انعام اور بخشش ہے۔ اس میں کوئی لمحہ ایسا نہیں جاتا جس میں لاکھوں مسلمانوں کو حق تعالیٰ کی رضامندی نہ ملتی ہو۔ تیسرے عشرے میں وہ تمام مسلمان جنہوں نے زندگی میں روزے رکھے ہیں دوزخ سے آزاد کر دیے جلتے ہیں۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ جو شخص رمضان شریف کی آمد سے خوش ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بھی اُسے پھر کسی وقت غم ناک نہیں کرتا اور خیر و برکت اُس پر بڑھاتا ہے اور جو اس ماہ مبارک کے ختم ہونے سے رنجیدہ ہوتا ہے حق سبحانہ تعالیٰ اُسے دونوں جہان کی مسرت بخشا ہے۔ بعد ازاں فرمایا کہ رمضان کے روزے رکھنے کا ثواب ہزار سال کی عبادت کے برابر کھا جاتا ہے اور اسی حساب سے اس کے گناہ بھی دھلتے ہیں۔

شب قدر | پھر ارشاد ہوا کہ شب قدر آخر عشرے میں ہوتی ہے انسان کو چاہیے کہ اس زمانے میں غافل نہ رہے اور شب قدر سے

فائدہ اٹھائے۔

اس کے بعد فرمایا۔ اہل بطن کے نزدیک ہر شب شب قدر ہے۔ اسے روز وہی نعمتیں ملتی ہیں جو عوام صرف شب قدر میں پاتے ہیں۔ تاہم مناسب یہی ہے کہ شب قدر کی خصوصیت سے قدر کی جائے۔

پھر فرمایا کہ خواجگان کا قاعدہ تھا کہ رمضان کی ہر شب کو تراویح میں ایک قرآن ختم کرتے تھے اور شیخ عثمان مارونی رحمۃ اللہ علیہ تو دو دو قرآن ختم کرتے تھے۔ اس کے بعد ارشاد ہوا کہ ایک دفعہ دعا گو مغرب کی طرف سفر کر رہا تھا کہ رمضان کا مہینہ آ گیا۔ میں نے مسجد امام حادوی میں قیام کیا۔ وہاں ایک بڑے با عظمت بزرگ تھے جن کا نام شیخ عبداللہ محمد باقری تھا۔ وہ اس مسجد میں امامت کرتے تھے۔ انہوں نے ایک ایک شب میں تین تین قرآن اور مزید چار چار سپارے سنائے۔ چنانچہ دعا گو نے بھی مہینہ بھر خوب ثواب حاصل کیا۔ چلتے وقت فرمایا: اس طرح محنت و مجاہدہ کیا جاتا ہے۔ تب کہیں کام بنتا ہے۔ اہل صفہ کا قول ہے کہ یہ راہ بغیر مجاہدے کے طے نہیں ہو سکتی۔

پھر ارشاد ہوا کہ خواجہ بابزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے ستر سال خدائے عزوجل کی عبادت کی۔ کئی کئی دن پانی نہ پیئے تھے اور کئی کئی دن کھانا نہ کھاتے تھے۔ جب اتنی تکلیفیں اٹھائیں تو حضوری ملی اور جس وقت حضوری ملی اُس وقت ہاتھ کی ادا زائی کہ ابھی آلائش دنیا باقی ہے۔ جب تک اسے دور نہ کر دو گے آگے نہ بڑھ سکو گے۔ عرض کیا کہ اے العالمین اب میرا تو کسی چیز سے بھی تعلق نہیں۔ جو اب ملا کہ پستین اور کوزے کو دیکھو۔ حضرت بابزیدؒ نے اس سے بھی دست کشی کر لی پھر اور بار بار یا۔ شیخ الاسلام اثنابیان کر کے رونے لگے اور ارشاد فرمایا: ”بابزیدؒ ایک پستین اور کوزے کے ہونے کے سبب دوک دیے گئے۔ لوگ اس قدر دنیا کے جتنا ہوں میں پھنس کر کیوں کسی بات کی امید کریں؟“ اس

کے بعد فرمایا کہ رمضان کا مہینہ ہے میں روز شب کی تراویح میں ختم قرآن کیا کروں گا۔ کوئی ہے جو میرا ساتھ دے؟ کل حاضرین نے تسلیم زمین پر رکھ دیا اور کہا کہ نہ ہے سعادت۔ پھر شیخ الاسلام نے ایک شب میں دو دو قرآن ختم کرنے شروع کئے۔ فی رکعت دس دس پارے پڑھ جاتے اور تھوڑی رات رہے فارغ ہوئے۔ اس رمضان میں دعا گو بھی برابر حاضر رہا۔

کشف وکرامات

اس کے بعد کشف وکرامات کا تذکرہ ہونے لگا فرمایا ایک دفعہ دعا گو اور شیخ جمال الدین ساکن اوچ ایک جگہ جمع تھے۔ شیخ جمال الدین صاحب نعمت اور باقوت درویش تھے۔ ایک دن میں ان کے پاس بیٹھا تھا چند قلندر کمر میں لوہے کی میخیں لگائے ہوئے آئے اور سلام کر کے شیخ مذکور کے پاس بیٹھ گئے۔ ان قلندروں میں سے ہر ہر فرد نہایت اوندھے مزاج کا تھا۔ چنانچہ ان دنوں اتفاقاً جماعت خانہ شیخ میں وہی موجود نہ تھا۔ قلندروں نے اسی کو طلب کیا۔ شیخ نے میری طرف دیکھا اور میں نے شیخ کی طرف۔ اس خیال سے کہ کوئی تدبیر وہی پیدا کرنے کی کی جائے۔ ندی قریب بہتی تھی۔ شیخ نے قلندروں سے کہا۔ وہی چاہئے تو اس ندی میں گھس جاؤ اور جس قدر چاہو کھاؤ۔ قلندروں کو یہ بات بہت دشوار معلوم ہوئی تاہم زور میں آکر کھڑے ہو گئے اور پانی کے پاس پہنچے۔ نظر اٹھا کر کیا دیکھتے ہیں کہ سب وہی ہی وہی ہے خوب شکم سیر ہوئے۔ شیخ جمال الدینؒ نے درویشوں کی طرف رخ کیا اور فرمایا اب خانقاہ کے اندر چلے جاؤ اور آرام کرو۔

پھر اسی سلسلے میں فرمایا کہ ایک بزرگ نے یہ حکایت سنائی کہ شیخ جمال الدینؒ کی خدمت میں کوئی آدمی حج کر کے آیا اور سر نیاز زمین پڑھ کر عرض کرنے لگا کہ میں نے حضور کو حج میں

طواف کرتے دیکھا تھا۔ شیخ نے جھنجھلا کر کہا: ”نادان! فقیروں کا حال فاش کرتا ہے۔ چپ رہ۔ مردانِ خدا کلمی میں رہتے ہیں۔ یہ بات کیا بڑی ہوئی۔ ہمارے سامنے اس وقت کعبہ موجود ہے۔ اگر ہم چاہیں تو پلک جھپکنے میں مشرق سے مغرب تک پھر آئیں“ اور اس شخص کا ہاتھ پکڑ کر کہا: ”اُنھیں بند کر۔ اُس نے اُنھیں بند کر لیں دیکھنا کیا ہے کہ شیخ کوہ قاف میں اُس فرشتے کے پاس جو وہاں کا موکل ہے۔ تشریف رکھتے ہیں بھٹوڑی دیر میں اپنے مقام پر آگئے۔ بہت قائل ہوا اور یہ کہتا ہوا چل دیا کہ وہاں! بیشک خدا کے دوستوں کو خدا کے سوا کوئی نہیں پہچان سکتا۔

اس کے بعد شیخ الاسلامؒ نے فرمایا کہ شیخ جمال الدینؒ کو کسی وقت کسی نے نماز میں نہیں دیکھا۔ نماز کا وقت آنا اور وہ غائب ہو جاتے۔ آخر بھید کھلا کہ خانہ کعبہ میں نماز ادا کرتے ہیں۔

شیخ الاسلامؒ یہ بیان کر رہے تھے کہ ایک بوڑھا جوگی جس نے اچھے اچھے مجاہدے کئے تھے۔ کسی دور دراز جگہ سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس پر حضرت کی ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ سر جھکا کر اُونچا نہ کر سکا۔ یہاں تک کہ خود حضرت کی نظر پڑی اور حضرت نے باواز بلند فرمایا ”سر اٹھاؤ“ تب اس نے سر اٹھایا اور ملاحظہ باندھ کر کھڑا ہو گیا۔ شیخ الاسلامؒ نے پوچھا کہ کہاں سے آیا ہے اور کیا حال ہے؟ وہ مارے رعب کے کچھ جواب نہ دے سکا آپ نے پھر اپنے الفاظ دہرائے۔ مگر وہ بدستور مُنمُکم رہا۔ دو تین دفعہ کے اصرار پر آہستہ سے اتنا بولا کہ مجھ سے حضور کے سامنے بات نہیں ہو سکتی۔ اس پر شیخ الاسلامؒ نے دعا گو کو مخاطب کر کے فرمایا کہ یہ جوگی میرے پاس بڑے دعوے کر کے آیا تھا۔ جب اُس نے سر زمین پر رکھا تو ہمارے دل میں خیال پیدا ہوا کہ اس کے سر کو زمین پکڑ لے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ وہ ہر چند

سر اٹھانا چاہتا تھا، مگر نہ اٹھا سکتا تھا اور اگر وہ اپنے زعم و کبر سے تائب نہ ہوتا تو قیامت تک یوں ہی پڑا رہتا۔

پھر شیخ الاسلامؒ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور استفسار کیا کہ جوگی جی! تم نے اپنا کام کس حد تک پہنچایا ہے؟ اُس نے عرض کیا کہ ہم لوگوں کا کمال یہ ہے کہ ہوا میں اُڑنے لگتے ہیں۔ یہ بات میں حاصل کر چکا ہوں۔ ارشاد ہوا ”اچھا اُڑو۔ ہم بھی تماشا دیکھیں گے“ جوگی کے اُڑنے ہی شیخ الاسلامؒ نے اپنی غلیں کی طرف اشارہ کیا اور حکم الہی سے اُڑ کر جوگی کے سر پر پہنچیں اور تڑتڑاؤ اُڑا دینے لگیں۔ آخر جوگی گھبرا کر اُتر آیا اور مُقرع ہوا کہ جس شخص کی غلیں کا یہ مرتب ہے اُس کی کوئی کیا برابری کرے گا اور مسلمان ہو کر واصلانِ حق میں شامل ہو گیا

نئے رنگ میں آکر جوگی نے کہنا شروع کیا کہ عالم میں نیکی و بد سب طرح کی اولاد پیدا ہوتی ہے۔ جس کا باعث والدین کا احکامِ مباشرت سے واقف و ناواقف ہونا ہے یہ ایک مفصل و طویل تقریر تھی۔ دعا گو نے ایک دن اس حقیقت پر شیخ الاسلامؒ سے روشنی ڈالوائی چاہی۔ حضرتؒ نے تبسم فرما کر ارشاد کیا کہ مولانا نظام الدینؒ! خوب ہوا جو تم نے اس کو کچھ لیا، مگر یہ تمہارے کس کام کا۔ واپس کر دو۔

اُسی وقت ایک صاحب چند نفردر ویشانِ صوف پوشش کے ساتھ بیت المقدس سے وارد ہوئے اور شیخ الاسلامؒ کے سامنے سر خم کیا۔ ارشاد ہوا ”بیٹھ جاؤ“ بیٹھ گئے وہ بزرگ بار بار چہرہ مبارک کو دیکھتے اور نگاہ نیچی کر بیٹتے۔ آخر جب طاقتِ ضبط نہ رہی تو اٹھے اور حضرتؒ کے پیروں میں سر رکھ کر عرض کرنے لگے کہ اے محمد دم! آپ کو میں نے بیت المقدس میں جادو بکشی کرتے دیکھا ہے۔ شیخ الاسلامؒ نے فرمایا سچ کہتے ہو

مگر تم سے عہد جو ہوا تھا اُس کی بھی خبر ہے یا اُسے بھول گئے۔ تمہیں یہ راز کھونا نہ چاہیے تھا۔ درویش شرمندہ ہوئے کہ میں نے یہ کیا کر دیا۔ الغرض جب انفعال انتہا سے بڑھا تو حضرت نے ارشاد کیا کہ اے عزیز! مردانِ خدا جس جگہ بیٹھے ہیں وہیں نماز کعبہ ہوتا ہے۔ وہیں عرش ہوتا ہے۔ وہیں کرسی ہوتی ہے اور جو جو کچھ خداوند تعالیٰ نے پیدا کیا ہے انہیں سب دکھائی دیتا ہے۔ پھر انہیں حکم دیا کہ انہیں بند کر دو۔ انہوں نے انہیں بند کر لیں۔ پھر فرمایا کھول دو۔ انہوں نے کھول دیں اور نعرہ مار کر بے ہوش ہو گئے۔ تھوڑی دیر میں ہوش آیا تو کہا واقعی جو حضرت نے فرمایا تھا وہ سب دکھا بھی دیا۔ شیخ الاسلام نے ان کو کلاہ عنایت کی اور سیوستان کی خلافت سے سرفراز فرما کر رخصت کر دیا۔ بعد میں اور مسافروں سے بھی معلوم ہوا کہ حضرت شیخ الاسلام ہر روز ایک دفعہ بیت المقدس میں حاضر ہو کر جھاڑو دیتے ہیں۔

ان باتوں کے ہو چکنے پر شیخ الاسلام نے ارشاد فرمایا کہ میں بیس سال عالمِ فکر میں رہا ہوں اور ان بیس سالوں میں ہمیشہ کھڑا رہا ہوں چنانچہ تمام خونِ پیر میں جمع ہو کر نکلنے لگا تھا اور اس زلزلے میں میں نے عہد کر لیا تھا کہ کبھی تھکنا پانی یا لقمہ طعام نفس کو نہ دوں گا۔ شیخ الاسلام یہ کہہ رہے تھے کہ ایک درویش شہاب الدین غزنوی جو شیخ الاسلام کے مریدوں میں سے تھے حاضر خدمت ہوئے اور سر زمین پر رکھ کر حسبِ حکم بیٹھ گئے۔ انہیں والی لاہور نے سو دینار دے کر حضرت کے پاس بھیجا تھا کہ یہ دینار حضرت کی تذکرہ دیں۔ حضرت نے چھوٹے ہی فرمایا "لاؤ" انہوں نے (حالانکہ اُن کے پاس پورے دینار موجود تھے) پچاس دیے۔ شیخ الاسلام متبسم ہوئے اور کہنے لگے شہاب نے خوب برادرانہ تقسیم کی۔ درویش کو ایسا کرنا چاہیے۔ شہاب بہت نجل ہوئے اور فوراً سو دینار حاضر کر دیے۔ شیخ الاسلام نے

ارشاد کیا کہ اگر میں تمہیں یہ تادیب نہ کرتا تو تم اپنے راتے سے بھٹک جاتے اور ہرگز مقصد تک نہ پہنچ پاتے۔ یہ کہہ کر وہ کھل دینار انہیں عطا کر دیے اور کہا کہ تجھ پر بیعت کرو۔ کیونکہ پہلی بیعت میں خلل پڑ گیا۔ دوبارہ بیعت لینے کے بعد فرمایا جاؤ اور جس کسی کو کلاہ دینی ہو دو۔ کام تمہارا پورا ہو گیا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

۲۵ شوال ۷۵۵ھ، روزِ دو شنبہ

دولتِ قدیم بوسی حاصل ہوئی۔ شیخ جمال الدین ہنسوی اور شیخ بدر الدین غزنوی اور مولانا

عالمِ علوی اور عالمِ سفلی

بدر الدین اسحاق اور دیگر عزیزان با صفا حاضر خدمت تھے کچھ دیر بعد ایک جوگی بھی پہنچا۔ دعا گو نے اس سے دریافت کیا کہ تمہارے ہاں اصل کار کیا چیز ہے؟ اُس نے کہا کہ ہمارے ہاں دو عالم مانے گئے ہیں۔

۱ عالمِ علوی

۲ عالمِ سفلی

پیشانی سے ناف تک کا تعلق عالمِ علوی سے ہے اور ناف سے پیر تک کا عالمِ سفلی ہے۔ یہ سُن کر شیخ الاسلام نے فرمایا "ہاں اچھے نے سچ بتایا مگر اتنا اور یاد رکھو کہ عالمِ علوی میں صدق و صفا اور خوش اخلاقی اور حُسنِ معاملہ کا ہونا ضروری ہے۔ عالمِ سفلی میں پارسائی اور پاکیزگی اور زہد کی بکجداشت کی جاتی ہے۔" پھر شیخ الاسلام چشمِ پُر آب ہو گئے اور بولے مجھے اس کا یہ بیان بہت پسند آیا اور کہا "جو شخص خداوند تعالیٰ کی دوستی اور محبت کا دعویٰ

کرے اور دنیا کی محبت بھی اُس کے دل میں ہو وہ دروغ گو اور جھوٹا ہے ۛ

اس کے بعد ارشاد ہوا کہ قاضی حمید الدین ناگوری تاریخ میں لکھتے ہیں کہ تین اوقات میں رحمت الہی نازل ہوتی ہے۔ سماع کے وقت اور کھانا کھاتے وقت جو عبادت کے لئے قوت پیدا کرنے کی نیت سے کھایا جائے اور درویشوں کے صغار قلب کے وقت اس گفتگو کے آثار میں چھ سات جوان و خور و سال درویش خدمت میں حاضر ہوتے اور ہوش کرنے لگے کہ ہم میں کچھ قصیدہ ہے حضور اپنے یاروں میں سے کسی کو حکم دیں کہ وہ ہماری باتیں سن لیں۔ شیخ الاسلامؒ نے مجھے اس کام پر متعین فرمایا اور مولانا بدر الدین اسحاقؒ کو میرے ساتھ کیا چنانچہ ہم نے تعمیل ارشاد کی اور انہوں نے نہایت نرمی کے ساتھ ایک دوسرے سے کہنا شروع کیا کہ فلاں روز تم نے ایسا کہا تھا اور میں نے یہ جواب دیا تھا وغیرہ وغیرہ مجھے پڑو شیخ بدر الدین اسحاقؒ پر ان کی تقریر کے لطف سے گریہ طاری ہو گیا اور ہم نے اپنے دل میں خیال کیا کہ یہ فرشتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہماری تعلیم کے واسطے بھیجا ہے کہ جھگڑوں کو اس طرح طے کرنا چاہیے۔ یہ کیفیت شیخ الاسلامؒ کو بھی معلوم ہوئی وہ بھی چشم پر آب ہوئے اور بولے بے شک ایسے موقع پر بھی چاہیے کہ گردن کی رگ نہ اٹھے اور غصے کا اثر نہ لگے۔

بعد ازاں اسی محل میں ارشاد فرمایا کہ جب تک کھانا کھائے تو لازم ہے کہ طاعت بجالائے تاکہ وہ کھانا بھی عبادت میں شامل ہو جائے۔ فقیر کو نفس کی خواہش پر ہرگز نہ کھانا چاہیے۔ پھر کہا کہ ذاحۃ الارواح میں ہے کہ ایک درویش نے اپنا صومعہ بنایا تھا۔ اور کئی برس سے اُس میں سکونت رکھتے تھے۔ ایک اور درویش بھی وہاں آئے اور دریا کی دوسری طرف فروکش ہوئے۔ جب پہلے درویش کا کھانا تیار ہوا اور انہوں نے اپنے بال بچوں کو اکٹھا

کیا اور بیوی سے کہا کہ یہ کھانا لیجا کر ان درویش کو دیدو۔ بیوی نے جواب دیا کہ دریا میں کشتی تو ہے نہیں میں کیونکر جاؤں؟ فرمایا۔ جب کنارے پر پہنچو تو یہ کہنا کہ اے دریا بحرِ مت اُس درویش کے جس نے تیس سال میں ایک دفعہ بھی مجھ سے صحبت نہیں کی مجھے راستہ دے۔ دریا تجھ کو راستہ دیگا۔ بیوی کو اُن کے یہ الفاظ سن کر بڑا تعجب ہوا کہ ان سے اس قدر تو میرے فرزند ہوتے اور یہ کیا کہتے ہیں۔ مگر خاموش روانہ ہو گئی اور دریا کے کنارے پہنچ کر وہی الفاظ کہنے لگی۔ دریا شوق ہو گیا اور عورت اس کے اندر چلی گئی اور نئے درویش کے قریب جا کر سلام کیا اور کھانا رکھ دیا۔ ان بزرگ نے کھانا نوش فرمایا اور کہا جاؤ۔ عورت حیران ہوئی کہ اب واپس کیونکر جاؤں۔ درویش نے دریافت کیا کہ تم آئیں کس طرح تھیں؟ عورت نے کہا کہ میرے خاوند نے مجھے بتایا تھا یہ کہہ کر میں آگئی۔ انہوں نے فرمایا اب یہ کہہ دینا کہ اے دریا بحرِ مت اُس شخص کے جس نے تیس سال سے کھانا نہیں کھایا مجھے راستہ دیدے۔ الغرض عورت نے یہی کیا اور دریائے بدستور راستہ دے دیا۔ جب شوہر کے پاس پہنچی تو کہنے لگی کہ ان درویش بانیوں کی حقیقت مجھ پر ظاہر کیجیے۔ فرمایا میں نے اور ان درویش نے سچ کہا تھا۔ تیس سال سے میں نے خواہش نفس سے کبھی صحبت نہیں کی۔ فقط تیرے حق کی ادائیگی کی نیت رکھتا تھا اور ان درویش نے تیس سال سے کبھی کھانا نہیں کھایا جب تک یہ ذہن میں نہ جمایا کہ اس سے عبادت کے لئے عافیت حاصل کروں گا۔ اس کے بعد اس بار سے میں گفتگو شروع ہوئی کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ چھوٹے قد کے تھے اور حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی شان میں کَنْفِیْقَةُ الْعِلْمِ فرمایا ہے یعنی علم کی قبلی۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ چھوٹے قد کے تھے۔

پھر اسی محل میں ارشاد ہوا کہ ایک دفعہ میں شیخ الاسلامؒ مختیار اوشیؒ کی خدمت میں

حاضر تھا کہ میں نامی دعا گو کے ہم خرقہ بھی اگے اور سر زمین پر رکھ کر عرض گزار ہوں کہ آج رات کو میں نے خواب دیکھا کہ ایک قبۃ ہے اور اس کے ارد گرد خلائق کے انبوء آجائے ہیں۔ میں نے انھیں کیا کرتے تھے؟ اندر کون ہے؟ کہا گیا ”حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہیں اور یہ شخص جو اندر سے باہر اور باہر سے اندر آمد و رفت کر رہے ہیں۔ عبد اللہ بن مسعودؓ ہیں۔ میں نے بڑھ کر عبد اللہ بن مسعودؓ سے کہا کہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیجئے تاکہ میں بھی سعادت پائے وہی حاصل کروں اور زیارت سے مشرف ہوں۔ وہ اندر گئے اور پھر باہر آئے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ تجھ کو ابھی اس کی اہلیت نہیں ہے۔ مگر تو بختیار رکالی کو جا کر ہمارا سلام پہنچا اور کہہ کہ جو تحفہ وہ ہر شب بھیجا کرتے تھے وہ ہمیں ملتا تھا۔ مگر اب نو راتوں سے نہیں ملا۔ پھر شیخ الاسلام ادا م اللہ برکاتہ نے فرمایا کہ خواجه قطب الدین بختیار کالیؒ ہمیشہ سوتے وقت تین ہزار مرتبہ درود شریف پڑھا کرتے تھے۔ پھر ان کے مجاہدے کا حال بیان کیا کہ عبادت خداوندی میں بیس سال انہوں نے استراحت نہیں فرمائی۔ پہلوئے مبارک زمین سے نہیں لگایا۔ پھر فرمایا کہ درویش پر خواب حرام ہے۔

ایک دن شمس دبیر مطول کا نسخہ لے کر حاضر ہوئے اور پڑھنے کی اجازت چاہی۔ شیخ الاسلام نے حکم دیا بیٹھ جاؤ اور پڑھو شمس دبیر پڑھتے تھے اور شیخ الاسلام بکرا معنی بیان فرماتے تھے اور بعض مقامات پر اصلاح بھی کرتے تھے۔ شمس دبیر اس غایت سے بے حد مسرور ہوئے۔ شیخ الاسلام نے فرمایا تمہارا ولی مطلب کیا ہے؟ شمس دبیر نے عرض کی میری والدہ نہایت ضعیف اور عمر رسیدہ ہیں۔ میں ان کی پرورش کرتا ہوں اور معاش کی بڑی تنگی ہے۔ شیخ الاسلام نے فرمایا جا کر شکرا لے آؤ۔ شمس دبیر گئے اور چپاں جتیل لے

گئے۔ شیخ الاسلام نے فرمایا انہیں تقسیم کر دو۔ ایک ایک دو دو سب کو پہنچے اور چار جتیل حضرت نے دست خاص سے دعا گو کو غایت فرمائے اور پھر فاتحہ پڑھی۔ اس کے بعد شمس دبیر کے ہاں ایسی فراخی ہوئی کہ چند روز میں وہ سلطان غیاث الدین بلبن کے دبیر بن گئے اور ان کے گھر میں گہما گہمی ہو گئی۔ الْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

۱۵۔ ماہ شوال ۶۵۵ھ

دولت قدم بوسی نصیب ہوئی۔ حضرت شیخ الاسلام

درویشی اور جاگیر

بیٹھے ہوئے تھے کہ والی اجودہ بن نے اپنے کارکنوں

کے ہاتھ دو گاؤں کی مثال اور دو تونکہ نقد حضرت کی خدمت میں پیش کرنے کے لیے بھیجے کارکنوں کو حکم ہوا کہ بیٹھ جاؤ۔ وہ بیٹھ گئے اور مال مال سامنے رکھ دیا۔ شیخ الاسلام نے مسکرا کر فرمایا کہ میں نے آج تک یہ چیز کسی کی قبول نہیں کی اور نہ یہ میرے خواجگان کی سنت ہے۔ واپس لے جاؤ اور کہو کہ اس کے طالب اور بہت ہیں ان کو دیدو۔

اس کے بعد شیخ الاسلام نے اس حال کے مناسب ایک حکایت بیان فرمائی کہ ایک

مرتبہ سلطان ناصر الدین محمود نے سلطان غیاث الدین بلبن کے ہاتھ جو ملتان کی طرف آئے تھے، چار دیہات کی مثال اور کچھ نقد دعا گو کے پاس بھیجا۔ جس میں مثال خاص میرے لئے اور نقد درویشوں کے اخراجات کے واسطے تھی۔ میں نے اُس کے لینے سے بھی انکار کر دیا تھا۔ یہ کہہ کر شیخ الاسلام رونے لگے اور بولے کہ ان چیزوں کو تم قبول کرنے لگیں تو ہم کو درویش کون کہے۔ ہم تو پھر اہل دول کی صف میں شامل ہو جائیں (کارکنان والی اجودہ بن سے مخاطب ہو کر) ماشا دکلا یہ سب لے جاؤ اور کسی دوسرے کو عطا کر دو۔ بعد ازاں ارشاد ہوا کہ ایک دفعہ دعا گو

شیخ الاسلام قطب الدین بختیار خاں کی خدمت میں حاضر تھا کہ سلطان شمس الدین انار اللہ برہانہ کے وزیر کو کبر دولت کے ساتھ آئے اور عرض پر داز ہوئے کہ سلطان نے چھ سات دیہات کی مثال اور کچھ چیزیں بطریق نذر ارسال کی ہیں۔ حضرت شیخ الاسلام نے تبسم فرما کر ارشاد کیا کہ اگر ہمارے خواجگان انہیں لے لیا کرتے تو ہمیں بھی عذر نہ تھا۔ مگر انہوں نے یہ رسم نہیں رکھی۔ ایسی صورت میں ہم انکی متابعت نہ کریں گے تو کل بروز قیامت کس منہ سے اُن کے سامنے بائیں گے۔

حسنِ ادب

اس کے بعد مشارق الانوار کی حدیثوں پر گفتگو چلی۔ ارشاد ہوا مشارق الانوار میں جس قدر حدیثیں درج ہیں سب صحیح ہیں۔ ایک بزرگ مولانا رضی الدین اصفہانی سے روایت کرتے ہیں کہ جب مولانا کو کسی حدیث میں وقت واقع ہوتی اور لوگوں سے نزاع کا موقع آجاتا تو مولانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہو کر خواب میں اس حدیث کی صحت کر لیتے تھے اس کے بعد فرمایا کہ ایک دفعہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھنی چاہی۔ عبد اللہ بن عباس نے سو ا کوئی حاضر نہ تھا۔ حضور نے ان کا ہاتھ پکڑ کر اپنے برابر کھڑا کر لیا۔ جب نماز شروع ہوئی تو عبد اللہ بن عباس نے خیال ادب پیچھے ہٹ آئے حضور نے نیت توڑ کر پھر انہیں برابر کھڑا کر لیا۔ یہ پھر پیچھے ہٹ آئے۔ یہاں تک کہ تین چار بار ایسا ہوا۔ آخر آنحضرت نے دریافت فرمایا کہ تم کیوں پیچھے ہٹ جاتے ہو؟ عبد اللہ بن عباس نے عرض کی میری کیا مجال ہے۔ جو رسول خدا کے برابر کھڑا ہو سکوں۔ حضور کو اُن کا حسنِ ادب بہت پسند آیا اور اُن کے حق میں دعا فرمائی کہ اَللّٰهُمَّ فَتِّهِلْهُ فِي السَّبِيحِ يَتْبَعِي لَكَ خَدَا اس کو دین کی سمجھ عطا فرما!

کشف و کرامت

اس کے بعد کشف و کرامت کا قصہ چھڑا۔ فرمایا کہ اس کو مکاشفہ نہیں کہتے اور یہ کام کم حوصلے والوں کا

ہے۔ شاخِ عظام نے اس کو کچھ وقعت نہیں دی۔ لہذا لازم ہے کہ جسے کشف ہو وہ اپنے تئیں کسی شمار میں نہ لائے۔ پھر ارشاد ہوا۔ ایک دفعہ خواجہ حسن نوری نور اللہ مرقدہ دریائے دجلہ کے کنارے پہنچے۔ ایک ماہی گیر نے جال ڈال رکھا تھا۔ خواجہ حسن نوری نے کہا اگر مجھ میں کرامت ہے تو اب کے جال میں ڈھالی من کی مچھلی آئے گی۔ اس امر کی خبر خواجہ جبینہ بغدادی نہ کوئی۔ انہوں نے کہا کہ کاش اب جال میں ایک سانپ آکر انہیں کاٹتا اور وہ شہید ہو کر مر جاتے۔ اب کسی کو کیا معلوم ہے کہ ان کا انجام کیسا ہوگا۔ پھر اسی آثار میں فرمایا کہ شیخ سعد الدین حمویہ کا قول ہے کہ کرامت کا ظاہر کرنا فرض کا ترک کرنا ہے۔ پھر اسی مضمون کے متعلق ارشاد ہوا کہ برادرِ سعد الدین کہتے تھے کہ میرے شہر کا والی میرے ساتھ عقیدت نہ رکھتا تھا ایک روز اُس کا میرے دروازے کے آگے سے گزر ہوا۔ اُس نے چوہدار کو یہ کہہ کر میرے پاس بھیجا کہ اس صوفی کو باہر لے آؤ۔ تاکہ میں دیکھوں کہ یہ کیسا شخص ہے۔ چوہدار نے اندر آکر یہ حال مجھے سنایا۔ میں نے اس کی بات کی طرف التفات نہ کیا اور نماز میں مشغول ہو گیا۔ چوہدار نے جا کے بادشاہ سے کہہ دیا بادشاہ خود اتر پڑا اور دُعا گو کے پاس آیا۔ میں یہ دیکھ کر کھڑا ہو گیا اور خندہ پیشانی سے پیش آیا الغرض ہم دونوں ایک جگہ بیٹھ گئے میں نے خادم کو اشارہ کیا کہ سیدے آؤ۔ اور ایک سیب تراش کر بادشاہ کو کھلایا اور خود بھی کھلایا۔ خوان میں ایک سیب سب سے بڑا تھا۔ بادشاہ کے دل میں خیال آیا کہ اگر یہ شیخ صفائے قلب کہتے ہیں تو یہ سیب مجھ کو دیں گے۔ اس کے دل میں اس خیال کا آنا تھا کہ میں نے ہاتھ بڑھا کر اُس سیب کو اٹھالیا اور بادشاہ سے مخاطب ہو کر کہا کہ میں ایک دفعہ سفر میں تھا کہ ایک شہر میں پہنچا وہاں

ایک جگہ بہشت ہے وہاں جمع تھے اور ان کے بیچ میں ایک شخص گھامتاہ میں پڑے بیٹھا تھا جس کی آنکھیں بند تھیں وہیں اس گدھے والے نے مجمع میں ایک شخص کو انگوٹھی دے دی اور گدھے سے کہا کہ اُسے تلاش کرنے۔ گدھے نے ہر شخص کو سونگھنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ انگوٹھی والے کے پاس پہنچا اور اس کو سونگھ کر وہیں کھڑا ہو گیا اور اس سے انگوٹھی لے لی۔

المنقرض فیسے کے بیان کرنے سے میرا مقصد یہ ہے کہ اگر میں اس وقت کوئی کشف کرامت کی بات کہوں تو میری یہ حرکت مجھے اس گدھے کے برابر زہرہ دیدگی اور بس۔ اور اگر ہمیں کہنا تو تم خیال کرتے ہو کہ یہ درویش صفائے قلب نہیں رکھتا۔ یہ کہہ کر میں نے وہ سیب بادشاہ کے سامنے ڈال دیا۔ پھر شیخ الاسلام پیٹم پڑا آب ہو گئے اور کہنے لگے کہ مردانِ خدا اپنے آپ کو پوشیدہ رکھا کرتے ہیں اور کرامات کو کسی کے سامنے الم نشرح نہیں کرتے۔ شیخ الاسلام یہی فوائد بیان کر رہے تھے کہ اذان کی آواز آئی۔ حضرت نماز میں مشغول ہوئے اور حاضرین رخصت۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

۲۰۔ ماہ شوال ۶۵۵ھ

شرف پائے بوسی حاصل ہوا۔ شیخ بدر الدین غزنوی اور چند دیگر عزیز موجود تھے اور حضرت امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی مدائت کا حال بیان ہو رہا تھا۔ ارشاد فرمایا کہ جب حضرت فاروقؓ مسلمان ہو گئے تو تواریکال کرا نہوں نے بلالؓ کو ساتھ لیا اور کہا مسجد کے مینار پر چڑھو اور اذان دو۔ چنانچہ اذان دی گئی۔ بلالؓ کی آواز بلند ہونا تھی کہ کفار میں تہلکہ مچ گیا کہ آج عمر اسلام لے آئے۔ اب ہماری کارروائیوں کی کامیابی مشکل ہو گئی۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

خرق عادت

۲۱۔ ماہ شوال ۶۵۵ھ

ترک دنیا

دولت قدم بوسی میسر آئی۔ ترک دنیا کے متعلق گفتگو ہو رہی تھی شیخ الاسلام نے فرمایا کہ ایک دفعہ کسی بزرگ نے پانی پر مصلے بچھا کر نماز پڑھی اور کہا کہ خداوند! خضر گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو رہا ہے۔ اس کو توبہ کی توفیق عنایت کر۔ قضا عند اللہ حضرت خضرؑ آگے اور بولے "اے بزرگوار! میں نے کیا کیا؟ بتلایے تاکہ اپنے مولا سے معافی مانگوں" کہا "تم نے فلاں بیابان میں ایک درخت لگایا ہے اس کے سائے میں تم خود بیٹھے ہو اور آرام کرتے ہو اور دعوایے یہ ہے کہ میں نے یہ کام خدا کے واسطے کیا ہے۔ حضرت خضرؑ نے اقرار کیا اور تائب ہوئے۔

بعد ازاں ان بزرگ نے حضرت خضرؑ سے ترک دنیا کی حقیقت بیان کی کہ اس طرح ہونا چاہیے اور فرمایا میں ایسا ہوں کہ اگر تمام جہان مجھے ملے اور وعدہ کیا جائے کہ تجھ سے حساب نہیں لیں گے تب بھی میں اسے قبول نہ کروں اور اگر کہا جائے کہ دنیا قبول کرو۔ ورنہ دوزخ میں ڈال دیں گے تو دوسری بات منظور کروں مگر دنیا کو قبول نہ کروں۔ حضرت خضرؑ نے سوال کیا کہ اتنی بے تعلقی کا کیا سبب ہے؟ کہا دنیا معنوب خدا سے عز و جل ہے۔ جس چیز کا خدا دشمن ہو میں بھی اُس کا دشمن ہوں۔

ذکر خدا میں استغراق

پھر اس بارے میں بحث شروع ہوئی کہ ہر حال میں اللہ کی یاد میں مستغرق رہنا چاہیے شیخ الاسلام ادا م اللہ بے کاثر نے ارشاد کیا کہ ایک شخص نے کسی درویش صاحبِ نعمت سے درخواست کی کہ جس وقت آپ یاد حق میں مشغول ہوں تو مجھے بھی یاد رکھیں۔ درویش

نے فرمایا کہ افسوس ہے اس گھڑی پر کہ جب یادِ خدا بھی ہو اور تیرا خیال بھی آئے۔

عقل و علم

پھر عقل و علم کی نسبت باتیں ہونے لگیں، کتاب مفصل بھی آگے رکھی تھی۔ ارشاد ہوا کہ خداوند تعالیٰ کی بندوں پر دو عنایتیں ہیں۔ ایک ظاہری یعنی پیغمبروں کا بھیجنا اور دوسری باطنی۔ وہ عقل ہے کیونکہ اگر کوئی شخص مالم ہے مگر عقل نہیں رکھتا تو علم اس کو کچھ نفع نہیں پہنچائے گا پھر اسی گفتگو میں فرمایا کہ میں نے آثارِ تابعین میں لکھا دیکھا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام پر جو کچھ نازل ہوا وہ موجودات کا علم ہے جس کی نسبت فرمان ہے کہ عَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلَكِ آدَمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ حِیرَان ہوئے کہ کسے منتخب کروں لیکن بالآخر انہوں نے عقل کو اختیار کر لیا اور کہا کہ عقل کے ذریعے علم بھی آجائے گا۔

پھر اسی محل میں یہ حکایت بیان فرمائی کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو مصحف میں حکم ہوا تھا کہ ماشق اور صالح لوگوں کو معلوم ہو کہ وہ چار ساعتوں سے غافل نہ رہا کریں۔ پہلی ساعت میں چلے بیٹے کہ اپنے پروردگار سے نماز کے اندر اور نماز کے آخر مناجات کریں۔ دوسری ساعت میں انہیں اعمال کا محاسبہ کرنا چاہیئے۔ تیسری ساعت میں ان کو چاہیئے کہ بھائی بندوں میں بیٹھیں انہیں اور ان کی غلطیوں کو دیکھ کر ان کی اصلاح کی کوشش کریں۔ لیکن ان کی پردہ پوشی لازمی ہے اور چوتھی ساعت میں نہ کھائیں نہ پیئیں نہ بُری صحبت میں جائیں۔ بلکہ صرف نیک کام کریں۔ اس کے بعد ارشاد ہوا کہ حدیث شریف میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وارد ہے کہ یقیناً علم و عقل ایک دوسرے کے شریک ہیں۔ علم عقل سے الگ ہے اور نہ عقل علم سے پس لوگوں میں افضل کون ہے؟ وہ جو اپنے آپ کو پہچانتے تو اس صورت میں عقل ممتاز رہی۔

پھر اس محل میں ارشاد فرمایا کہ قاضی حمید الدین ناگوریؒ تواریخ میں لکھتے ہیں کہ ہر چیز کی انتہا ہوتی ہے اور عبادت کی انتہا عقل ہے۔ کیونکہ بغیر علم عبادت سیہودہ اور بغیر عقل علم در دہر قیامت کے روز نہ حجت یہی ہوگی۔ امام اعظمؒ سے دریافت کیا گیا کہ آپ جو ہر اہل بیت اور ہر حدیث سے ہزار ہزار مسئلے نکالتے ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا میری عقل مجھے مدد دیتی ہے۔ اگر عقل صحیح نہ ہوتی تو ایک بات بھی نہ سمجھ سکتا۔ شیخ الاسلامؒ نے ارشاد کیا کہ عقل تمام چیزوں سے شریف تر ہے۔ اگر عقل نہ ہوتی تو اللہ کی معرفت بھی نصیب نہ ہوتی۔

اسی گفتگو کے بعد اذان ہو گئی۔ شیخ الاسلام نماز میں مشغول ہو گئے اور دعا گو و خلعت رخصت۔ الْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَىٰ ذٰلِكَ

۱۰ ماہ ذیقعدہ ۶۵۵ھ

بسلۃ عقل و علم

دولت قدم بوسی حاصل ہوئی۔ پھر علم و عقل کی گفتگو جاری تھی۔ فرمایا: ”علم خدا کے نزدیک کل عبادتوں سے افضل اور بالاتر ہے“ اس کے بعد شیخ الاسلام چشم پر آب ہو گئے اور کہنے لگے ”علم وہ ہے جسے عالم نہیں جانتے اور نہ پردہ ہے جس کو زاہد نہیں جانتے اور اصل کار ان دونوں سے باہر ہے۔ مرد کو چاہیئے کہ ان دونوں سے دل اٹھائے۔“

پھر ارشاد کیا کہ کاش لوگوں کو علم کا درجہ معلوم ہوتا تو سب کاموں سے دست بردار ہو کر اس کی تحصیل میں لگ جاتے۔ علم ایک ابر ہے جو رحمت کے سوا کچھ نہیں برساتا۔ جو اس ابر سے حصہ لیتا ہے گناہوں سے پاک ہوتا ہے۔

پھر اسی مضمون کے موافق ارشاد ہوا کہ ایک روز ہم اور شیخ جلال الدین تبریزی ایک جگہ بیٹھے تھے۔ ذکر ہوا کہ علم کی مثال شیشے کی قندیل میں ایک روشن چراغ کی سی ہے۔ جس سے کل عالم ناسوت و ملکوت روشن ہیں۔ جو اس کے پر تو سے مستفیض ہو اُسے تاریکی کا اندیشہ نہیں۔

پھر اسی محل میں فرمایا کہ علماء علم سے غافل ہیں۔ انہوں نے دنیا کو اپنا قبلہ بنا رکھا ہے اور دانی کے غور سے اپنے نفسوں کو ٹوٹا کر لیا ہے۔ یہ کہہ کر شیخ الاسلامؒ رونے لگے اور بولے کہ شرح علماء میں مرقوم ہے کہ فردائے قیامت کو اُن صلحا و علماء کے لئے جو دنیا میں اہل دنیا کے ساتھ مشغول رہتے تھے اور اپنا منصبی کام نہ کرتے تھے حکم ہو گا کہ انہیں عرصات میں حاضر کرو۔ پھر فرشتگان عذاب کے کہا جائے گا کہ ان کی گردنیں اتشیں زنجیروں سے جکڑ کر دوزخ میں لے جاؤ۔ پھر فرمایا ان علماء سے مراد وہ علماء ہیں جو بظاہر پارسائی دکھاتے ہیں اور باطن میں علم پر عمل نہیں کرتے اور مکہ و حبشہ کے ساتھ دنیا کماتے ہیں۔ اس کے بعد ارشاد ہوا کہ قاضی حمید الدین ناگوریؒ راجحۃ الادواح میں رقم طراز ہیں کہ انسان اگر اپنے علم پر مغرور نہ ہو اور اس کا جائز استعمال کرے تو خدا تعالیٰ اسے حلال حرام حق و باطل اور نیک و بد کی صحیح تمیز عنایت فرما دیتا ہے۔

عقل کی بہت سی قسمیں ہیں۔ مگر عالم نام مطلق ہے۔ عالم و حقیقت اُسے کہتے ہیں جو علم نبویؐ جانتا ہو۔ اور علم نبویؐ کا تعلق آسمان سے ہے۔ کیونکہ وہ کل ہمارے پروردگار نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بذریعہ وحی نازل کیا تھا۔ بعد ازاں معرفت میں گفتگو ہونے لگی۔ فرمایا کہ آدمی اپنے آپ کو نہیں پہچانتا۔ ہوا و ہوس اسے دوسری باتوں میں مبتلا کر دیتی ہے۔ ورنہ جو خود کو پہچان لیتا ہے اُسے خدا کی محبت ہو جاتی ہے اور کسی غیر کی اُس

کے دل میں جگہ نہیں رہتی۔ اگر ہر وہ ہزار عالم اس کے سامنے آئیں تو وہ التفات نہ کرے۔ پھر دعا گو سے مخاطب ہو کر ارشاد کیا کہ اہل معرفت وہ لوگ ہیں کہ جن کے اگے خبریں اسرافیل اور میکائیل جیسے لاکھوں مقرب فرشتے بھی عرش سے لے کر تحت الثرائے تک جمع ہو جائیں تو وہ انہیں موجود نہ سمجھیں اور نہ انہیں ان کے آنے اور جانے کی خبر ہو۔

پھر اسی محل پر فرمایا کہ ایک روز میں حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کی خدمت میں حاضر تھا۔ انہوں نے کہا کہ جب خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ اپنے کسی بندے کو اپنا دوست بنائے تو ذکر کا دروازہ اُس پر کھول دیتا ہے اور حیرت و وحشت کی سرلے میں اس کو جگہ دیتا ہے جو اُس کی عظمت و جلال کا محل ہے۔ اسی طرح ہر بندہ خدا تعالیٰ کی حفاظت و حمایت میں آجاتا ہے۔

پھر اسی آثار میں فرمایا کہ ایک روز میں شیخ الاسلامؒ حضرت معین الدین بخاریؒ کی خدمت میں حاضر تھا۔ انہوں نے فرمایا کہ اہل معرفت کو اوقات میں توکل کرنا چاہیے۔ اور یہ علم علوی شوق سے حاصل ہوتا ہے۔ جب عارف کو یہ مقام مل جاتا ہے تو اُسے اپنی خبر نہیں رہتی۔ خواہ اسے آگ میں ڈال دو۔

پھر ارشاد ہوا کہ اہل معرفت گفتگو کا دعویٰ اس وقت کر سکتے ہیں کہ پہلے اپنے تئیں خلق کو ثمرہ معرفت سے بہرہ ور دکھائیں اور جو لوگ ادعا سے محبت پر کتر چسپی کرتے ہوں انہیں شکست دیں۔

بعد ازاں شیخ جلال الدین تبریزی رحمہ اللہ علیہ کے اشغال کا حال فرماتے ہوئے کہ فرمایا کہ رعلت کے موقع پر ایک مرید حاضر تھے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے شیخ کو ایسی حالت میں تبسم کناں دیکھ کر عرض کیا کہ اے غلام! آپ اب دنیا سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے کوچ کر رہے ہیں

اور آپ کو رنج نہیں۔ چہرے پر لٹی ہنسی ہے۔ کہا۔ میان خدا تعالیٰ کے پہچاننے والوں کی یہی شان ہونی چاہیے۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ وہ شخص بیشک عاشق و ماریف ہے جس کے دل میں ہر چیز سے خدا تعالیٰ کی یاد پیدا ہو۔ پھر ارشاد ہوا کہ میں نے شیخ الاسلام حضرت قطب الدین بختیار کاکی دمشقیؒ کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ عقل کے درخت کو فکر کا پانی دیا کہ وہ خشک نہ ہو جائے بلکہ روز بروز بڑھتا رہے اور غفلت کے درخت کو بھل کا پانی مناسب ہے اس کی اس سے جڑ بندھتی رہے اور توبہ کا درخت نہایت کے پانی سے پرورش پاتا ہے اور بار آور ہوتا ہے اور بخت کا درخت موافقت کے پانی سے پھرتا چلتا ہے۔

پھر اسی محل میں فرمایا کہ حضرت خواجہ معین الدین سنجریؒ کے واقعات میں مرقوم ہے کہ جس رات کو حضرت کا انتقال ہونے والا تھا اُس رات حضرت نے کئی بار جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خواب میں زیارت کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ خدا کا دوست معین الدین آتا ہے۔ ہم اس کے استقبال کے لیے آتے ہیں اور جب حضرت کا وصال ہو گیا تو حضرت کی پیشانی پر کھنکھایا ہوا دیکھا کہ حَبِيبُ اللّٰهِ مَاتَ فِي حُبِّ اللّٰهِ۔

شیخ الاسلام ان الفاظ تک پہنچے تھے کہ اذان کی آواز سنائی دی۔ خواجہ نماز میں مشغول ہوئے اور خلق و دعا گو واپس آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذٰلِكَ۔

۱۲ ذیقعدہ ۶۵۵ھ

ترک دنیا کی فضیلت

دولت پائے بوسی میسر آئی۔ مولانا بدر الدین غزنویؒ

اور شیخ جمال الدین ہنسویؒ اور دیگر عزیز حاضر خدمت تھے اور ترک دنیا پر بحث ہو رہی تھی۔ فرمایا کہ جس روز سے حق تعالیٰ نے دنیا کو پیدا کیا ہے۔ دشمنی کے باعث اس کی طرف نظر نہیں کی۔

پھر اسی اثنا میں ارشاد کیا کہ امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قول ہے کہ میں دو چیزوں سے ڈرتا ہوں۔ ایک درازیِ امل کی آرزو سے اور دوسرے دنیا اور خواہشِ نفس کی متابعت سے۔ کیونکہ نفس بندے کو یادِ حق سے باز رکھتا ہے اور درازیِ امل کی آرزو آخرت کو بھلا دیتی ہے۔ پھر ارشاد ہوا کہ غزنین میں ایک بزرگ تھے۔ اُن سے میں نے پوچھا کہ دنیا کی ہماری طرف پشت ہے اور آخرت کا ہماری طرف مُنہ ہے۔ ہم کے عزیز رکھیں؟ جواب دیا کہ ”آخرت کو“ اور اُسی کے بہتر بنانے کی کوشش کرو۔ کیونکہ کل بروز قیامت وہ کوششیں کام آئیں گی اور دیکھو آج جو کام یہاں کئے جاسکتے ہیں۔ کل اُن کا موقع نصیب نہ ہوگا۔

پھر اسی محل میں حکایت بیان کی کہ خواجہ عبداللہ بن سہیل تشری نے جو کچھ مالِ منالِ دنیا اُن کے پاس تھا سب اللہ کی راہ میں دیدیا۔ اہل خاندان طاعت کرنے لگے کہ خرچ کے واسطے تو کچھ بچا لیا ہوتا۔ خواجہ نے کہا مجھے اس فکر کی ضرورت نہیں۔ پھر اسی گفتگو میں ارشاد فرمایا کہ اسرار العارفین میں خواجہ یحییٰ معاذ رازیؒ کی ایک تحریر میرے مطالعے سے گزری کہ جب حکمتِ آسمان سے اُترتی ہے تو ہر دل کو اپنا مسکن نہیں بناتی۔ جن لوگوں کو ان چار امراض میں سے ایک مرض بھی ہوگا۔ حکمت ان سے ہمیشہ دور رہے گی۔

- ۱ حرمِ دنیا۔
- ۲ فکرِ دنیا۔

اس میں یہ روایت دکھائی دیتی۔ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُفُّوا أَيْدِيَكُمْ عَنْهُنَّ وَاصْبِرُوا لَهُنَّ إِنَّهُنَّ رِجَالٌ كَاذِبُونَ**۔

باقی اور گراں بار ہلک ہوئے۔
بعد ازاں خدا تعالیٰ کی بزرگی میں گفتگو شروع ہوئی۔ ارشاد ہوا کہ خدا تعالیٰ نے سب بزرگ ہے، لیکن جب یہ بات کل دنیا بابت ہے تو اس نعمت سے محروم کیوں رہتی ہے اور نہ کہ وہ ذکر میں ہو کہ اسے صرف نہیں کرتی۔

پھر ارشاد ہوا کہ بعض بندے اللہ کے ایسے ہیں جو دوست کا نام سن کر جان و مال فدا کر دیتے ہیں۔ چنانچہ اسماعیلؑ تابعین میں مرقوم ہے کہ کسی درویش نے جنگلیں اپنا مسکن بنایا تھا اور ساٹھ برس سے علم تفکر میں استادہ تھے۔ ناگاہ غیبی نازل آیا: **يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلدِّينِ إِمَامًا**۔ درویش مذکور نے جو دوست کا نام نہائی اسے ایک نعروہ مار کر گر پڑے۔

دیکھا تو جان بحق تسلیم ہو چکے تھے۔

پھر اسی محل میں فرمایا اگر اگر اہل سلوک بھی خدا کی بارے میں فاعلیت میں تو کہتے ہیں کہ ہم اس وقت مردہ ہیں۔ اگر زندہ ہوتے تو مولے کا ذکر ہم سے لگت ہوتا۔

پھر اسی موقع پر ارشاد کیا کہ بعد ازیں ایک بزرگ تھے کہ ہر ارباب ذکر اللہ ان کا روزانہ وظیفہ تھا۔ ایک دن وہ ناغہ ہو گیا۔ غیب سے آواز آئی کہ فلاں ابن فلاں مر رہا۔ وہ اس نے آواز کو سن کر جمع ہوئے اور ان بزرگ کے دو وارے پر پہنچے، گودہ زندہ تھے۔ سب حیرت میں پڑ گئے اور بزرگ سے معذرت کرنے لگے کہ غلطی یا غلط فہمی ہوئی۔ انہوں نے متہم فرمایا اور کہا کہ آپ صاحبان یحییٰؑ اُٹے۔ جیسا کہ آواز میں متاویس ہی ہاں ہو۔ میرا وظیفہ تادم ہو گیا تھا۔ وہاں احاطات کر یا کریں مریا۔ پھر اسی گفتگو میں ارشاد ہوا کہ زبان پر مولے کا ذکر رکھنا ایمان کی نشانی اور نفاق سے بے زاری اور شیطان سے صدارت اور

۲ مسلمانوں سے لطف و حسد۔
۳ شرف و باہ کی محبت۔

پھر فرمایا کہ بار بار پڑھاؤ انکیزن کر کے ساتھ ایک دفعہ میں کہیں بیٹھا تھا کہ زہر پر یہ گفتگو چھڑ گئی کہ تین چیزیں بہرہ و دور دستی کے لئے لازمی ہیں۔ ہمیں شخص میں یہ تین چیزیں نہ ہوں گی نہ چھڑی نہ ہو گا۔

۱ دنیا کی شادخت پائس سے ہاتھ اٹھانا۔

۲ مولے کی طاعت کرنی اور ادب ملحوظ رکھنا۔

۳ آخرت کی آرزو مندی اور اس کا طلب کرنا۔

اس کے بعد ارشاد ہوا کہ ہمارے خواجگان میں سے خواجہ فضیل بن عیاضؒ سے منقول ہے کہ قیامت کے دن دنیا نہایت زریب و زینت کے ساتھ آراستہ ہو کر میران میں نکلے گی اور عرض کریں کہ اے پروردگار! اب تو مجھے اپنا بندہ بنا۔ اس پر خدا تعالیٰ جواب دے گا کہ میں تجھے منہ نہیں لگاتا۔ تیرے پیروں سے مجھے بھی خوشی نہیں ہوئی۔ اتنے میں دنیا ریزہ ریزہ ہو جائے گی۔

پھر مولا کی ملاوت متوجہ ہو کر فرمایا کہ دنیا ترک کر دنا قیامت کے روز دوزخ سے محفوظ رہو۔ پھر ارشاد ہوا کہ جس قدر فتوحات اور نصرتیں سے پاس آتا ہے۔ میں اگر اسے جمع کروں تو خزانے بھیجی مائی، لیکن میں سب کچھ کسی کی راہ میں صرف کر دیتا ہوں۔ پھر اسی محل میں فرمایا کہ خواجہ مودودی رحمتہ اللہ علیہ شرح اولیاء میں فرماتے ہیں کہ تمام ہمہ داری اور باقی ایک مکان میں جمع کر کے اس کی گنجی دنیا کو بایا گیا ہے۔ جو لوگ دانا اور دوزخ اندیش ہیں وہ اس مکان اور اس مکان کی گنجی کے پاس نہیں ٹھکتے۔ امام زہریؒ کی تفسیر سامنے رکھی تھی

دوزخ سے حفاظت ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ شرح مشائخ میں لکھا ہے کہ جب مومن ذکر الہی کے ساتھ زبان کھولتا ہے آسمان سے ایک ندا آتی ہے کہ اٹھو اور خوشی کرو کہ خدا تعالیٰ نے تمہارے گناہ بخش دیئے۔

پھر فرمایا کہ جب میں سیستان میں تھا تو میں نے ایک درویش کو عالم سکر میں کھڑا دیکھا۔ سوائے ذکر کے کوئی بات نہ کرتے تھے۔ الغرض جب ذکر میں سعادت ابدی ہو تو لازم ہے کہ ہم رات دن۔ اٹھتے بیٹھتے، کھڑے لیٹے، وضو بے وضو ہر حالت میں بجز وقت قضا سے حاجت کے ذکر سے غافل نہ ہوں۔

پھر اسی محل میں ارشاد ہوا کہ ایک بزرگ تھے کہ جس شخص کو حدیث شریف میں کوئی مشکل درپیش ہوتی یہ اسے حل کر دیتے۔ ایک روز کنگھی کرنے کی نسبت گفتگو ہو رہی تھی۔ انہوں نے فرمایا کہ کنگھی کرنا ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دیگر پیغمبران علیہم السلام کی سنت ہے جو شخص رات کے وقت ڈاڑھی میں کنگھی کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو فقر کی آفت میں مبتلا نہ کرے گا۔ ڈاڑھی میں جس قدر بال ہوتے ہیں ان میں سے ہر ایک کے بدلے ہزار غلام آزاد کرنے کا ثواب دے گا اور اسی قدر گناہ دُور کرے گا۔ اگر لوگ کنگھی کرنے کے اجسڑ کو جان جائیں تو سب عبادتوں سے باز رہ کر اسی عبادت کو پکڑ لیں۔

پھر فرمایا کہ ایک کنگھی دو آدمیوں میں مشترک نہ ہونی چاہیئے۔ کیونکہ یہ بات ان دو آدمیوں میں حیدائی ڈال دے گی۔ پھر ارشاد ہوا کہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں ایک عورت کے ہاں دو بچے ہوئے۔ اس کے لواحقین نے آنحضرت سے دریافت کیا کہ ان کو کیوں کر علیحدہ علیحدہ کریں۔ اتنے میں جناب جبریلؑ تشریف لائے اور عرض گزار ہوئے کہ یا رسول اللہ حکم فرمائیے کہ ان دونوں بچوں کے سروں میں ایک

کنگھی کرو۔ دونوں علیحدہ ہو جائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور چند دنوں میں وہ علیحدہ ہو گئے۔

بعد ازاں نماز باجماعت کی بابت باتیں ہونے لگیں۔ شیخ الاسلامؒ نے نہایت تاکید سے ارشاد فرمایا کہ اگر دو شخص ہوں تب بھی جماعت ہی سے نماز ادا کرنی چاہیئے۔ اگرچہ دو آدمیوں کی جماعت پر جماعت کا حکم نہیں لگتا مگر ثواب جماعت ہی کا ملتا ہے۔ بعدہ حضرتؒ نے یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک دفعہ میں لاہور کی طرف سفر کر رہا تھا کہ ایک عزیز صاحب نعمت سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے کہا کہ خداوند تعالیٰ کے ذکر سے چھ باتیں حاصل ہوتی ہیں۔

اول یہ کہ ایسی حالت میں پہنچ جاتا ہے کہ حضرت تعالیٰ و تقدس کو چشم دل سے دیکھنے لگتا ہے دوسرے یہ کہ خداوند تعالیٰ اسے گناہوں سے باز رکھتا ہے اور جو شخص ذکر کے وقت معاصی کا خیال نہ چھوڑے تو یہ اس امر کی علامت ہے کہ خداوند تعالیٰ نے اسے دُور کر دیا ہے تیسرے یہ کہ جو شخص کثرت سے ذکر الہی کرے گا خدا کی دوستی اس کے دل میں مستحکم ہوگی۔

چوتھے جو خدا کا ذکر زیادہ کرتا ہے خدا اس کو عزیز رکھتا ہے۔

پانچویں یہ کہ ذکر ملنے والا جنات کے شر سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

چھٹے یہ کہ خدا تعالیٰ قبر میں اس کا مونس ہوتا ہے پھر اسی مضمون کے مطابق فرمایا کہ کوئی ذکر کلام اللہ پڑھنے کے برابر نہیں ہے۔ اس کی تلاوت کرتے رہنا چاہیئے کہ اس کا ثمرہ تمام طاعتوں سے بڑھ کر ہے۔

سورہ ملک کی فضیلت

اس کے بعد ارشاد ہوا۔ میں نے شیخ الاسلام قطب الدین بختیار کاکی اوشی رحمۃ اللہ علیہ کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ حدیث شریف میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وارد ہے کہ سورہ ملک کا نام توریت میں ماثور اور پارس میں ماثورہ ہے اور یہ سورت مذاب قبر سے محفوظ رکھنے والی ہے۔ پھر فرمایا حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص رات کو سورہ یسین پڑھے اُسے ایسا ثواب ہوتا ہے۔ گویا اُس نے شب قدر پائی۔

اللہ کے ذکر کی فضیلت

پھر ارشاد ہوا کہ بغداد میں ایک بزرگ اللہ اللہ بہت کہتے تھے۔ ایک روز راستے میں اُن کا گزر ہوا۔ اور ایک لکڑی ان کے سر پر ایسی گری کہ اُن کا سر پھٹ گیا اور خون نکلنے لگا۔ سننے کی بات ہے کہ جو قطرہ خون زمین پر گرتا تھا۔ اُس سے نقش اللہ بن جاتا تھا۔ واقعی یہ درست ہے کہ جو شخص جس کام میں مرے گا اسی میں اس کا حشر ہوگا۔

دُعا کی فضیلت

بعدہ دُعا کے متعلق گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا میں نے فتاویٰ کبریٰ میں دیکھا ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں۔ لَيْسَ شَيْءٌ أَكْبَرُ عِنْدَ اللَّهِ مِنَ الدُّعَاءِ یعنی خداوند تعالیٰ کے نزدیک دُعا سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں ہے۔ پھر ارشاد ہوا کہ حضرت شیخ الاسلام معین الدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ، خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ قُوْتُ الْقُلُوبِ میں لکھا ہے کہ اِنَّ اللَّهَ يُجِيبُ الْمُتَلَبِّينَ فِي الدُّعَاءِ یعنی خداوند تعالیٰ مسلمانوں کو دُعا کرنے کے وقت دوست رکھتا ہے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا ایک دفعہ میں اور برادر م بہار الدین زکریا بلتانیؒ ایک

ملکہ تھے کہ ایک اور صاحب نعمت بزرگ بھی وہاں پہنچے اور ہم مینوں میں دعا کے بارے میں گفتگو ہونے لگی۔ اُن بزرگ نے فرمایا کہ جو شخص ان چار باتوں کا خیال نہیں رکھتا۔ اللہ بھی اُسے چار چیزوں سے محروم کر دیتا ہے۔

- | | | | |
|---|-------|---|---------------|
| ۱ | زکوٰۃ | ۲ | صدقہ و قربانی |
| ۳ | نماز | ۴ | دُعا |

تَرْکِ زکوٰۃ سے برکت باقی رہتی ہے۔ ترک صدقہ سے صحت بگڑنے لگتی ہے۔ ترک نماز سے مرتے وقت ایمان سلب ہو جاتا ہے اور ترک دعا سے پھر دعا مستجاب نہیں ہوتی۔ اس کے بعد ارشاد ہوا کہ بغداد میں ایک بزرگ کو شیر کے آگے ڈالا گیا تاکہ شیر انہیں ہلاک کر دے مگر وہ

سلامتی کا وظیمہ

سات روز تک اس کے آگے پڑے رہے اور اس نے اُن کا بال بیکا نہ کیا۔ یہ سلامتی اُن کی اس اسم باری تعالیٰ کے سبب سے تھی جو ہر وقت ان کے پاس رہتا تھا۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ یَا دَاۤءِیَ السُّعُبٰلَا فَنَکَّۃً وَ یَا قَاتِلَیَ السُّبُلَا دَوَالِ وَ یَا اَمِیْرَ مِیْلَا وَ زَیْرَیْہِ کہہ کر شیخ الاسلام چشم پر آب ہو گئے اور بولے تیرا دشمن یہی نفسِ آمارہ اور امیس یعنی ہے۔ اسی اُثار میں اذان کی آواز آئی۔ شیخ الاسلام نماز میں مشغول ہوئے اور خلق و دعا گو رخصت۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

۲۔ ماہ ذی الحجہ ۶۵۵ھ

ماہ ذی الحجہ کے اعمال و فضائل

دولت پاتے بوسی حاصل ہوئی۔
ماہ ذی الحجہ کی فضیلت میں گفتگو

ہو رہی تھی۔ ارشاد ہوا کہ شیخ الاسلام قطب الدین مجتہد رکا کی اوشی کے اور اد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے آیا ہے کہ دو رکعت نماز ماہ ذی الحجہ کی پہلی شب کو ادا کرے پہلی رکعت میں ایک بار سورہ فاتحہ اور تین آیتیں سورہ انعام کی اور دوسری رکعت میں ایک بار سورہ فاتحہ اور ایک بار قل یا ایہا الکافرون پڑھے۔ خدا تعالیٰ اس کے نامہ اعمال میں حج کرنے والوں کا ثواب لکھے گا۔

اس کے بعد شیخ الاسلام نے فرمایا کہ ایک جوان فاسق کا انتقال ہوا جو نہایت گنہگار اور بڑا بدکردار تھا۔ لوگ متفکر ہوئے کہ خدا جانتے نیک و نیکو قبر میں اس کا کیا حال ہو گا؟ انہی ایام میں وہ کسی بزرگ کے خواب میں آیا۔ بزرگ نے پوچھا کہ کوہیسی گزری۔ خدا کے ساتھ کیا معاملہ رہا؟ اس نے کہا کہ جب لوگ مجھے دفن کر کے واپس چلے گئے تو دفن گاہ کے عذاب منوار ہوئے کہ گرزوں سے میری خبر لیں، مگر فوراً حکم الہی پہنچا کہ نہیں ہم نے اس بندے کو بخشا اور اب سے بہشت میں جگہ دی۔ یہ حج کرنے والوں میں سے ہے۔ فرشتے ٹوک گئے اور عرض گزار ہوئے یہ شخص تو حد درجہ کافق و فاجر تھا۔ اس سے کونسی نیکی وجود میں آئی جو تو نے پسند کر لی۔ جواب ملا کہ ہاں حقیقت تو یہی ہے جو تم کہتے ہو، لیکن اس نے ایک سال ماہ ذی الحجہ کی پہلی شب میں دو رکعت نماز ادا کی تھی اس لئے میں نے اس کے تمام معاصی کو نظر انداز کر دیا۔

بعد ازاں اسی محل میں فرمایا کہ وہ نبی بن مہدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خداوند تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ہر یہ بھیجا۔ ہر آئیل وہ ہر یہ لیکر آئے اور کہنے لگے کہ اے موسیٰ جو شخص ذی الحجہ کے دس دنوں میں یہ کلمات پڑھے اُس کو ایسا ثواب ہو گویا اس نے بارہ ہزار بار تورات کی تلاوت کی ہے اور بارہ ہزار نیکیاں اس کے نامہ اعمال

میں لکھی جائیں اور بارہ ہزار گناہ اُس کے معاف ہوں اور ایک ہزار فرشتے اس کے واسطے دعا کریں اور اس کا یہ عمل کل اہل زمین کے عملوں سے فاضل تر ہو۔

پھر ارشاد ہوا کہ میں نے شیخ الاسلام شہاب الدین سہروردیؒ کی عوار المعانی میں بدست فقیہ ابواللیث سمرقندیؒ لکھا دیکھا ہے کہ یہ کلمات انجیل میں بھی نازل ہوئے تھے اور ان کی برکت سے نابینا بنیا ہو کر دیکھنے لگتا تھا کہ آسمان سے نور اتر رہا ہے۔ اس کے بعد شیخ الاسلام نے فرمایا کہ جو شخص ان کلمات کی حرمت و تعظیم کا خیال رکھے گا وہ ان کے اثر کو انشاء اللہ تعالیٰ ضرور دیکھے گا۔

اول روز سوم تہ پڑھے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِي وَيُمِيتُ وَهُوَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

دوسرے روز سوم تہ کہے۔ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ إِلَهًا وَاحِدًا أَحَدًا أَفَرَدًا أَوْثَرًا لَمْ يَتَّخِذْ صَاحِبَةً وَلَا وَلَدًا۔

تیسرے روز پڑھے۔ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ أَحَدًا صَمَدًا لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ۔

چوتھے روز سوم تہ یہ پڑھے۔ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِي وَيُمِيتُ وَهُوَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔

پانچویں روز سوم تہ پڑھے۔ حَسْبِيَ اللَّهُ وَكَفَى وَسَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ دَعَا وَلَيْسَ وَدَاعُهُ الْمُنْتَهَى سُبْحَانَ مَنْ لَمْ يَزَلْ يَكْرِمُكَ وَأَلْبِزْ أَلْ رَحِيمًا۔

چھٹے روز وہی روز اول کا وظیفہ اور ساتویں روز دوم کا وظیفہ اور اٹھویں

روز سوم کا اور نویں دن روز چہارم کا اور دسویں دن روز پنجم کا۔

پھر ارشاد ہوا کہ عشرہ ذی الحجہ میں وتروں کے بعد اور سونے سے پہلے دو رکعت نماز ادا کرے۔ ہر رکعت میں فاتحہ اور اِنَّا اَعْطَيْنَاكَ اَیْکَ اَیْمُنَہُ پڑھے تو خدا تعالیٰ اس کو اس قدر ثواب عایت فرمائے گا کہ جس کا اندازہ سوائے اُس کے کوئی نہیں کر سکتا۔ اس نماز کے پڑھنے والے کو موت نہیں آتی جب تک وہ جنت میں اپنی جگہ اپنی آنکھ سے نہیں دیکھ لیتا۔

اس کے بعد اسی مضمون کے موافق فرمایا کہ شیخ الاسلام نے شیخ سعد الدین حمویہ کو خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ کیا حال ہے؟ شیخ نے کہا خدا تعالیٰ نے مجھے بخش دیا اور ہر ہر طاعت کا بدل اس کے اندازے سے عطا کیا، مگر ان دو رکعتوں کا اجر جو میں عشرہ ذی الحجہ میں پڑھا کرتا تھا بے اندازہ دیا۔

بعد ازاں فرمایا کہ اس عشرے کے اندر جو شب جمعہ اور روز جمعہ آئے تو اس میں چھ رکعتیں ادا کرنی چاہئیں۔ ہر رکعت میں فاتحہ ایک بار اور اخلاص ۱۵ بار اور پھر سلام پھیر کر درود شریف اور یہ کلمات پڑھے۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْمَلِکُ الْحَقُّ الْمُبِیْنُ حق تعالیٰ اس کے بدلے انسان کو اس قدر ثواب دیتا ہے کہ جس کی انتہا نہیں۔ چوبیس ہزار پیغمبروں کا ثواب اور سالِ آئندہ کے اختتام تک کوئی گناہ نہیں لکھا جاتا۔ اس کے بعد ارشاد ہوا کہ میرے دوستوں میں سے ایک شخص نہایت صالح اور صاحبِ نعمت تھے اور یہ نماز پڑھا کرتے تھے۔ اُن کے انتقال کے بعد میں نے انہیں خواب میں دیکھا اور دریافت کیا کہ کہو کیسی گزری؟ کہنے لگے کہ شیخ الاسلام معین الدین بخاریؒ کے اور ادبیں لکھا دیکھا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص عشرہ ذی الحجہ میں

سورہ والفجر پڑھے گا۔ خدا تعالیٰ اُسے آتش دوزخ سے محفوظ رکھے گا۔

پھر اسی محل میں فرمایا کہ حضرت شیخ الاسلام معین الدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو اُن کے انتقال کے بعد خواب میں دیکھا گیا کہ کہتے ہیں۔ موت قبر اور منکر و نکیر کے سب مرحلے بفضلہ آسان ہو گئے۔ مگر جب میں عرش کے نیچے پہنچا اور مسجدے میں گر پڑا تو نہ اُنی کہ معین الدین سر اٹھا اور بول کہ تو اس قدر خائف کیوں رہتا تھا؟ عرض کیا کہ تیری جباری اور قہاری کے ڈر سے فرمان ہوا جو آدمی ہمارے کام میں لگ جاتے ہم اُس کے کام میں لگ جاتے ہیں اور جو عشرہ ذی الحجہ میں سورہ والفجر بھی پڑھے اُسے خوف اور ڈر سے کیا کام۔ جاتے بخش دیا گیا۔

اس کے بعد ارشاد ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص دن کو چھ رکعت نماز ادا کرے اور پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد ایک بار والعصر اور دوسری میں ایک بار لایلف اور تیسری میں ایک بار اخلاص اور چوتھی میں ایک بار اذاجار نصر اللہ پڑھے تو اس کا ثواب اتنا ہے کہ تمام خلائق مل کر بیان کرنا چاہے تو زبان کر سکے۔ پھر ارشاد ہوا کہ جو شخص عرفہ ذی الحجہ کی شب میں دو رکعت نماز پڑھے اور ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد آیت الکرسی سو سو بار تلاوت کرے ہزار ہزار حجوں کا ثواب اس کے نامہ اعمال میں لکھا جائے۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک دفعہ میں حضرت شیخ الاسلام معین الدین بخاریؒ کے روضہ مبارک میں مقیم تھا کہ ماہ ذی الحجہ آگیا۔ میں نے عرفے کی شب میں نماز ادا کی اور روضہ مطہرہ کے پاس بیٹھ کر کلام مجید پڑھنے لگا۔ تھوڑی رات گزری ہوگی میں پندرہویں پارے پہنچ گیا۔ لیکن غلطی سے شیخ میں سورہ کہف یا سورہ مریم کا کوئی حرف زبان سے ادا نہیں

ہوا۔ مخدوم کے روضہ مبارک سے آواز آئی کہ اس رہے ہوئے حرف کو پھر پڑھو۔ میں نے اعادہ کیا۔ فرمایا خوب پڑھتے ہو۔ فرزند خلیف کو ایسا ہی پڑھا جائیے۔ جب سارا قرآن پاک ختم کر چکا تو میں نے اپنا سر پائین روضہ مبارک پر رکھا اور رو کر کہنا شروع کیا کہ مجھے معلوم نہیں کہ میرا کس گروہ میں شمار ہے۔ نہ آئی کہ مولانا جو شخص یہ نماز (مذکورہ بالا) ادا کرے وہ یقیناً جنتی ہے۔ میں نے فوراً مزار کو چوم لیا اور سمجھا کہ میں کچھ ہوں تو سہی او میری خاطر جمع ہو گئی۔

اس کے بعد ارشاد ہوا کہ جو شخص عرفے کے روز ظہر و عصر کے درمیان چار رکعت نماز ادا کرے اور ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے ساتھ سورہ اخلاص پچاس دفعہ پڑھے تو اس کی دعا ضرور مستجاب ہوگی۔

پھر فرمایا کہ عرفے کے روز سو مرتبہ پڑھنا چاہیے۔ بِسْمِ اللّٰهِ مَا شَاءَ اللّٰهُ لَا يُؤْتِ الْخَيْرَ إِلَّا اللّٰهُ مَا شَاءَ الْخَيْرُ مَكْلَةً بِسْمِ اللّٰهِ بِسْمِ اللّٰهِ مَا شَاءَ اللّٰهُ لَا يَصْرِفُ السُّوءَ إِلَّا اللّٰهُ بِسْمِ اللّٰهِ مَا شَاءَ اللّٰهُ مَا بَانَا مِنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ بِسْمِ اللّٰهِ مَا شَاءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے وارد ہے کہ جو شخص عرفے کے روز غروب آفتاب سے پہلے ان کلمات کو پڑھتا ہے۔ خدا تعالیٰ اُس سے خطاب کرتا ہے کہ اے بندے! تو نے مجھ کو خوش کیا۔ اب تو جو چاہے مجھ سے مانگ اور جو شخص ان کلمات کو سوتے یا جاگتے وقت پڑھے وہ شیطان سے محفوظ ہو جاتا ہے اور تمام باتیں اُس سے دور رہتی ہیں۔

بعد ازاں فرمایا کہ عید الاضحیٰ کی رات میں بھی بارہ رکعتیں پڑھنی آئی ہیں۔ ہر رکعت میں فاتحہ ایک بار اور اخلاص پانچ بار۔ ان کا ثواب بہت ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ عید الاضحیٰ کے روز جب خطبے سے فارغ ہو چکے چار رکعت نماز ادا کرے۔ پہلی رکعت میں بعد فاتحہ الم نشرح ایک بار اور دوسری میں بعد فاتحہ والمرسلات ایک بار، تیسری میں بعد فاتحہ والصنحیٰ ایک بار چوتھی میں بعد فاتحہ اخلاص ایک بار۔

پھر فرمایا شیخ الاسلام شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کے اور اہل آل حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے کہ جو شخص نماز عید الاضحیٰ کے بعد اپنے گھر میں آکر دو رکعت اور پڑھے اور ہر رکعت میں بعد فاتحہ سورہ والمرسلات پانچ پانچ بار تلاوت کرے۔ اُسے حج، عمرہ اور دعا طواف کا ثواب ملے گا اور اس کے مال میں برکت ہوگی۔ اس کے بعد ارشاد ہوا کہ میں نے شیخ الاسلام شیخ عثمان ہارونیؒ کے اور اہل میں نکھا ہوا دیکھا ہے کہ جو شخص ماہ ذی الحجہ کے آخری روز جو سال ہجری کا بھی یوم الآخر ہے یہ دعا پڑھے حق تعالیٰ تمام سال اُسے اپنی حفظ و امان میں رکھے گا۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَللّٰهُمَّ مَا عَمِلْتُ مِنْ عَمَلٍ فِيْ هَذِهِ السَّنَةِ مِمَّا نَهَيْتَنِيْ عَنْهُ وَلَوْ تَرْضَاهُ وَنَسِيتَنِيْ وَلَمْ تَنْسَهُ وَحَلِمْتَ عَنِّيْ بَعْدَ قُدْرَتِكَ عَلٰی عِقَابِيْ وَدَعَوْتَنِيْ اِلَى التَّوْبَةِ بَعْدَ حَوَالِيْ عَلَيْكَ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ فَاسْتَعْفِرُكَ فِيْهَا يَا غَفُوْرًا عَفِیْ لِيْ وَمَا عَمِلْتُ مِنْ عَمَلٍ مَرْضَاہُ عَنِّيْ وَوَعَدْتَنِيْ الثَّوَابَ فَتَقَبَّلْهُ مِنِّيْ وَلَا تَقْطَعْ رَجَائِیْ یَا عَظِیْمَ الرَّجَاءِ۔ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِیْ حَبِیْرَ هَذِهِ السَّنَةِ وَمَا فِيْهَا بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ ہ

پھر فرمایا کہ براہِ روایت شیخ بہاء الدین ذکر الیقینیٰ قدس اللہ سرہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص آخر ماہ ذی الحجہ میں دو رکعت نماز ادا کرے اور ہر رکعت میں فاتحہ ایک بار اور کچھ قرآن شریف اور سلام کے

بعد مذکورہ بالا دعا پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے سال بھر کے گناہ بخش دیتا ہے اور اسے بھی بخش دیتا ہے۔ شیخ الاسلامؒ یہ فوائد بیان فرما رہے تھے کہ اذان ہو گئی۔ خواجہ نماز میں مشغول ہوئے اور خلق و دعا گو واپس۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

۴۔ ماہ ذی الحجہ ۹۵۵ھ ہجری

مذہب امام اعظمؒ

دولت پائے بوسی میرائی۔ مذہب کی بابت گفتگو ہو رہی تھی۔ ارشاد فرمایا کہ اول مذہب امام اعظمؒ

ابوصنیفہؒ کا۔ دوسرا امام شافعیؒ کا۔ تیسرا امام مالکؒ کا اور چوتھا احمد حنبلؒ کا۔ لوگوں کو چاہیے کہ ان میں سے کسی پر شک نہ کریں۔ لیکن یہ یقین رکھیں کہ امام اعظمؒ کا مذہب فاضل تر ہے اور باقی مذاہب اس کے بعد۔ کیونکہ پہلا مذہب امام اعظمؒ کا ہے اَلْفَضْلُ لِلتَّقْدِمِ مشہورات ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ فتاویٰ ظہیری کے باب خاتم میں اس کے مصنف نے یہ حکایت لکھی ہے کہ امام المسلمین امام ابوصنیفہؒ کوئی نے جب آخری حج کیا تو ان کے دل میں خیال گذرا کہ بس اب شاید پھر یہاں کی زیارت نصیب نہ ہوگی۔ اس لئے خانہ بکعبہ کے دربانوں سے درخواست کی کہ دروازے کھول دو تاکہ میں اندر جا کر ایک شب عبادت الہی کر لوں۔ دربانوں نے جواب دیا کہ یہ نئی بات ہوگی۔ تم سے پہلے کسی نے ایسا نہیں کیا۔ لیکن چونکہ بلما علم و فضل تمہارا درجہ بہت عالی ہے اور دنیا تمہاری اقتدار کرتی ہے۔ لہذا تمہارے دعا کو پورا کر دیا جائے گا۔ چنانچہ امام صاحبؒ کو اندر جانے دیا گیا اور امام صاحبؒ نے اندر دوستوں کے ساتھ کھڑے ہو کر دو رکعت نماز کی نیت باندھی اور دائیں پیر پر

بایں پیر رکھ کر اوصا قرآن پڑھ ڈالا۔ اور پھر بائیں پیر پر دایاں پیر رکھ کر باقی ختم کر دیا۔ اور سلام پھیر کر مناجات کی: ”اے العالمین! جو تیری عبادت کا حق ہے وہ میں نہ ادا کر سکا اور نہ میں نے پہچانے کی طرح تجھے پہچانا تو مجھنا چیز کے نقائص خدمت کو نظر انداز فرما دے“۔ طاقت نے آواز دی کہ نہیں ابوصنیفہؒ تو نے ہمیں خوب پہچانا اور ہماری کافی خدمت بجالایا۔ ہم تجھے بخشتے ہیں اور ان لوگوں کو بھی جو قیامت تک تیری پیروی کریں گے۔ اس قدر بیان کرنے کے بعد شیخ الاسلامؒ نے فرمایا الحمد للہ کہ ہم انہیں کے مذہب میں ہیں۔

پھر ارشاد ہوا کہ امام اسماعیل بخاری کہتے ہیں کہ میں نے محمد بن حسن شیبانیؒ کو خواب میں دیکھا اور ان سے پوچھا کہ مرنے کے بعد کیا گزری؟ امام محمدؒ نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ کہہ کر میری مغفرت کر دی کہ اگر میں چاہتا تو تجھے عذاب دیتا۔ لیکن تو علم کی شاعت کیا کرتا تھا۔ اس لئے تیری بخشش کی گئی۔ امام بخاریؒ نے سوال کیا کہ اچھا ابو یوسف قاضی کہاں ہیں؟ کہا درمیان ارض و سما میں۔ پوچھا اور امام ابوصنیفہؒ؟ کہا وہ تو علیین میں پہنچے۔

پھر فرقہ مذاہب میں گفتگو ہونے لگی کہ بہتر کون ہے؟ شیخ الاسلامؒ نے چشم پر آب کی اور فرمایا کہ میں امام اعظمؒ کا نام (ان کی عظمت و بزرگی کے سبب) انہیں لے سکتا۔ مگر ان کے ایک شاگرد تھے ”امام محمد شیبانیؒ“ جب وہ سوار ہوتے تھے تو امام شافعیؒ ان کی رکاب پکڑتے تھے۔ پس یہیں سے مذاہب کا فرق ظاہر ہو گیا کہ امام شافعیؒ امام اعظمؒ کے شاگرد کے شاگرد تھے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ ایک دفعہ قاضی حمید الدین ناگوریؒ اور شیخ قطب الدین

نجتیا رکا کی اوشی اور شیخ جمال الدین تبریزی اور شیخ بدر الدین غزنوی قدس اللہ سرہ جامع مسجد دہلی میں معتکف ہوئے اور سب نے رُزُلہ قرآن شریف کے دودھ ختم کئے کا عزم بالجزم کیا۔ پھر ایک شب بل کر صلاح کی کہ اگر ہو سکے تو ایک پیر سے کھڑے ہو کر خدا کی عبادت کریں۔ یہ تجویز اتفاقاً کل منظور ہوئی۔ قاضی حمید الدین امام بنے اور باقیوں نے ان کی اقتدار کی۔ قاضی حمید الدین نے پہلی رکعت میں ایک قرآن اور چار پارے پڑھے اور دوسری میں ایک اور ختم کر کے سلام پھیرا اور دعا کی کہ خداوند! جیسی کہ تیری عبادت کرنی چاہیے تھی ویسی ہم نے نہیں کی لیکن تو اپنی رحمت سے ہمیں بخش دے۔ آواز آئی کہ تم سب بخش گئے اور جو تمہارا مطلب ہے۔ وہ پورا ہوا۔ اس کے بعد یہ بزرگ وہاں سے متفرق ہو گئے۔

مذہب کا شجرہ

بعد ازاں ذکر فرمایا کہ جس طرح مرید کو اپنے پیر کے شجرہ کی واقفیت ضروری ہے۔ اسی طرح اپنے مذہب کا شجرہ یاد رکھنا چاہیے کہ کیوں کہ حضرت الوہیت تک پہنچتا ہے۔ پھر شیخ الاسلام نے فرمایا اگر کوئی پوچھے کہ تم کس کے مذہب میں ہو؟ تو کہو کہ امام اعظم ابوحنیفہ کوئی کے مذہب میں۔ اور امام ابوحنیفہ امام ابراہیم علقمہ کے مذہب میں تھے اور وہ امام ابراہیم تنخی کے مذہب میں اور وہ عبداللہ بن مسعود کے مذہب میں اور وہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مذہب میں۔ اور وہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے مذہب میں۔ اور وہ نوح علیہ السلام کے مذہب میں اور وثیث علیہ السلام کے مذہب میں اور وہ آدم علیہ السلام کے مذہب میں اور وہ جبریل علیہ السلام کے مذہب میں اور وہ میکائیل علیہ السلام کے مذہب میں اور وہ اسرافیل علیہ السلام کے مذہب میں اور وہ عزرائیل

علیہ السلام کے مذہب میں اور وہ حضرت احدیت صہبت کے مذہب میں۔ اور اس مقام کو بجز خداوند تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا۔

ادعیہ ماثورہ

بعد ازاں ادعیہ ماثورہ اور آیات قرآنی پر گفتگو چھڑ گئی۔ فرمایا کہ کسی گھر کو دعا اور آیات قرآنی سے

خالی نہ رہنا چاہیے۔

تہجد کی نماز

پھر ارشاد ہوا کہ تہجد کی نماز حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فرض تھی اور لوگوں کے لئے سنت ہے۔

تہجد سحر کے وقت کی اٹھ رکعتوں کا نام ہے۔ جو سورت یاد ہو ان میں پڑھے کچھ تعین نہیں ہے۔ مگر خیال ہے کہ قرأت دراز ہو۔ کیونکہ یہ آنحضرت کا معمول تھا۔ اس کے بعد مناسب حال فرمایا کہ ایک بہت بڑے بزرگ تھے جن کا شیخ قطب الدین نام تھا۔ ایک دفعہ ان کی نماز تہجد فوت ہو گئی۔ دن چڑھتے ہی معلوم ہوا کہ زانو میں درد ہے۔ باعث سوچا تو غیب سے ندا آئی کہ نماز تہجد چھوڑنے کا بدلہ ہے۔

شیطان سے بچنے کا عمل

پھر ارشاد ہوا کہ شیخ معین الدین قدس سرہ کے اور اہل کھلے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود روایت کرتے ہیں جو شخص دن کے وقت سورہ بقرہ کی دس آیتیں اس ترتیب سے پڑھے

کہ چار آیتیں آیۃ الکرسی سے اول کی اور چار آیتیں آیۃ الکرسی کے بعد کی اور دو آیتیں آخر کی تو اس کے گھر میں دن کو شیطان نہیں آئے گا اور جو شخص رات کو پڑھے تو اس کے گھر میں رات کو نہیں آئے گا۔

مناجی دُور کرنے کا وظیفہ

پھر فرمایا جو شخص قرآن میں مبتلا ہو جائے تو

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ

کا ورد رکھنے سے اُس کی حالت برکت ہوتی ہے۔ اس کے بعد ارشاد ہوا، ایک روز میں شیخ الاسلام قطب الدین تختیار کاکی اوشیؒ کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک شخص نے اکر حضرتؒ کی قدم بوسی کی۔ فرمایا کہ بیٹھ جاؤ۔ وہ بیٹھ گیا اور کہنے لگا کہ مہاش کی تنگی میں گرفتار ہوں۔ ارشاد کیا کہ یہ کلمہ نہیں پڑھتے۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ، اس نے عرض کی جی ہاں یہ تو نہیں پڑھتا۔ حضرت رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ جو شخص اسے بکثرت پڑھے گا۔ خدا تعالیٰ اسے مناجی سے معذور رکھے گا۔

پھر ارشاد ہوا کہ میں نے بقیۃ المجتہدین سمرقندیؒ کی کتاب میں دیکھا۔ وہ لکھتے ہیں کہ مجھے چار گروہوں پر تعجب آتا ہے جو چار چیزوں سے غافل ہوتے ہیں۔

(۱) جو غم میں مبتلا ہوں اور اس آیت

کو نہ پڑھیں۔ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ

غم دور کرنے کا وظیفہ

إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے فَاسْتَجِبْنَا لَهُ وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْغَمِّ وَكَذَلِكَ نُنْجِي الْمُؤْمِنِينَ۔ اس کے بعد اسی سلسلے میں فرمایا کہ جب حضرت ایوب علیہ السلام بیمار ہوئے اور اُن کے جسم میں کیڑے پڑ گئے اور چالیس سال تک اسی حالت میں پڑے رہے تو حضرتؐ نے دعا کی۔ جواب ملا کہ یہ کلمہ بکثرت پڑھو۔ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ۔ چند ہی روز اس کی پابندی کی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بیماری کی بلا سے نجات دی۔ پھر فرمایا کہ ایک دفعہ ایک جوان کو ملا روئے الرشید

نے کسی خطا پر قید کر دیا اور اس کے ہلاک کرنے کی فکر میں تھا کہ کوئی بزرگ بروقت پہنچ گئے اور اُس جوان کو یہی آیت تعلیم کر کے چل دیے۔ جوان نے تھوڑے ہی دن اُس کو پڑھا تھا کہ قید سے رہائی پائی اور خلعت خاص سے مشرف ہوا۔

خوف دور کرنے کا وظیفہ

(۲) مجھ کو اُن لوگوں پر تعجب آتا ہے جو کسی سے ڈرتے ہیں اور حَسْبِيَ اللَّهُ وَنِعْمَ الْكَلِيلُ

نہیں پڑھتے۔ کیوں کہ خدا تعالیٰ کلام مجید میں فرماتا ہے۔ فَأَنْقَلِبُوا إِلَىٰ بَنِيكُمْ مِّنْ لَّدُنِّي وَكَفَىٰ لِمَن يُهَيِّئُ لَمْ يَلْسَمْنَا لَهُمْ سُوْعًا۔ پھر اسی کے متعلق حکایت فرمائی کہ ایک بادشاہ تھا بڑا ظالم۔ اُس کے سر میں یہ ہوا بھری کہ خدائی کا دعویٰ کروں۔ ایک دن اُس نے اپنے میزوں سے پوچھا کہ اس کی کیا ترکیب ہونی چاہیے۔ ایک وزیر مکار آگے بڑھا اور کہنے لگا کہ شہر میں جتنے پڑھے لکھے مولوی ملا ہیں سب کو قتل کرا دیجیے۔ جب وہ نہ رہیں گے تو کوئی اسلام کا نام بھی نہ لے گا اور جو حضورؐ چاہیں گے ہو جائے گا۔

بادشاہ نے ایسا ہی کیا اور پھر پوچھا ”اب؟“ بولا ”کاتبوں کو بھی مروا دیجیے تاکہ کل لکھنا پڑھنا ہی موقوف ہو جائے۔“ اس کی بھی تعمیل کی گئی اور مسلمان گراہی میں پڑنے لگے۔ المختصر ان کاتبوں میں ایک بزرگ بھی گرفتار ہوئے جو حضرت خواجہ حسن بصریؒ کے نواسوں میں سے تھے۔ ان کو دیکھتے ہی بادشاہ تخت سے نیچے اُتر آیا اور بڑی معذرت کے ساتھ ان کو رہا کر دیا اور خلعت خاص دیا۔ جب وہ بزرگ چلے گئے تو حاضرین سے مخاطب ہو کر بولا کہ جب یہ میرے سامنے آئے تو میں نے دیکھا کہ ان کے دائیں بائیں دو عظیم الشان اثر وہے منہ کھولے ہوئے کھڑے ہیں اور آگ کے شعلے نکال رہے ہیں اور مجھ سے کہتے ہیں کہ انہیں چھوڑ دے ورنہ ہم تجھے زندہ نکل جائیں گے۔ پھر لوگوں نے ان بزرگ سے

پوچھا کہ آپ کیوں کر بیت ہو گئی۔ انہوں نے فرمایا۔ میں اکثر یہ پڑھتا ہوں حَبِیْبِی اللّٰہُ
وَنِعْمَ الْوَكِیْلُ نِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْرُ • پس جو شخص ان کلمات کا ورد رکھے گا
اُسے کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا۔

دشمن کے مکر سے بچنے کا وظیفہ

(۳) بعد ازاں شیخ الاسلام نے ارشاد

کیا کہ تیسرے مجھے اُن آدمیوں پر
تعجب آتا ہے جو کسی کے مکر سے ڈرتے ہیں اور یہ آیت نہیں پڑھتے اُفَوْضْ اَمْرِيْ اِلٰی اللّٰهِ
اِنَّ اللّٰهَ بَصِیْرٌ بِالْعِبَادِ کیونکہ ارشاد باری ہے فَوَتَّاهُ اللّٰهُ سُبُطَاتٍ مَّامُکْرُوْا۔ پھر
شیخ الاسلام نے فرمایا کہ حضرت خواجہ حسن بصریؒ جس وقت حجاج بن یوسف کے پاس
تشریف لیجاتے تھے تو یہی آیت پڑھا کرتے تھے اور حجاج بن یوسف کہا کرتا تھا کہ میں جس
قدر حسن بصریؒ سے ڈرتا ہوں اور کسی سے نہیں ڈرتا۔ جب وہ تشریف لاتے ہیں میرے
تمام اعضاء میں لرزہ پیدا ہو جاتا ہے اور مجھے دو شیر اُن کے ساتھ آنے معلوم ہوتے ہیں جو
مجھ کو ٹکڑے ٹکڑے کرنا چاہتے ہیں۔

جنت حاصل کرنے کا عمل

(۴) اس کے بعد ارشاد ہوا کہ چوتھے مجھے اُن

لوگوں پر تعجب آتا ہے جو بہشت کے شائق
ہیں اور یہ نہیں پڑھتے مَا شَاءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ
فَعَسٰی رَجٰۤی اَنْ یُّؤْتِیَ بَنَی حَبِیْرٍ اَمِنْ جَنَّتِكَ پھر فرمایا کہ میں نے آتا رہا میں میں پڑھا ہے
کہ ایک نوجوان بے حد فاسق ہمیشہ گناہوں میں مبتلا رہتا تھا مگر سوتے وقت اس کے کو بہت
پڑھتا تھا۔ جب وہ مرا تو لوگوں نے اس کو خواب میں بہشت کے اندر پھرتے دیکھا۔ دریافت
کیا تو راز کھلا کہ کلمہ مذکورہ بالا کے صدقے میں نجات ملی۔

عذاب قبر کی آسانی کا وظیفہ

بعد ازاں قبر کے خوف اور منکر نکیر کی

ہیبت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی

ارشاد ہوا کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے کہا کہ میں تمہیں ایک بات
بتاتا ہوں۔ اگر اسے کرو گے تو منکر نکیر سے خوف نہ کھاؤ گے۔ شب جمعہ میں دو رکعت نماز ادا
کیا کرو۔ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ ایک بار اور سورہ اخلاص پچاس پچاس بار۔ اس کے
بعد فرمایا کہ وہ اس کے عامل تھے۔ شرح اولیاء میں لکھا ہے کہ ان کے انتقال کے بعد
کسی نے انہیں خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ ہونکر نکیر سے کیا معاملہ رہا؟ انہوں نے جواب
دیا کہ پہلے تو مجھ پر ان کی بڑی ہیبت چھائی اور انہوں نے میرے ایک گز بھی مارا، مگر
آخر حکم آیا کہ اس بندے کو چھوڑ دو۔ اس کے بعد ارشاد ہوا کہ ایک شخص نے حضرت
عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ آپ کے پاس غلطے (تنگی) کے واسطے بھی کوئی چیز ہے؟
فرمایا۔ ہاں۔ جو شب جمعہ میں دو رکعت نماز پڑھے گا اور ہر رکعت میں الحمد کے بعد
اِذَا زُلْزِلَتْ اَلْاَرْضُ۔ پندرہ بار پڑھے گا وہ اُس مصیبت سے محفوظ رہے گا۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ میں شیخ الاسلام قطب الدین بختیار کاکی اوشیؒ کی خدمت میں
حاضر تھا اور بہت سے شاخ کبار بھی موجود تھے کہ خوف قبر پر گفتگو چھڑ گئی۔ مولانا شہاب
الدینؒ نے کہا کہ جو شخص یہ اور اپنی کتاب میں لکھ لے اور ان کا ورد رکھے۔ وہ قبر کے
عذاب سے مامون رہے گا۔ سورہ واقعہ، سورہ مزمل، سورہ الشمس، سورہ الليل اور الم نشرح۔
اس کے بعد ایک دوسرے درویش نے فرمایا کہ ایک بزرگ کا انتقال ہوا، جو خانہ ان
چشت سے تعلق رکھتے تھے۔ جب اُن کو سپرد زمین کیلے تو اُسی وقت فرشتے نازل ہوئے
اور اُن سے سوالات کرنے لگے۔ درویش نے خوب جواب دیے یہاں تک کہ اس کی قبر منور

ہو گئی۔ کسی نے انہیں خواب میں دیکھ کر پوچھا کیا حال ہے؟ بولے۔ میری حق تعالیٰ نے مغفرت کر دی اور نہایت مہربانی فرمائی اور ارشاد کیا کہ ہم نے تجھ کو اس عذاب کے سبب بخشا ہے۔

فراخی رزق کا وظیفہ

بعد ازاں شیخ الاسلام نے فرمایا کہ احادیث میں ہے کہ جو شخص فرض نماز کے بعد تین بار سورۃ اخلاص اور تین بار درود اور اُس کے بعد ایک تیرہ آیت وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ اِنَّ اللَّهَ بِالِغَايَةِ اَمِيرٌ فَجَعَلَ اللَّهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا۔ پڑھے گا۔ اللہ تعالیٰ اُسے تین نعمتیں عطا فرمائے گا۔ (۱) درازی عمر (۲) مال بسیار (۳) اقبال مندی نیز وہ بے حساب جنت میں داخل ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

شیخ الاسلامؒ فرمایا کہ اذان ہو گئی۔ شیخ الاسلامؒ نماز میں مشغول ہو گئے اور خلق و دعا گو رخصت ہوئے۔ الحمد للہ علی ذالک

۲۰ ماہ ذی الحجہ ۱۳۵۵ھ

حضرت بابا صاحبؒ کی دعا

سعادت قدم بوسی ماحصل ہوئی جا پڑت کا وقت تھا اور حضرتؒ جماعت خانے میں تشریف لکھتے تھے۔ ایک گروہ مسافروں کا حاضر ہوا۔ حضرتؒ نے سب کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ مولانا نظام الدینؒ جو کچھ تجھ سے چاہیں پائیں۔

دُرود شریف کی فضیلت

اس کے بعد دُرود شریف کے بارے میں گفتگو ہونے لگی۔ ارشاد ہوا کہ آثارِ شاخ میں لکھا ہے اور میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ جو شخص ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر دُرود پڑھتا ہے وہ گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے جیسے کبھی گناہ کیا ہی نہیں اور ایک لاکھ نیکیاں اُس کے نامہ اعمال میں لکھی جاتی ہیں اور اُس کا شمار اولیاء اللہ میں ہوتا ہے۔ پھر فرمایا کہ صحابہ و تابعین اور مشائخ طبقات نے دُرود شریف کا وظیفہ مقرر کیا تھا۔ اگر کسی دن اُن کا یہ وظیفہ فوت ہو جاتا تو وہ اپنے نیکیں مردہ سمجھتے اور ماتم کرتے کہ آج کی رات ہم مر گئے تھے۔ اگر زندہ ہوتے تو سرور کائنات پر دُرود بھیجتے۔ اس کے بعد ارشاد کیا کہ ایک مرتبہ خواجہ سیدی بن معاذ رازیؒ کا وظیفہ دُرود فوت ہو گیا۔ وہ دو تین ہزار بار دُرود شریف پڑھا کرتے تھے۔ خیر حیرت وہ صبح اٹھے تو اس طرح ماتم میں مشغول ہوتے کہ گویا سچ مچ کوئی مر گیا ہو کہ آتے تھے اور استفسار حال کرتے تھے۔

سیدی بن معاذؒ اسی کیفیت میں مبتلا تھے کہ ہاتھ نے آواز دی کہ بھئی! جتنا میں تجھے درود پڑھے گا ثواب دیتا تھا اس سے سو گنا اب دیا گیا اور تیرا نام دُرود پڑھنے والوں میں لکھ لیا ہے۔

اس موقع پر شیخ الاسلامؒ چشم پُر آب ہوئے اور یہ حکایت بیان فرمانے لگے کہ ایک شب خواجہ سنانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ حضورؐ اپنا روئے مبارک اُن سے چھپاتے ہیں۔ خواجہ سنانیؒ ڈوڑھے اور قدموں کو بوسہ دیکر عرض گزار ہوئے کہ یا رسول اللہ! میری جان آپ پر قربان! کیا سبب ہے جو آج مجھے یہ محرومی ہو رہی ہے۔ حضورؐ نے خواجہ سنانیؒ کو گلے سے لگایا اور فرمایا

کبھی تم نے اس قدر درود خوانی کی ہے کہ مجھ کو تم سے حجاب آتا ہے۔ بعد ازاں شیخ الاسلام نے فرمایا
 سبحان اللہ! یہ بھی بندگانِ خدا ہیں جن کی کثرت درود خوانی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ
 وآلہ وسلم محبوب ہوتے ہیں۔ ہزار رحمت اُن کی روحوں پر۔

پھر اسی محل میں فرمایا کہ یہودیوں کا ایک گروہ بیٹھا تھا۔ ایک مسلمان فقیر نے اُس
 اس سے سوال کیا۔ اسی وقت اتفاقاً حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی سامنے سے گزرے۔
 یہودیوں نے حضرتؑ کو دیکھ کر بطور تمسخر کہا کہ دیکھو شاہِ جواں مرداں! آ رہے ہیں۔ وہ
 مسلمان فقیر امیر المؤمنینؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے فقر و فاقے کا حال بیان کرنے
 لگا۔ حضرتؑ سمجھ گئے کہ اسے میرے پاس آزمائش کے لئے بھیجا گیا ہے، لیکن اس وقت
 حضرتؑ کے پاس کچھ نہیں تھا۔ حضرتؑ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر دس دفعہ درود پڑھا اور اس
 کی پتیلی پر دم کر کے فرمایا تمھیں بند کر لے۔ اس نے تعمیل کی۔ اور یہودیوں کے پاس
 واپس گیا۔ انہوں نے تمھیں کھلوائی تو اُس میں ایک دینار تھا۔ اُسی روز کسی یہودی مسلمان ہوئے۔
 اس کے بعد ارشاد ہوا کہ ایک دفعہ ہارون الرشید بیمار پڑا اور بیماری کو آدھا سال
 گزر گیا۔ نزدیک تھا کہ رُوح پرواز کر جائے کہ شیخ ابو بکر شبلیؒ کا ادھر سے گزر ہوا۔

ہارون الرشید کو اس کی اطلاع ملی کہ امام ابو بکر شبلیؒ تشریف لے جا رہے ہیں۔ لوگوں کو
 بھیجا کہ جس طرح ہو سکے خواجہ کو یہاں آؤ۔ چنانچہ حضرتؑ آئے اور ہارون الرشید کو دیکھتے
 ہی بولے کہ خاطر جمع رکھو اب تم اچھے ہو گئے۔ اور درود شریف پڑھ کر دم کر دیا اور ہاتھ
 پھیرا۔ ہارون الرشید اسی وقت تندرست ہو گیا۔ آخر معلوم ہوا کہ خواجہ ابو بکر شبلیؒ نے یہ
 درود دم کیا تھا جس کی برکت سے اُس نے صحت پائی۔ پھر فرمایا کہ یہ پانچوں درود نمازیں
 پڑھا کر۔ کیونکہ یہ درود سب درودوں سے افضل اور بہتر ہیں۔ اگرچہ سب درودوں

کا ثواب ایک ہے۔ مگر ہر درود فضیلتِ جداگانہ رکھتا ہے اور وہ پانچوں درود یہ ہیں:
 بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ ۝
 وَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ ۝ وَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَتَرَضَّ بَانَ
 تَصَلِّیْ عَلَیْہِ ۝ وَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کَمَا یُنْبَغِی الصَّلٰوۃُ عَلَیْہِ ۝ وَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کَمَا اَمَرْتَنَا
 بِالصَّلٰوۃِ عَلَیْہِ ۝

بعدہ شیخ الاسلام ادا م اللہ حرمتہ نے فرمایا کہ اس کو افضل اس لئے کہا گیا کہ مولانا
 فقیہ ابو الحسن زہدویؒ نے روضہ منورہ میں یہی درود لکھا ہے اور لکھا ہے کہ امام شافعیؒ
 کا جب انتقال ہوا تو لوگوں نے اُن کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ خدا تعالیٰ نے آپ کے ساتھ
 کیا سلوک کیا؟ جواب ملا کہ مجھ کو اس درود شریف کی برکت سے بخش دیا اور دوسری فضیلت
 اس درود شریف کی یہ ہے کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما تھے
 اور حضورؐ کے ارد گرد صحابہ کرامؓ اور حضرت ابو بکر صدیقؓ دائیں جانب بیٹھے تھے کہ ایک
 شخص آیا اور سلام کر کے بیٹھ گیا۔ آنحضرتؐ نے اسے حکم دیا کہ ابو بکرؓ سے بالاتر بیٹھو۔
 صحابہؓ نے جانا کہ شاید یہ جبرائیل علیہ السلام ہیں کیونکہ اور کس کی اتنی عزت کی جاسکتی تھی
 آنحضرتؐ نے حضرت ابو بکرؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ یہ شخص مجھ پر اس قدر درود پڑھتا
 ہے کہ کوئی شخص نہیں پڑھ سکتا۔ ابو بکر صدیقؓ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! شاید یہ شخص
 کھانا پیتا اور دیگر ضروریات میں مشغول نہ ہوتا ہوگا اور ہر وقت درود خوانی ہی سے غرض
 رکھتا ہوگا۔ فرمایا کھانا پیتا بھی ہے اور کاروبار بھی کرتا ہے۔ مگر ایک دفعہ دن میں اور ایک
 دفعہ رات میں یہ درود پڑھ لیتا ہے (جو اوپر مذکور ہوا)۔

شیخ الاسلامؒ یہی فوائد بیان فرما رہے تھے کہ پانچ درویش حاضر ہو کر قدم بوس ہوئے

فرمان ہوا بیٹھ جاؤ۔ وہ بیٹھ گئے اور عرض کرنے لگے کہ ہم مسافر ہیں اور خانہ کعبہ جانے کی نیت رکھتے ہیں۔ مگر خرچ نہیں۔ کچھ عنایت ہو جائے تو اطمینان سے روانہ ہوں۔ شیخ الاسلام کو فکر ہوئی اور تھوڑی دیر مراقبہ کر کے سر اٹھایا۔ سامنے ایک ٹھیکرے میں ختمہ خرے رکھے تھے۔ اس ٹھیکرے پر دم کر کے درویشوں کو عطا کیا۔ درویش حیران ہوئے۔ حضرت نے اپنی روشن ضمیری سے انکی حیرت کا حال معلوم کیا اور فرمایا کہ دیکھو تو سہی۔ اب جو دیکھتے ہیں تو وہ ختمہ خرے نہ تھے۔ سونا تھا۔ آخر شیخ بدر الدین النحویؒ سے معلوم ہوا کہ شیخ الاسلامؒ نے یہی درود پڑھ کر اس پر دم کیا تھا۔

آیت الکرسی کے فضائل

پھر آیت الکرسی کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا کہ جس روز آیت الکرسی نازل ہوئی ستر ہزار فرشتے مہتر جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ آئے تھے اور جبرائیل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا تھا کہ اے باعزاد و اکرام لیجیے۔ ارشاد خداوندی ہے کہ جو میرا بندہ آیت الکرسی پڑھے گا ہر حرف کے بدلے ہزار سال کی عبادت کا ثواب پائے گا۔ اور ہزار فرشتے جو کرسی کے پاس کھڑے پڑھ رہے ہیں ان کا ثواب بھی اسی کو ملے گا اور اسے اپنے مقربوں میں شمار کر دیں گا۔

بعد ازاں شیخ الاسلامؒ نے فرمایا کہ فتاویٰ طہیری میں مرقوم ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں جو کوئی اپنے گھر سے باہر جانے کے وقت آیت الکرسی پڑھے خدا تعالیٰ ستر ہزار فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ اس کے واپس آنے تک اس کے واسطے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔ بعد ازاں فرمایا کہ میں نے شیخ الاسلام حضرت قطب الدین غجیار کاکی اوشیؒ سے

سنا ہے فرماتے تھے کہ جو شخص اپنے گھر میں جانے کے وقت آیت الکرسی پڑھے گا خدا اس کے گھر سے فقر و فاقے کو دور فرمائے گا۔

اس کے بعد ارشاد ہوا کہ میں نے جامع الحکایات میں لکھا دیکھا ہے کہ ایک درویش کے گھر میں رات کو چور آئے۔ درویش نے آیت الکرسی پڑھ کر گھر کا حصار باندھ رکھا تھا۔ چوروں نے جو اس کے اندر منہ داخل کیا سب کے سب اندھے ہو گئے۔ درویش صاحب بیدار ہوئے اور اس حال کو معلوم کر کے باہر آئے اور پوچھا کہ تم کون لوگ ہو؟ انہوں نے کہا کہ چور ہیں۔ چوری کے واسطے آپ کے ہاں آئے تھے، لیکن قدرت نے ہمیں اندھا کر دیا۔ آپ دعا فرمائیے کہ ہماری آنکھیں مل جائیں۔ ہم اس کام سے تائب ہو کر آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہوتے ہیں۔ درویش نے قسم فرمایا اور کہا آنکھیں کھولو۔ آنکھیں کھولیں تو ان میں بینائی تھی۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

۲۴، ماہ ذی الحجہ ۶۵۵ھ ہجری

رنج و غم دور ہونے کی دعا

دوت قدم بوسی میر آئی۔ دعا کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ ارشاد ہوا میں نے امام خمینیؒ

کی کتاب میں پڑھا ہے۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس کسی کو کوئی رنج و غم یا کوئی سختی (مرحلہ پیش آئے تو اسے چاہیے کہ) جب وہ صبح کی نماز ادا کر چکے تو سو مرتبہ کہے: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ يَا فَرْدُ يَا وَشَرُّ يَا أَحَدٌ يَا حَمْدُ۔

کشاہد رزق کی دعا

بعد ازاں شیخ الاسلامؒ نے ارشاد کیا کہ ایک قصہ میں

میں شیخ الاسلام حضرت قطب الدین بختیار کاکی اوشیؒ کی خدمت میں حاضر تھا اور وہاں دعا کے بارے میں باتیں ہو رہی تھیں۔ حضرت قطب صاحبؒ نے فرمایا جس کو معاش کی تنگی ہو وہ اس دعا کا ورد کرے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ یَا دَا اِیْمُو الْعِزَّۃَ الْمَلِکَ وَ اَنْبَاءَ یَا دَا الْمَجْدِ وَالْعِظَا یَا دَا وَ دَا الْعَرْشِ الْحَمِیدُ فَقَالَ لَهَا یُرِیدُ۔

پھر ارشاد ہوا کہ بحالت در ماندگی و لاچارگی جو شخص ان کلمات کو ایک ہزار مرتبہ پڑھے گا وہ ہم اُس کی ضرور پوری ہوگی۔ اَقْوٰی مَعِیْنٍ وَاَهْدٰی دَلِیْلِ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ۔

اُس کے بعد ارشاد ہوا کہ میں نے تفسیر زہدی میں دیکھا ہے کہ جو شخص یہ چاہے کہ اُس کے اعمال مقبول ہوں تو اس کے لئے یہ آیت ہے۔ رَبَّنَا نَقْبَلْهُنَا اِنَّكَ اَنْتَ السَّحِیْبُ الْعَلِیْمُ۔

اگر کوئی چاہے کہ دنیا و آخرت میں بھلائی پائے اور آتش دوزخ سے محفوظ رہے تو یہ آیت پڑھا کرے رَبَّنَا اِنَّا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةٌ وَ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةٌ وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

اور اگر بڑے بڑے کاموں میں صابر رہنے کا ارادہ ہو اور ہر معاملے میں ثابت قدم اور دشمنوں پر ظفر بایب نہا چاہتا ہو تو یہ آیت مجرب ہے۔ رَبَّنَا اَفْرِغْ عَلَیْنَا حَبْرًا وَ تَشَدِّثْ اَقْدَامَنَا

وَاَنْصُرْنَا عَلٰی الْقَوْمِ الْكَافِرِیْنَ۔

اور اگر یہ منظور ہو کہ اُس کا دل ایمان اور امان کے ساتھ رہے اور رحمت الہی اُس کے شامل

اطمینانِ قلب کی دعا

حال ہو تو یہ آیت پڑھے۔ رَبَّنَا لَا تَزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَ هَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ۔ پھر اسی محل میں فرمایا کہ ایک روز حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما تھے اور صحابہؓ حضرتؐ کے گرد حاضر تھے اور سابقہ پیغمبروں کا حال بیان ہو رہا تھا کہ ایک صحابی نے کھڑے ہو کر عرض کی یا رسول اللہ! میرا دل کیوں محرم مطمئن ہو کہ میں با ایمان جاؤں گا۔ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُس کے اس سوال پر متفکر ہوئے۔ اتنے میں جبریل علیہ السلام آئے اور کہنے لگے کہ یا رسول اللہ! میں یہ آیت لایا ہوں۔ جو شخص اس آیت کا ورد رکھیں گا اُس کا دل ایمان کی طرف سے مطمئن ہوگا اور امید ہے کہ وہ با ایمان ہی جائے گا۔ پھر نسخہ الاسلامؒ نے فرمایا کہ آیت مذکورہ کا نزول اُن صحابی کے اتماس ہی پر ہوا تھا

پھر ارشاد کیا کہ جو شخص دوستانِ خاصانِ خدا میں شامل ہونے کی دعا

پڑھے۔ رَبَّنَا اِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِیَوْمٍ لَا رَیْبَ فِیْهِ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ اس کے بعد فرمایا۔ نہ معلوم پھر کیا وجہ ہے کہ اس سعادت سے لوگ اپنے آپکو محروم رکھتے ہیں۔

پھر فرمایا جب کسی کو کوئی مہم درپیش ہو یا کسی کا غلام بھاگ گیا ہو یا وہ نیک اور

پارسا فرزند کی خواہش رکھتا ہو تو یہ آیت پڑھا کرے۔ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَدُنْكَ ذُرِّیَّةً طَیْبَةً اِنَّكَ سَمِیْعُ الدَّعَاۃِ۔ بعد ازاں فرمایا کہ حضرت زکریا علیہ السلام نے یہی آیت پڑھی تھی جو

خداوند تعالیٰ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام جیسا فرزند اُن کو عنایت کیا جو صغیر ہی میں ہی خوف الہی سے اس قدر روتے تھے کہ رخساروں کا گوشت گل گیا تھا۔ اُن کے والد حضرت زکریاؑ اور انکی والدہ انجو کھجائیں کہ تم ابھی بچہ ہو تم کو اس قدر خوف کس لئے ہے؟ تو جواب دیتے تھے کہ اے والدہ میں دیکھتا ہوں کہ جب تم ہنڈیہ کے نیچے اگل لگاتی ہو تو پہلے چھوٹی لکڑیاں رکھتی ہو۔ جب اُن میں آگ کی بنا د مضبوط ہو جاتی ہے اس وقت بڑی لکڑیاں لگاتی ہو تو مجھ کو بھی اندیشہ ہے کہ دُوزخ میں پہلے چھوٹوں کو ڈالا جائے گا۔

پھر فرمایا کہ ایک دفعہ میں سیستان کی طرف سفر کر رہا تھا اور اُس شہر کے بزرگوں کی زیارت کرتا تھا۔ ایک روز حضرت محمد سیستانیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا نہایت بزرگ اور بوڑھے آدمی اور صاحبِ کسایت تھے۔ سلوک کے متعلق حکایت ہو رہی تھی اور ریش آپس میں بحث کر رہے تھے۔ ایک شخص آیا اور اقدم بوس ہو کر بیٹھ گیا۔ خواجہ محمد سیستانیؒ نے اپنی روشن ضمیری سے اس کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ ایک حاجت مند آیا ہے۔ فوراً وہ قدم بوس ہوا اور عرض کی کہ ہاں فرمایا جا اس آیت کو پڑھا کہ خداوند تعالیٰ تجھ کو فرزند صالح عنایت کرے گا۔ آیت یہ ہے۔ رَبِّ هَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ۔ وہ شخص چلا گیا اور حق تعالیٰ نے اس کو ایسا نیک فرزند عنایت کیا جو صاحبِ سجادہ ہوا اور صل نے برہنہ پا سترج کئے اور اسی نیت میں مرا۔

صالحین کے ساتھ حشر ہوئی دُعا
بعد ازاں فرمایا کہ کشف میں لکھا
دیکھا ہے کہ جب آدمی یہ پڑھے
کہ اس کا حشر نیک مردوں کے ساتھ ہو اور عرصات قیامت کو دیکھ لے تو یہ آیت پڑھا

کرے۔ رَبَّنَا وَاتِنَا مَا وَعَدْتَنَا عَلَىٰ رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيعَادَ۔ پھر حکایت بیان فرمائی کہ بخارا میں ایک شخص فسق و فجور کے سبب مشہور تھا۔ جب وہ مرا تو اُس کو خواب میں اولیاء اللہ اور دوستانِ خدا کے ساتھ دیکھا۔ تعجب سے پوچھا کہ یہ دولت کہاں سے پائی؟ کہا میں نے تفسیر کشف میں دیکھا تھا کہ جو شخص اس آیت کو پڑھے گا وہ نیک مردوں کے ساتھ ہوگا۔ پس اس کو صدقِ دل سے پڑھا تھا خداوند تعالیٰ نے جو تھوڑی چیز کا قبول کرنے والا اور بڑی بخشش فرمانے والا ہے۔ میری یہ ذرا سی عبادت قبول فرمائی اور میرے تمام گناہوں کو بخش دیا۔ اب مجھ کو حکم ہے کہ دوستانِ خدا ہی میں رہوں۔ آیت یہی ہے۔ رَبَّنَا وَاتِنَا مَا وَعَدْتَنَا عَلَىٰ رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيعَادَ۔

پھر شیخ الاسلام ادام اللہ برکاتہ
نے فرمایا کہ جب کوئی شخص غالموں

غالموں سے نجات پانے کی دُعا

کے ہاتھ سے نجات پانی چاہے تو لازم ہے کہ اس آیت کا ورد کرے رَبَّنَا اخْرِجْنَا مِنْ هَذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَدُنْكَ نَصِيرًا۔ اس آیت کا پڑھنے والا ہمیشہ منظر و منصور رہے گا۔ بعد ازاں فرمایا کہ ایک دفعہ امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ غول بیابانی سے مشغول جنگ تھے اور بہت پریشان ہو گئے تھے۔ آخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں عرض کیا کہ تمام تدبیریں کر لیں اور جو کچھ کہ جنگ کے طریقے تھے بجا لایا جب جو بیضہ حضورؐ کی خدمت میں پیش ہوا اے حد دل تنگ ہوئے۔ فوراً جبریل علیہ السلام یہ پیغام لاتے کہ اس آیت کو پڑھیں اس کی برکت سے منظر و منصور ہوں گے۔

حضور نے یہ آیت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو لکھ کر بھیج دی اور انہوں نے تعمیل ارشاد کی اور غالب ہوئے اس غول کو زندہ گرفتار کر کے مدینہ میں لائے۔ وہ فتح اسی آیت ہی کی برکت سے ہوئی تھی۔

وسعت رزق اور رحمت برکت نازل ہونے کی دعا

صاحب ہدایہ تفسیر زاہدی میں لکھتے ہیں کہ جو شخص یہ پاہے کہ رحمت و برکت اُس پر نازل ہو اور روزی اس کی وسعت پائے اور کسی کا محتاج نہ رہے تو یہ آیت پڑھا کر دُعا کرے اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِنَ السَّمَاءِ تَكُونُ لَنَا عَيْدًا اَلَا وَاخِرُنَا وَايَةً مِنْكَ وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ حَكِيمٌ الرَّازِقِينَ۔ پھر فرمایا کہ یہ آیت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے بارے میں نازل ہوئی ہے، مگر انہوں نے کفرانِ نعمت کیا تھا۔ خداوند تعالیٰ نے اُن کو جہنم میں اس مادے میں سے کھانا بھیجا تھا اور خضر پر نبادیا۔

ظلم سے بچنے کی دعا

پھر فرمایا کہ جب یہ چاہے کہ دنیا و آخرت میں ظالموں کے ساتھ شریک نہ ہو تو یہ آیت پڑھا کرے۔ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ۔

اطمینانِ قلب کی دُعا

پھر فرمایا کہ جو شخص اسلام کے ساتھ اپنی زندگی گزاری
خوش خوش گزارنی چاہے وہ یہ آیت بکثرت پڑھا کرے رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَشَبِّتْ أَعْدَاءَنَا وَنَصِّرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ۔

قید سے رہائی کی دُعا

فَتِلْكَ الْقَوْمُ الظَّالِمِينَ ۝ وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ۝

اور اگر چاہے کہ مسلمان مرے

اور صالحین کے درجے میں پہنچے

ایمان و اسلام پر خاتمہ ہونے کی دعا

تو یہ آیت پڑھا کر ے۔ فَاُطِرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ اَنْتَ وَلِيٌّ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ
تُوَفِّيْ فِيْ مُسْلِمًا وَّالْحَقَّقِيْ بِالْصَّلَاحِيْنَ ۔ بعد ازاں شیخ الاسلام قدس اللہ سرہ نے فرمایا
کہ جب ایک مدت کے بعد یعقوب اور یوسف علی نبینا وعلیہم السلام کی ملاقات ہوئی تو یوسف
علیہ السلام نے سرسجدے میں رکھ کر یہی آیت پڑھی اور عرض کی خداوند! تو نے مجھ کو بادشاہ
نایاب تیری مرضی تھی میں نے اس کی درخواست نہ کی تھی اب قیامت کے روز بادشاہوں کے
ساتھ میرا حشر نہ کیجیو۔ میں بیچارہ مسکین و ضعیف اس کی طاقت نہیں رکھتا کہ بادشاہوں کے
ساتھ میرا حشر ہو۔

پھر فرمایا کہ اگر کوئی شخص جنات کے
شر اور ظالموں کے ظلم اور بُست پرستی

اس سے محفوظ رہنے کی دعا

سے محفوظ رہنا چاہیے تو یہ آیت پڑھا کرے۔ رَبِّ اجْعَلْ هَذَا الْكَلِمَةَ آمِنًا وَاجْنُبْنِي وَبَنِيَّ أَنْ نَعْبُدَ الْأَصْنَامَ ۝ بعد ازاں شیخ الاسلام قدس اللہ سرہ نے فرمایا کہ اس آیت کا نزول اس طرح ہوا ہے کہ ایک روز حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ آہ وسلم تشریف فرما تھے اور صحابہؓ حضور کے گرد بیٹھے ہوئے نصائح من رہے تھے کہ ایک اعرابی آیا اور سلام کر کے عرض کرنے لگا کہ یا رسول اللہ! مجھ کو کوئی ایسی چیز بتائیے جس کے باعث میں اور میری اولاد میت پرستوں کے شر سے محفوظ رہیں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ آہ وسلم سمجھے لگے کہ اس کو کیا چیز بتاؤں کہ اتنے میں جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کی کہ یا رسول اللہ!

خداوند تعالیٰ کا فرمان ہے کہ یہ آیت اس کو تعلیم کیجئے اور حکم دیجئے کہ یہ اس کو کثرت پڑھا کرے۔ خداوند تعالیٰ اس کو بت پرستوں کے شر سے محفوظ رکھے گا۔

بعد ازاں فرمایا کہ جو شخص یہ چاہے
کہ کفار اُس پر حاوی نہ ہوں

وہ یہ آیت پڑھا کرے۔ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِلَّذِينَ كَفَرُوا وَاعْزِزْنَا بِنَبَائِكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ

اور جب یہ چاہے کہ نور ایمان اس کے
دل میں کامل ہو تو یہ آیت پڑھا کرے۔

رَبَّنَا أَسْمِعْ لَنَا قَوْلَنَا وَاعْزِزْنَا بِمَا نَدْعُكَ عَلَيْهِ

بعد ازاں شیخ الاسلامؒ یہ فوائد بیان فرما کر دعا گو کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ یہ ساری ترغیب تمہارے واسطے کرتا ہوں کیونکہ پیر مرید کا مشاطہ ہوتا ہے جب تک کہ مرید کو جیسا کہ چاہیے تمام آلائشوں سے پاک نہ کیا جائے وہ طریقت کا راستہ طے نہیں کر سکتا اور گمراہی سے باہر نہیں نکل سکتا۔

بعد ازاں نطق مبارک سے فرمایا کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص

ہر روز ایک بار یہ دعا پڑھتا رہے اور زمانہ ورد میں مرجائے وہ بہشتی ہوگا۔ دعا یہ ہے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۝ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ خَلَقْتَنِي وَأَنَا عَبْدُكَ
وَأَنَا عَلَى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَنْطَعْتُ أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ
أَبُوءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَيَّ وَأَبُوءُ لَكَ بِذَنْبِي فَاغْفِرْ لِي فَإِنَّهُ لَا يَغْفِرُ

اللَّهُ ذُوْبُ إِلَّا أَنْتَ بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ ۝

بعد ازاں اسی محل میں فرمایا کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ ارشاد کرتے ہیں جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ دعا سنی ہے ہر فرض کے بعد اس کو پڑھتا ہوں اور میں نے اس کو اپنا ورثہ بنا لیا ہے۔ جب ان کا انتقال ہو گیا تو کسی نے خواب میں ان سے پوچھا کہ خداوند تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا کیا؟ فرمایا کہ مجھ کو اسی دعا کی برکت سے جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائی تھی بخش دیا اور جنت میں جگہ دی۔ بعد ازاں فرمایا کہ جو شخص صبح کے وقت اس دعا کو پڑھیں گا۔ خداوند تعالیٰ اس کی برکت سے شام تک اُس کو ہر ایک بلا سے محفوظ رکھے گا اور آسمان سے جو بلا نازل ہوگی وہ اس دعا کے پڑھنے والے سے بالابال گذر جائے گی۔ لیکن اگر اس شخص میں اخلاص اور صدق نہ ہوگا تب وہ اس کے اوپر آجائے گی اور میں نے یہ خواص حضرت شیخ الاسلام قطب الدین بختیار کاکی اوشیؒ کی زبان مبارک سے سنے ہیں اور ہر شخص کو لازم ہے کہ کسی وقت دعا کے پڑھنے اور شفاعت چاہنے سے خالی نہ رہے۔

پھر شیخ الاسلامؒ نے فرمایا کہ شیخ ابوطالب مکی رحمۃ اللہ
علیہ قَوْتُ الْقُلُوبِ ہیں بکھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ جو شخص یہ دعا پڑھے گا رات تک کسی بلا میں مبتلا نہ ہوگا۔ دعا
یہ ہے:

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۝ أَنْتَ دَيُّ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ عَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ
وَأَمْتُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ۝ مَا شَاءَ اللَّهُ كَانَ وَمَا لَمْ يَشَأْ لَمْ يَكُنْ
أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَعْلَمُ أَنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

وَإِنَّ اللَّهَ أَقْبَدُ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا وَأَخْلَصَ كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا - إِنِّي
أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِي وَمِنْ شَرِّ غَيْرِي وَمِنْ شَرِّ كُلِّ دَابَّةٍ أَنْتَ آخِذٌ
بِنَاصِيَتِهَا إِنَّ رَبِّي عَلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ -

تیسری دُعا | پھر اسی محل میں فرمایا کہ قاضی امام شعبیؒ نے اپنی کتاب 'کفایہ' میں
یہ حکایت لکھی ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک بوڑھے زاہد کے پاس

نوجوان حسین کینزک تھی۔ زاہد چونکہ بوڑھا تھا کینزک اُس سے محبت نہ کرتی تھی اور چاہتی تھی
کہ کسی طرح اس کے ہاتھ سے نجات پائے۔ ایک پڑوسن بڑھیا نے اُس سے کہا کہ میں تجھ
کو زہر ہلاہل تیار کر دیتی ہوں۔ روزہ افطار کرنے کے وقت زاہد کو دیدیجیو۔ کینزک نے
ایسا ہی کیا اور تمام رات منتظر رہی کہ زاہد کس وقت مرتا ہے۔ جب صبح ہوئی اور دیکھا کہ زاہد
کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچا اس سے نہ رہا گیا اور زاہد سے عرض کی کہ تمہارا جی چاہے
مجھ کو رکھو یا مارو۔ میں نے تم کو زہر ہلاہل دیا تھا۔ کیا سبب ہے کہ اُس نے تم پر اثر نہ کیا؟
زاہد نے متبسم ہو کر فرمایا کہ میرے پاس ایسی دُعا ہے کہ ایک زہر کیا کوئی چیز مجھ کو نقصان
نہیں پہنچا سکتی اور وہ یہ ہے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ هـ بِسْمِ اللَّهِ خَيْرَ الْأَسْمَاءِ بِسْمِ اللَّهِ رَبِّ الْأَرْضِ
وَالسَّمَاءِ - بِسْمِ اللَّهِ الَّذِي لَا يَضُرُّهُ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ
وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ط

دُعا کی شرائط

بعد ازاں شیخ الاسلام قدس اللہ سرہ نے فرمایا کہ شرائط اسباب دُعا کے بہت ہیں اگر

سب کو بیان کرنا بات طویل ہو جائے۔ مگر پہلی شرط یہ ہے کہ خداوند جل جلالہ دُعا کو نوازے
امام پاک سے شروع کی جائے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ کُلُّ أَمْرٍ يُدْرَى
بِالْأَمْرِ يُبْدَأُ فِيهِ بِبِسْمِ اللَّهِ فَهُوَ أَبْتَدَأَ - (یعنی جو بڑا بھاری کام اللہ کے نام کے
ساتھ شروع نہیں کیا گیا وہ بے برکت ہے یعنی بخیر و خوبی انجام نہیں پاتا) پس لازم ہے
کہ پہلے بسم اللہ پڑھے پھر دُعا کرے تاکہ قبول ہو۔

دوسری شرط یہ ہے کہ اپنی عورتوں کو آواز دار زیور مثل پازیب وغیرہ کے نہ پہننے دے۔
کیونکہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ خداوند تعالیٰ
اُن لوگوں کی دُعا قبول نہیں فرماتا ہے جو اپنی عورتوں کے آواز دار زیور پہننے سے خوش
ہوتے ہیں۔

تیسری شرط یہ ہے کہ دُعا کے آغاز و انجام پر صدقہ دے۔ جیسا کہ امام شافعیؒ سے
روایت ہے کہ اُن کی کسی بادشاہ سے کوئی حاجت تھی اور اُس کے واسطے جا رہے تھے۔
ایک درویش کو صدقہ دیا اور کہا کہ دُعا کیجیے میری حاجت پوری ہو جائے۔ کیونکہ جو شخص
بادشاہ کے پاس جاتا ہے اُس کے واسطے ضروری ہے کہ پہلے دربان کو کچھ دے اور درویش
خدا کا دربان ہے۔ جب یہ راضی ہوا تو حاجت بھی پوری ہو گئی۔ اَلْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَى ذَلِكَ

غزہ محرم ۴۵۶ھ ہجری

ماہ محرم کے فضائل اور دُعا میں

دولت قدیموسی میسر ہوئی اجمودھن

کی تمام مخلوق چھوٹے بڑے اور مشائخ و

درویش و ساکین آتے تھے اور شیخ الاسلام کے دست مبارک کو ہوسہ دیتے تھے اور حضرت

شیخ الاسلام مصلیٰ کے نیچے ہاتھ ڈال کر روپیہ میسر جو جس کی تقدیر کا ہونا کمال کرمائیت فرما رہے تھے اور لوگ جو شیرینی لاتے تھے اُس کا ایک انبار لگا ہوا تھا۔ تھوڑی تھوڑی درویشوں کی بھی دی جا رہی تھی۔ اُس روز شہر کا کوئی شخص مسافر یا متوطن زیارت سے محروم نہ رہا۔ حضرت شیخ الاسلام کی یہ رسم تھی کہ ہر ماہ کے عزے کو اسی طرح کیا کرتے تھے۔

بعد ازاں شیخ عبداللہ محمد بن احمد بنی جو واصلان حق میں سے تھے۔ شیخ الاسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور قدم بوسی کر کے بیٹھ گئے۔ شیخ الاسلام سراقبہ میں تھے اُسی وقت ذکر کرنے لگے اور اس قدر ذکر کیا کہ بے ہوش ہو گئے۔ حضرت شیخ قطب الدین بختیاراوشی قدس سرہ کا خرقد آپ کے اوپر ڈال گیا۔ تب تھوڑی دیر کے بعد ہوش میں آئے۔ حاضرین نے قدم بوسی کی۔ عبداللہ بنی کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ تم نے دیکھا ہمارے بھائی بہادر الدین ذکر یا ملتا ہی اس بیابان فنا سے شہرستان بقار کی طرف کوچ فرما گئے، مگر میں نہیں جانتا کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہاں اسی وقت انتقال کیا ہے۔ آیتے نماز جنازہ پڑھ لیں۔ پھر شیخ الاسلام اور حاضرین نے نماز جنازہ ادا کی۔

بعد ازاں فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ آلہ وسلم سے غائب کی نماز جنازہ پڑھنی منقول ہے کیونکہ جب امیر المؤمنین سید الشہداء حضرت حمزہ اور دیگر صحابہ شہید ہوئے ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر ایک کی نماز جنازہ غائبانہ پڑھی تھی۔ پس لازم ہے کہ ہم بھی پڑھیں۔

اس کے بعد غزہ ماہ محرم کی فیصلت میں گفتگو ہونے لگی۔ فرمایا کہ اس عشرے کے اندر بحر طاعت و تلاوت اور نماز و دعا کے کسی کام میں مشغول نہ ہونا چاہیے۔ کیونکہ اس عشرے میں قہر جاتا رہتا ہے اور رحمت الہی کمزور ہوتی ہے۔ پھر فرمایا کہ اس عشرے

میں بہت سے طبقات مشائخ نے گریہ و زاری و نیاز اپنے اوپر لازم کیا ہے۔

پھر فرمایا تم نہیں جانتے ہو کہ اس عشرے میں سرور عالم صلی اللہ علیہ آلہ وسلم پر کیا گزری تھی اور حضور کے فرزند ان کیے زار و زار ہوئے تھے اور بعض تو پیاس ہی سے ہلاک ہو گئے تھے اور پانی کا ایک قطرہ بد بختوں نے ان صاحب زادوں کو نہ دیا تھا۔ جب شیخ الاسلام اُس کلام پر پہنچے تو ایک نعرہ مارا اور بے ہوش ہو گئے۔ پھر جب ہوش میں آئے تو فرمایا کہ کیے سنگدل اور بے عاقبت اور بے سعادت اور نامہربان تھے۔ جانتے تھے کہ یہ بانشاہ دین و دنیا کے فرزند ہیں اور پھر ان کو اس بے کسی کے ساتھ شہید کرتے تھے اور اتنا خیال نہ آتا تھا کہ کل قیامت کے روز حضرت خواجہ عالم صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کو کیا منہ دکھائیں گے۔ الغرض فرمایا کہ شروع سال غزہ ماہ محرم میں یہ دعا پڑھنی آتی ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَنْتَ اللّٰهُ الْاَبَدِیُّ الْقَنِیْمُ
وَهَذِهِ سَنَةٌ جَدِیْدَةٌ اَسْأَلُكَ فِیْهِ الْعَصْمَةَ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ
وَالْاِمَانِ مِنَ الشَّیْطٰنِ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ دَیْنٍ وَمِنْ الْبَلَایَا وَالْاَلْفَاتِ
فَذَلِکَ وَنَسْأَلُكَ الْعَوْنَ وَالْعَدْلَ عَلٰی هَذِهِ النَّفْسِ الْاُمَّادَةِ بِالشَّوْعِ
وَالِاشْتِعَالِ سَمًا یَنْتَرِبُ اِلَیْكَ یَا رَبِّیَّ اَدْعُوْكَ یَا دَحِیْمُ یَا ذُو الْجَلَالِ
وَالْاِکْرَامِ بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ ۛ

پھر اسی محل میں فرمایا کہ میں نے شیخ الاسلام معین الدین بخاری قدس اللہ سرہ کے اوراد میں لکھا دیکھا ہے کہ جو شخص ماہ محرم کی پہلی شب میں چھ رکعت نماز ادا کرے۔ ہر رکعت میں فاتحہ ایک بار اور اخلاص دس بار اور صحیح روایت میں آیا ہے کہ دو رکعت نماز ادا کرے ہر رکعت میں فاتحہ ایک بار اور سورہ یسین ایک بار پڑھے۔ خداوند تعالیٰ اُس کو

بہشت میں دو ہزار محل عنایت فرمائے گا۔ ہر محل میں دو ہزار دروازے یا قوت کے اور ہر دروازے میں ایک تخت زبرجد سبز کا بچھا ہوگا اور ایک حور اُس پر جلوہ افروز ہوگی اور یہ نماز چھ ہزار ملاؤں کو دور کرتی ہے اور چھ ہزار نیکیاں اُس کے نامہ اعمال میں بھی جاتی ہیں۔

پھر شیخ الاسلام نے فرمایا کہ میں نے کفایہ امام شعبیؒ میں لکھا دیکھا ہے کہ جو شخص ماہ محرم میں ہر روز سو مرتبہ یہ کلمہ پڑھا کرے گا۔ خداوند تعالیٰ اس کو آتش دوزخ سے ہائی دیگا وہ کلمہ یہ ہے۔

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِي وَيُمِيتُ وَهُوَ سَمِيُّ لَا يَمُوتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ، لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطًى لِمَا مَنَعْتَ وَلَا رَادَّ لِمَا قَضَيْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَنَّةِ مِنْكَ الْجَدُّ . پھر اپنے ہاتھوں پر دم کر کے منہ پر پھیرے۔ حق تعالیٰ اُس کو گناہوں سے ایسا پاک کر دیگا گویا مال کے پیٹ سے بھی پیدا ہوا ہے۔ شیخ الاسلامؒ یہ فوائد بیان فرما رہے تھے کہ نماز کی اذان ہوئی۔ شیخ الاسلامؒ نماز میں مشغول ہوئے۔ مخلوق اور دعا گو واپس آئے الْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَى ذَلِكَ۔ کہ یہ نعمت حاصل ہوئی۔

۱۰۔ ماہ محرم ۶۵۶ھ

دولت قدم بوسی نصیب ہوئی۔
شمس دبیر اور شیخ جمال الدین ہانسی

اور شیخ بدر الدین غزنویؒ اور عزیزان دیگر حاضر تھے۔ روز عاشورہ کی برکت کے بارے میں

گفتگو ہو رہی تھی۔ فرمایا کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ مَنْ صَامَ يَوْمَ عَاشُورَاءَ فَكَانَتْ صَامَ الدَّهْرِ كُلِّهِ ، یعنی جس نے عاشورہ کے روز روزہ رکھا اس نے گویا تمام سال روزے رکھے۔

بعد ازاں شیخ الاسلامؒ نے فرمایا کہ شب عاشورہ میں چار رکعت نماز پڑھنی چاہیے۔ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ ایک بار اور آیتہ الکرسی تین بار اور سورہ اخلاص دس بار اور جب نماز سے فارغ ہو تو سو مرتبہ سورہ اخلاص پڑھے۔

پھر فرمایا کہ شیخ الاسلام عثمان مارونیؒ کے اوراد میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ روز عاشورہ میں آفتاب طلوع ہونے کے بعد دو رکعت نماز ادا کرے اور جو سورتیں یاد ہوں پڑھے۔ ثواب بہت ہے۔ پھر یہ دعا پڑھے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ، يَا أَوَّلَ الْأَوَّلِينَ يَا آخِرَ الْآخِرِينَ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ أَوَّلَ مَا خَلَقْتَ فِي هَذَا الْيَوْمِ وَآخِرَ مَا تَخْلُقُ فِي هَذَا الْيَوْمِ أَعْطِنِي فِيهِ خَيْرَ مَا دَلَيْتَ فِيهِ يَا بَنِي آدَمَ وَأَصْفِيَائِكَ مِنَ النَّوَابِ وَالْبَلَاءِ وَأَعْطِنِي مَا أَعْطَيْتَهُمْ فِيهِ مِنَ الْكَرَامَةِ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ عَلَيْكَ السَّلَامُ ط

بعد ازاں فرمایا کہ شیخ الاسلام قطب الدین بختیار کاکی اوشیؒ کے اوراد میں خاص انہی کے ہاتھ کا لکھا ہوا میں نے دیکھا ہے کہ روز عاشورہ میں چھ رکعت نماز پڑھے۔ ہر رکعت میں فاتحہ اور واٹس اور انا انزلنا اور اذ انزلنا الارض اور اخلاص اور متوفی میں سب ایک ایک بار پڑھے۔ پھر سلام کے بعد سجدے میں سر رکھ کر قلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ پڑھے اور حاجت چاہے روا ہوگی۔

پھر فرمایا کہ اُسی میں لکھا دیکھا ہے کہ عاشورہ کے روز ستر بار پڑھے۔ حَسْبِيَ اللَّهُ

وَنِعْمَ الْوَكِيلُ نِعْمَ الْمَوْلَىٰ وَنِعْمَ النَّصِيرُ۔ حق تعالیٰ اس کو بخش دے گا اور اولیاء اللہ
 مشائخ کبار کے زمرے میں اس کا نام درج فرمائے گا۔ پھر اسی محل میں فرمایا کہ پہلے زمانے میں
 ایک شخص کفن چوری کیا کرتا تھا اور قریباً دو ہزار دوسو آدمیوں کے کفن اس نے چراتے تھے۔
 الغرض اس کام سے اس نے حضرت خواجہ حسن بھریؒ کے ہاتھ پر توبہ کی۔ حضرت خواجہؒ نے
 دریافت کیا کہ تو نے قبروں میں مسلمانوں کا کیا حال دیکھا؟ عرض کی کہ سب کا حال بیان
 کرنا تو نہایت مشکل ہے دو تین واقعے عرض کرتا ہوں۔ ایک قبر جو میں نے کھولی تو دیکھا کہ
 اس میں ایک شخص ہے جس کا چہرہ نہایت سیاہ ہے اور ہاتھ پیروں میں اُس کے آگ کی زنجیریں
 بندھی ہوئی ہیں اور اُس کے منہ سے پیپ اور خون جاری ہے۔ اس قدر بدبو آتی تھی کہ
 دماغ پریشان ہو گیا اور میں وہاں سے اٹھا پھرا۔ اُس مردے نے مجھ کو آواز دی کہ کیوں
 بھاگتا ہے۔ یہاں آ اور میرا حال دریافت کر اور اُس کو میں کیا کام کرتا تھا۔ جس کے سبب
 سے اس بلا میں مبتلا ہوا۔ میں پھر اُس کی قبر میں گیا اور دیکھا کہ فرشتگانِ عذاب نے اُس
 کی گردن میں زنجیریں باندھ رکھی ہیں اور بیٹھے ہیں۔ میں نے پوچھا تو کون ہے؟ اُس نے
 کہا میں مسلمان اور مسلمان کا فرزند ہوں مگر میں شراب خوار اور زانی تھا۔ اور اُسی بدبستی
 کی حالت میں مر گیا اور اس ذلت میں گرفتار ہوا۔

پھر میں نے دوسری قبر کھودی تو دیکھا ایک شخص سیاہ رو بہرہ نہ کھڑا ہے اور چاروں
 طرف اُس کے آگ روشن ہے اور زبان اس کی باہر نکلی ہوئی ہے اور فرشتے اس کی گردن
 میں زنجیریں باندھے ہوئے کھڑے ہیں۔ اس شخص نے مجھ کو دیکھتے ہی فریاد کی کہ جناب تھوڑا
 سا پانی مجھ کو پلائیے کہ میں پیاس کے مارے عاجز ہو گیا ہوں۔ اس کے یہ بات کہتے ہی میں
 نے چابک پانی دوں۔ فرشتوں نے دھمکایا کہ خبردار اس تارک نماز کو پانی نہ دینا۔ کیونکہ خدا

کے حکم کے خلاف ہو گا۔ پھر میں نے اُس شخص سے دریافت کیا کہ تو کیا کام کرتا تھا؟ اس نے
 کہا میں مسلمان تھا مگر کبھی میں نے خدا کی اطاعت نہیں کی اور میری طرح بہت سے لوگ
 مذاب میں گرفتار ہیں۔

پھر اس کے بعد میں نے ایک اور قبر کھودی۔ دیکھا کہ ایک جوان ایسا خوبصورت جس کے
 حسنِ کبیاں نہیں ہو سکتا اور ارد گرد اُس کے ہنرہ زار تھا اور چشمے پر ہے تھے اور اس
 کے سامنے خورانِ بہشتی تخت پر بیٹھی تھیں۔ میں نے پوچھا کہ اے نوجوان تو کون ہے؟ اور کیا
 کام کرتا تھا؟ اور کس عمل سے تو نے یہ درجہ پایا؟ اس نے کہا اے شخص! میں تم ہی جیسا تھا
 لیکن ماہِ محرم میں ماشورہ کے روز میں نے ایک واعظ سے سنا تھا کہ جو شخص چھ رکعتیں
 پڑھے خدا تعالیٰ اس کو بخش دیتا ہے۔ پس ہمیشہ ان کو میں پڑھتا تھا۔ پھر شیخ الاسلامؒ نے
 فرمایا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص شب یا روز ماشورہ میں دشمنی دور کرنے کے
 لیے چار رکعت نماز پڑھے خداوند تعالیٰ اس کو منکر ذکر کے سوال سے محفوظ رکھے گا اور اُس کے
 دشمنوں کو اس سے خوشنود کرے گا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

۱۴ ماہ صفر ۴۵۶ ہجری

دولت پاتے ہوئے حاصل ہوئی۔ دعا گو چند
 روز کے واسطے ہانسی میں شیخ محمد ہانسی کے

عطائے خرقہ حاصلِ رخصت

پس چلا گیا تھا جو حضرت قطب الدین بختیار کاکی اوشیؒ کے اہلِ علیؑ میں تھے حضرت شیخ الاسلامؒ کی دولت پاتے ہوئے
 حاصل ہوئی فرمان ہوا کہ بیٹھ جاؤ بیٹھ گیا اور جو کتاب شیخ برہان الدین نے دیا تھا پیش کیا خود مطالعہ فرمایا پھر ارشاد
 کیا کہ بہت دیر کر دی۔ بندے نے سرزمین پر رکھ عرض کی کہ تین خاک و ہاں تھا۔ مگر دل یہیں۔ پھر فرمایا

ہاں یونہی ہے جیسا کہ تم کہتے ہو۔ تم پر ہمارا اشتیاق غالب تھا اور تم کہتے تھے کہ اگر میرے پرہوں تو اڑ کر چلا جاؤں اور خواجہ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ پھر لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ شیخ کا مرید اور فرزند ایسا ہونا چاہیے جیسے کہ مولانا نظام الدین ہیں۔

پھر مجھ سے ارشاد کیا کہ تم نے ایک خط بھی لکھا تھا جس میں اشتیاق پائے ہوئی بہت تھا اور تم نے ایک بیت بھی لکھی۔ جس کو میں نے یاد کر لیا ہے اور جب تم یاد آتے ہو تو میں اس بیت کو پڑھ لیتا ہوں۔ بے نظیر ہے۔ اگر تم پڑھو تو میں سنوں۔ میں نے قدم بوس ہو کر یہ بیت پڑھی۔

زا نگاہ کہ بندہ تو داند مرا بر مردک دیدہ نشاند مرا
لطفِ عامت عنایتے فرمودہ است ورنہ کیم از کجا چہ داند مرا
میں نے جب یہ بیت پڑھی۔ شیخ الاسلام پر رقت طاری ہوئی اور بے حد و نہایت رقت فرمایا یعنی چاشت سے دو پہر تک اس وجہ و کیفیت میں مصروف رہے۔

جب اس سے فارغ ہوئے تو خر و خاص اور عصا اور مصلیٰ اور نعلین چوبی حمت فرمائیں اور دعا گو کو پہلو میں لے کر فرمایا کہ مولانا نظام الدین نزدیک ہے کہ میں تم کو رخصت کروں اور پھر تمہارا دیدار نہ دیکھوں بس اب جاؤ کہ اسی روز تمہاری رخصت ہے مگر اور چند روز بھی رہنا چاہیے کیوں کہ دیدار غنیمت ہے۔ پھر چشم پُر آب کی اور رو کر یہ بیت پڑھی۔

دیدارِ دوستانِ موافق غنیمت است چوں یافتیم جیف بود گر رہا کنیم

بعد ازاں ماہ صفر کی نسبت

گفتگو ہونے لگی۔ فرمایا نہایت

ماہ صفر میں بلاؤں سے بچنے کے اعمال

سخت اور گراں مہینہ ہے۔ کیوں کہ جب ماہ صفر آتا تھا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تنگ دل ہوتے تھے اور جب یہ نکل جاتا تھا تو آپ خوشی کرتے تھے اور حضور کا یہ تغیر ماہ صفر کی گرانی اور سختی کے باعث سے ہوتا تھا۔

پھر ارشاد ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے مجھ کو ماہ صفر کے ختم ہونے کی بشارت دی میں اُس کو جنت کی بشارت دیتا ہوں۔ مَنْ بَشَّرَ فِي خُرُوجِ الصَّغْدِ أَنَا بَشَّرْتَهُ بِحَوْلِ الْجَنَّةِ۔

پھر اسی محل میں فرمایا کہ خداوند تعالیٰ ہر سال دس لاکھ انبیاء ہزار بلائیں آسمان سے بھیجتا ہے جن سے خاص اس مہینے میں نو لاکھ بیس ہزار نازل ہوتی ہیں۔ اس مہینے میں دُعا اور عبادت کے اندر مشغول رہنا چاہیے تاکہ بلا سے کچھ نقصان نہ پہنچے۔ پھر فرمایا کہ میں نے ایک بزرگ سے سنا ہے جو شخص چاہے کہ ماہ صفر کی بلاؤں سے محفوظ رہے۔ ہر فرض نماز کے بعد یہ دُعا پڑھا کرے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۝ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّ هَذِهِ الْاَزْمَانِ
وَأَسْتَعِيْذُ مِنْ شُرُوْدِ الْاَزْمَانِ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِجَلَالِ وَجْهِكَ وَ
كَمَالِ قُدْرَتِكَ اَنْ تَجْعِلَنِيْ مِنْ فِتْنَةِ هَذِهِ السَّنَةِ وَقِيَّاسُ شَرِّ مَا
قَضَيْتَ فِيْهَا وَاَكْرِمْنِيْ بِالْفَقْرِ يَا كَرِيْمُ النَّظَرِ وَاجْتِنِّهُ بِالسَّلَامَةِ وَالسَّعَادَةِ
لِاهْلِيْ وَاَوْلِيَائِيْ وَاَوْقُرْبَائِيْ وَجَمِيْعِ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ النَّصِطَةِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ۔

بعد ازاں اسی محل میں فرمایا کہ ماہ صفر کی پہلی شب میں کُل مسلمانوں کی حفاظت کے واسطے عشاء کی نماز کے بعد چار کعتیں پڑھے۔ پہلی میں فاتحہ کے بعد قل یا ایہا الکفریون

پندرہ بار اور دوسری میں فاتحہ کے بعد اخلاص گیارہ بار اور تیسری میں قُلْ اَعُوذُ بِرَبِّ
الْفَلَقِ پندرہ بار اور چوتھی میں قُلْ اَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ پندرہ بار پھر سلام کے بعد کسی بار
اَيَاكَ نَعْبُدُكَ اَيَاكَ نَسْتَعِيْثُ پڑھ کر اس کے بعد ستر مرتبہ درود شریف پڑھے چونکہ یہ نماز
قبل از وقت پڑھی جاتی ہے۔ خداوند تعالیٰ اُن تمام بلاؤں سے جو اس روز نازل ہوں
کی محفوظ رکھتا ہے۔

پھر اسی محل میں فرمایا کہ میں نے شرح شیخ الاسلام شیخ معین الدین حسینی میں لکھا
دیکھا ہے کہ ماہ صفر کے آخری روز تین لاکھ بیس ہزار بلائیں نازل ہوتی ہیں یہ دن سب لوگوں
سے زیادہ سخت ہے۔ اس واسطے آخری چہار شنبے کو چار رکعت نماز ادا کرے خداوند تعالیٰ
اُس کو تمام بلاؤں سے محفوظ رکھے گا اور سال آئندہ تک کوئی بلا اس کے پاس نہ آئے گی۔ دُعا
یہ ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ يَا شَدِيْدَ الْقُوٰى وَيَا شَدِيْدَ الْحَالِ
يَا مُنْقِذَ الْبَاطِلِ يَا مُنْقِذَ الْاَلَمِ اَلَا اَنْتَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ

پھر فرمایا جو لوگ بلا میں مبتلا ہوئے ہیں وہ اسی ماہ صفر میں ہوئے ہیں۔ چنانچہ
روایت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اسی ماہ صفر میں گھبراہٹ میں کھانا کھا یا تھا جو بہشت سے
نکلے گئے اور ایک خطا کے سبب تین سو برس روتے رہے۔ تمام گوشت پرست اُن کا
گل کر جھڑ گیا تھا۔ تب حکم ہوا کہ توبہ کرو اُن میں قبول کر دوں گا۔ غرضیکہ یہ ساری رحمت ماہ صفر
ہی سے شروع ہوتی تھی۔

پھر اسی کے مناسب فرمایا کہ وہب ابن منبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک
دفعہ قابیل اور ہابیل دونوں بھائیوں نے ماہ صفر میں حضرت آدم علیہ السلام سے شکر ادا کیا

چاہی۔ حضرت آدم نے اُن کو منع کیا کہ ماہ صفر میں باہر نہ جاؤ۔ مگر انہوں نے حضرت کا
کہنا نہ سنا۔ الغرض جب یہ جنگل میں پہنچے تو دونوں بھائیوں میں کسی بات پر تکرار ہوئی اور
قابیل نے ہابیل کو قتل کر دیا۔ پھر پشیمان ہوا کہ مجھ سے یہ کیا حرکت ہوئی۔ یہ خبر حضرت آدم
علیہ السلام کو پہنچی۔ حضرت کو بہت رنج ہوا۔ اُسی وقت جبریل علیہ السلام آئے اور
عرض کی کہ اے آدمؑ حکم الہی ہے کہ ہابیل کی اولاد سے تمام لوگ مسلمان ہونگے اور قابیل
کی اولاد سے تمام یہودی اور آتش پرست اور کافر ہوں گے کیونکہ اس نے ماہ صفر میں اپنے
بھائی کو ہلاک کیا ہے۔

پھر اسی محل میں فرمایا کہ نوح علیہ السلام کی قوم اسی ماہ صفر میں طوفان کے اندر
غرق اور ہلاک کی گئی تھی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو صفر کی پہلی تاریخ کو آگ میں
ڈالا گیا تھا اور ماہ صفر ہی میں ایوب علیہ السلام کی بلا میں مبتلا ہوتے تھے اور
حضرت زکریا علیہ السلام پر جس روز آہ چلا گیا ہے وہ بھی ماہ صفر کا آخری چہار شنبہ تھا۔
اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کے حلق پر جو چھری چلی ہے تو اسی ماہ صفر میں اور اسی ماہ صفر
میں حضرت جبرص علیہ السلام کے سات ٹکڑے کئے گئے اور یونس علیہ السلام مچھلی کے
پیٹ میں بند ہوئے۔

بعد ازاں شیخ الاسلام امام اللہ برکاتہ نے چشم پُر آب کی اور ایک نعرہ مار کر یہوش
ہو گئے۔ جب ہوش میں آئے تو فرمایا کہ حضرت سلطان انبیا کو جو رحمت لاحق ہوئی
اور رحمت حق سے پیوست ہوئے تو یہی ماہ صفر تھا پھر فرمایا کہ اسی طرح تمام انبیاء پر
جو بلائیں نازل ہوئیں میں اسی ماہ صفر میں ہوئی ہیں۔ یہ مہینہ بہت سخت ہے حتیٰ تعالیٰ
ہم کو اور تم کو اور کل مسلمانوں کو اس مہینے کی گزائی سے اپنی امان اور حفاظت میں رکھے

الْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَىٰ ذَٰلِكَ -

۲۷ ماہ صفر ۱۲۵۴ھ

مجاہدہ نفس

دولت پائے بوسی میسر آئی۔ عزیزانِ اہل سلوک مثلاً شیخ برہان الدین ہانسویؒ اور شیخ ملہولہ پوریؒ اور شیخ جمال الدین ہانسویؒ علیہم الرحمۃ والنعقان حاضر تھے اور چند اور صوفی بھی خاندانِ چشت کے آئے ہوئے تھے اور مجاہدے کے متعلق گفتگو ہو رہی تھی۔ ارشاد کیا کہ حضرت خواجہ بایزید بطائیؒ سے کسی نے اُن کے مجاہدے کی نیت سوال کیا۔ فرمایا کہ میں میں سال عالمِ تفکر میں ہوا کے اندر آنکھیں کھولے کھڑا رہا ہوں اور ان میں سال میں کبھی بیٹھنا اور اٹھنا اور سونا مجھ کو یاد نہیں۔ میرے پیروں سے خون جاری ہو گیا تھا اور پیر درم کر گئے تھے۔ پھر اس کے بعد دو سال عالمِ غم میں رہا اور کبھی نفس کو سیر ہو کر پانی نہیں پلایا۔ صرف ایک ہفتے یا مہینے میں دو درم کے انداز سے دیتا تھا۔ پھر اس کے بعد نفس کو اندر شریں کی خواہش مہی میں ہر روز اُس سے وعدہ کرتا رہا یہاں تک کہ دس سال گزر گئے۔ تب نفس نے فریاد کی کہ تمہارا وعدہ کب پورا ہو گا۔ میں نے کہا آخری وقت میں۔ اگر اپنے مجاہدے کی مفصل کیفیت بیان کروں تو اس کے سننے کی تم میں طاقت نہیں ہے۔ جو معاملے کو میں نے اپنے اور اپنے نفس کے ساتھ کئے ہیں تم اُن کا یقین نہیں کر سکتے۔ الغرض جب ستر برس اسی طرح سے گزر گئے درمیان سے حجاب اٹھ گیا اور آواز آئی کہ اندر آؤ تم نے ہمارے کام میں کوئی کسر نہیں رکھی لہذا واجب ہوا کہ ہم بھی تم پر تسبیح کریں۔ اس آواز کے آتے ہی خواجہ بایزیدؒ نے نعرہ مارا اور جاں بحق تسلیم کی۔ بعد ازاں شیخ الاسلامؒ نے فرمایا کہ حضرت بایزیدؒ

کے انتقال کا یہ واقعہ ہے اور فرمایا کہ جو مجاہدہ کرتا ہے۔ وہی مشاہدے کو جانتا ہے اور یہ شعر زبانِ مبارک سے فرمایا ہے

درکئے تو عاشقانِ چناں جاں بہند کاجنا ملک الموت نکلجند ہرگز

پھر اسی محل میں فرمایا کہ ایک بزرگ سے پوچھا گیا کہ مجاہدہ کیا ہے؟ فرمایا نفس کو مارنا۔ یعنی اُس کی مراد پوری نہ کرنا اور وہ طاعت اختیار کرنا جس سے نفس راضی نہ ہو پھر اسی محل میں فرمایا کہ خواجہ ابویوسف حشمتی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے نفس سے فرمایا کہ اے نفس اگر آج کی رات تو میرا ساتھ دے تو میں دو رکعت نماز میں قرآن شریف ختم کر لوں۔ روز اسی طرح کرتے رہے آخر ایک دن نفس نے موافقت نہ کی اور حضرتؒ کی دو رکعتیں فوت ہو گئیں۔ دوسرے روز حضرتؒ نے مناجات کے وقت عہد کیا کہ بیس سال تک نفس کو سیر ہو کر پانی نہ دوں گا۔ کیونکہ اس شب جو نفس نے کاہلی کی تھی اس کا سبب یہی تھا کہ اس نے سیر ہو کر پانی پیا تھا۔

پھر اسی محل میں فرمایا کہ شاہ شجاع کرمانی چالیس سال نہ سوئے تھے۔ بعد چالیس سال کے ایک شب حضرت ربِ عزت کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ پھر جہاں جاتے کپڑا اوڑھ کر لیٹ رہتے کہ پھر وہ دولت حاصل ہو۔ ہاتھ نے آواز دی کہ اے شاہ شجاع وہ دیدار چالیس سال کی بیداری کا نتیجہ تھا۔ اب چالیس سال در بیدار رہو تب وہ نصیب ہو۔ پھر شیخ الاسلامؒ نے چشمِ پُراب کی اور فرمایا کہ جب شاہ شجاع کرمانی کے انتقال کا وقت قریب پہنچا تو جس روز کہ حضرت انتقال کرنے والے تھے ایک ہزار رکعت نماز حضرت نے ادا کی اور مصلے ہی پر سو رہے۔ وہاں حضرت ذوالجلال کی زیارت ہوئی اور حکم ہوا کہ اے شاہ شجاع انا چاہتے ہو یا ابھی کچھ دن اور رہو گے؟ عرض کی کہ خداوند اب رہنے کی تاب نہیں ہے۔ میں تو اوّل کا۔ چنانچہ اسی

وقت بیدار ہوئے اور وضو کر کے دو گانہ پڑھا۔ غبار کی نماز کا وقت تھا کہ سہر سجدہ ہو کر جاں بحق تسلیم کی۔ شیخ الاسلام نے ایک لغو مارا اور بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش میں آئے تو یہ شعر آپ کی زبان پر جاری ہوا ہے

در کوئے تو عاشقان چیاں جاں بندہ کا نجا ملک الموت نہ گنجد ہرگز
بعد ازاں فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت بایزیدؒ سے کسی نے پوچھا کہ اپنے مجاہدے کا کچھ حال بیان کیجئے۔ فرمایا: اگر مختصر اسامی بیان کروں تو تم اس کو سن نہیں سکتے مگر میں تمہاری درخواست سے بہت تھوڑا بیان کرتا ہوں۔ ایک شب میں نے نفس کو عبادت کے واسطے طلب کیا۔ نفس نے سستی کی۔ کیونکہ اُس شب اس نے عادت سے زیادہ دو کھیر لکھائی تھیں۔ عرض کہ نفس نے میرا ساتھ نہ دیا۔ جب دن ہوا تو میں نے عہد کیا کہ عرصے تک حرام نہ کھاؤں گا۔ چنانچہ پندرہ برس فرما نہیں کھایا اور نفس اس کی آرزو ہی میں رہا اور کہنے لگا کہ جو کچھ حکم دو گئے میں تابعدار ہوں۔ تب میں نے خرے خرید کر اس کو کھلائے اور وہ مطیع ہو گیا۔ جو کچھ میں اُس کو حکم دیتا تھا وہ بجا لاتا تھا بلکہ اُس سے زیادہ کرتا تھا۔ پھر فرمایا کہ خواجہ ذوالنون مصریؒ سے کسی نے پوچھا کہ آپ نے اپنا مجاہدہ کہاں تک پہنچایا ہے؟ فرمایا یہاں تک کہ دو دواؤں میں تین سال ہو جاتے ہیں۔ میں نفس کو سیر ہو کر پانی نہیں دیتا۔ چنانچہ اب دس سال ہو گئے ہیں کہ اس کو پانی نہیں دیا ہے اور جب تک کہ ہر شب میں دو ختم قرآن شریف کے نہیں کرتا اور کسی کام میں مشغول نہیں ہوتا بعد ازاں خواجہ ذوالنون مصریؒ کے انتقال کی حکایت بیان فرمائی کہ ایک روز خواجہ اپنے پیاروں کے ساتھ تشریف رکھتے تھے اور اولیاء اللہ کے انتقال فرمانے کا ذکر ہو رہا تھا کہ ایک شخص سبز لباس پہنے ہوئے اور ایک سیب ہاتھ میں لئے ہوئے آیا۔ نہایت خوب و اور نیک سیرت۔ فرمان

ہوا کہ بیٹھ جاؤ اور خواجہ ذوالنون مصریؒ ہر بار اُس شخص سے فرماتے تھے کہ خوب آئے اور بہت اچھے آئے۔ پھر وہ سیب اُس شخص نے خواجہ کو دیا۔ خواجہ نے اُس سیب کو دونوں ہاتھوں میں لے کر قسم کیا اور فرمایا کہ آپ تشریف لے جائیے۔ جب وہ چلا گیا تو خواجہ نے لوگوں کو بھی معذرت کے ساتھ رخصت کیا۔ پھر قید رہو کہ قرآن شریف پڑھنا شروع کیا۔ جب ختم کر چکے تو اس سیب کو سونگھا اور جاں بحق تسلیم کی۔ بعد ازاں جب خواجہ کا جنازہ مسجد کے آگے لاتے نماز کا وقت تھا اور مؤذن اذان کہہ رہا تھا جب اس نے کہا اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ خواجہ نے کفن سے ہاتھ ہار نکالے اور انگشت شہادت کھڑی کر کے فرمایا۔ اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا الرَّسُوْلُ اللّٰهُ۔ ہر چند لوگوں نے چاہا کہ انگلی کو نیچا کریں مگر نہ ہو سکی اور آواز آئی کہ اے مسلمانو! جو انگلی ذوالنونؒ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام پر اٹھائی ہے وہ اُس وقت تک نیچی نہ ہو گی جب تک انحضرتؐ کا ہاتھ اُسے نہ پڑے گا۔ بعد ازاں شیخ الاسلامؒ نے یہ شعر پڑھا اور خوب روئے۔

در کوئے تو عاشقان چیاں جاں بندہ کا نجا ملک الموت نہ گنجد ہرگز
بعد ازاں فرمایا کہ جب خواجہ سہیل بن عبد اللہ تترسریؒ کا انتقال ہوا اور خواجہ کا جنازہ لے کر باہر آئے تو شہر تترس کے یہودی جو بے حد شکر تھے اُن کا سردار برہنہ پا حاضر ہوا اور کہا جنازے کو نیچے اتار دو کہ میں مسلمان ہوتا ہوں۔ جب جنازہ نیچے اتارا تو یہ یہودی جنازے کے پاس کھڑا ہو کر کہنے لگا کہ اے خواجہ مجھ کو کلمہ تلقین کر دو تاکہ میں مسلمان ہوں اور اس سردار کے ساتھ اُس کی قوم کے ہزار آدمی اس وقت موجود تھے۔ اُس کے یہ کلمے سنتے ہی خواجہ نے کفن سے ہاتھ نکالے اور انھیں کھول کر کہا: اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهُ۔ یہ کہہ کر پھر کفن کے اندر ہاتھ کر لئے اور انھیں بند کر لیں لوگوں نے اس یہودی سے پوچھا کہ تو نے کیا فرمان دیا دیکھی جو مسلمان ہوا؟ اُس نے کہا جس وقت تم

لوگ یہ جنازہ لے کر باہر آئے ہو۔ میں نے آسمان میں ایک سخت آواز سنی اور اپنے دل میں کہا کہ یہ کیسی آواز ہے؟ پھر میں نے آسمان کی طرف نظر کی تو دیکھا کہ فرشتے آسمان سے نازل ہوتے ہیں اور ہاتھوں میں اُن کے نور کے طبق ہیں۔ خواجہ کے جنازے پر آئے ہیں اور اس نور کو شکر کرتے ہیں۔ میں نے کہا کہ اللہ اکبر! حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین میں ایسے لوگ ہیں اور اسی سبب میں مسلمان ہو گیا۔ پھر شیخ الاسلام نے چشم پُر آب کی اور عالم تفکر میں ہو گئے اور یہ شعر پڑھا ہے

در کوئے تو عاشقان چناں جاں بدہند کاخ ملک الموت نہ گنجد ہرگز
پھر اسی موقع کے مناسب فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت شیخ علیؒ نے خواب میں دیکھا کہ گویا وہ عرش کو سر پر رکھ کر لے جا رہے ہیں۔ جب اُن ہوا تو انہوں نے خیال کیا کہ یہ خواب کسی شخص سے بیان کرنا چاہیے، سو اس کی تعبیر دے۔ آخر کہا کہ حضرت بایزید بسطامیؒ کے پاس چلو کہ اُن کے سوا اور کوئی شخص اس کام کا نہیں ہے فرماتے ہیں جب میں گھر سے باہر نکلا تو دیکھا کہ تمام شہر بسطام میں ایک شور و غوغا برپا ہے۔ میں نے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ حضرت بایزیدؒ کا انتقال ہو گیا۔ شیخ علیؒ نے یہ سن کر ایک نعرہ مارا اور روتے ہوئے روانہ ہوئے۔ جب حضرت بایزیدؒ کے جنازے کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ جنازے کو لوگ باہر لا رہے ہیں۔ شیخ علیؒ نے بڑی شقت اور دشواری سے کیونکہ لوگوں کی بے حد کثرت تھی حضرت بایزید کے جنازے کو کندھا دیا اور دل میں کہا کہ میرے خواب کی تعبیر پوری ہو گئی۔ خواجہ بایزید کا جنازہ ہی خدا کا عرش ہے جس کو تو سر پر رکھے ہوئے لے جا رہا ہوں۔

بعد ازاں شیخ الاسلام نے فرمایا کہ تیس سال دعا گو عالم مجاہدہ میں رہا ہے نہ دن کی خبر تھی نہ رات کی۔ نماز پڑھ لیتا تھا اور پھر اسی عالم میں مشغول ہو جاتا تھا پھر فرمایا کہ جس روز

حضرت خواجہ قطب الدین مودودیؒ نے رحلت فرمائی ہے اُس روز حضرت کا جسم نہایت مضبوط تھا اور حضرت منظر بیٹھے تھے کہ ایک شخص ہاتھ میں حریری کاغذ لے ہوئے آیا جس میں اسم اللہ لکھا تھا۔ اس شخص نے سلام کر کے وہ کاغذ حضرت خواجہ کو دیا۔ حضرت نے ہاتھ میں لے کر اس کا مطالعہ کیا اور نام اللہ پرا نہ نکھیں رکھ کر جان بحق تسلیم کی۔ ایک شور عالم میں برپا ہوا کہ خواجہ قطب الدینؒ نے رحلت فرمائی۔ الغرض جب غسل دیکر جنازہ تیار کیا تو کسی کی مجال نہ ہوئی کہ جنازے کو اٹھا سکے۔ سب لوگ حیرت میں تھے کہ ایک سخت آواز آنی شروع ہوئی۔ لوگ واپس ہوئے۔ پھر نماز جنازہ پڑھی اور جنازے کے اٹھانے کا قصد کیا کہ جنازہ خود بخود ہوا میں معلق روانہ ہوا اور لوگ پیچھے پیچھے تھے اور جس قدر کفار اور غیر مذاہب کے لوگ تھے سب مسلمان ہو گئے۔ اُن سے دریافت کیا کہ تم نے کیا بُراں دیکھی جو اسلام اختیار کیا؟ کہنے لگے ہم نے دیکھا خواجہ کا جنازہ فرشتے سر پر رکھے ہوئے لے جا رہے ہیں۔ جب شیخ الاسلام نے یہ حکایت تمام کی ایک نعرہ مارا اور بے ہوش ہو گئے۔ پھر ہوش میں آکر یہ شعر پڑھا ہے

در کوئے تو عاشقان چناں جاں بدہند
کاخ ملک الموت نہ گنجد ہرگز

حضرت خواجہ انہی فوائد کے فرمانے میں مشغول تھے کہ اذان ہوئی۔ شیخ الاسلام قدس اللہ سرہ نماز میں مشغول ہوئے اور خلق و دعا گو واپس۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ

۲۔ ماہ مبارک ربیع الاول ۴۵۴ھ

عطا خلعت خاص و تافضیلت ۱ دولت قدم بوسی میرائی۔ اس

بندے کو خلعت خاص کے ساتھ مشرف فرمایا۔ عزیزان اہل صفہ حاضر تھے۔ زبان مبارک سے ارشاد کیا کہ مولانا نظام الدین کو میں نے ہندوستان کی ولایت دی اور صاحب سجادہ بنایا اس ارشاد پر بندے نے دوبارہ قدم بوسی کی۔ فرمان ہوا کہ اے جہاں گیر عالم سر اٹھا اور فوراً ہی حضرت شیخ قطب الدینؒ کی دستار جو اپنے سر پر باندھے ہوئے تھے عطا کی اور عصا ہاتھ میں دیا اور اپنے دست مبارک سے خرقہ پہنایا اور فرمایا کہ جاؤ دو گانہ ادا کرو۔ میں جب قبلہ کو ہوا تو میرے ہاتھ کپڑے آسمان کی طرف نظر کی اور فرمایا کہ میں نے تم کو خدا کے سپرد کیا پھر فرمایا کہ یہ سب چیزیں میں تم کو اس سبب دیتا ہوں کہ تم آخری وقت میرے پاس نہ ہو گے اور یہ بھی فرمایا کہ میں بھی اپنے مرشد حضرت شیخ قطب الدینؒ کے وصال کے وقت حاضر نہ تھا۔ اُس وقت میں ہانسی میں تھا۔ الغرض اس کے بعد مولانا بدر الدینؒ اسٹیج کو حکم دیا کہ سند تحریر کریں۔ پھر جب سند مجھ کو مل گئی تو میرا سر پہلو میں لے کر فرمایا کہ میں نے تم کو خدا تک پہنچا دیا۔ پھر فرمایا اجمال الدینؒ سے ہانسی میں مل کر جانا۔

پھر فرمایا کہ آج بٹھڑ جاؤ کل رخصت ہونا۔

پھر فرمایا کہ جب حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی علالت زیادہ ہوئی تو حضور تین روز مسجد میں تشریف نہ لائے۔ تیسرے روز بلالؓ نے حجرہ شریف کے دروازے پر جا کر عرض کی کہ اَلصَّلٰوۃُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھے اور فرمایا کہ بلالؓ سے کہو کہ ابو بکرؓ اور عمرؓ آئیں تاکہ ہم مسجد میں چلیں۔ ابو بکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ اور علیؓ رضی اللہ عنہم اجمعین حاضر ہوئے اور حضور اقدسؐ ان کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر مسجد میں تشریف لائے اور چاہا کہ امامت کریں، مگر طاقت نہ تھی۔ ابو بکرؓ کا ہاتھ کپڑے کے گرد لپیٹ کر دیا۔ مسلمانوں نے یہ حال دیکھ کر ایک نعرہ مارا اور قریب تھا کہ ان کا زہرہ آب ہو جاتے۔ الغرض رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

واپس حجرے میں تشریف لائے اور سیاہ کبیل اور ٹھہ کر لیٹ رہے۔ بھٹوڑی دیر کے بعد ایک اعرابی دروازے پر حاضر ہوا اور کواڑوں پر ہاتھ مارا جس سے تمام درو دیوار میں لرزہ ہو گیا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا دروازے پر تشریف لائیں اور فرمایا کہ یہ موقعہ (گفتگو وغیرہ کا) نہیں ہے۔ مہر چند کہ حضرت فاطمہؓ اُس سے معذرت کرتی تھیں، مگر وہ کچھ نہ سنتا تھا آخر یہ آواز حضور اقدسؐ کے گوش گزار ہوئی۔ حضرت فاطمہؓ کو بلا کر فرمایا کہ اے جان پرور! یہ عزیز اعرابی نہیں ہے بلکہ یہ وہ شخص ہے کہ تم دروازہ بند کر دو گی تو یہ دیوار میں سے چلا آئے گا۔ یہ وہ شخص ہے جو فرزندوں کو یتیم اور عورتوں کو بیوہ کرتا ہے۔ تمہارے باپ کی حرمت پر اس نے نگاہ رکھی ہے جو ایانیت چاہتا ہے۔ اس کو بلا لوتا کہ یہ جس حکم کے واسطے آیا ہے اُس کو پورا کرے۔ حجرے میں سے ایک نعرہ بلند ہوا اور ملک الموت اندر آئے اور قدم بوس ہوئے۔ فرمان ہوا کہ بیٹھ جاؤ۔ بیٹھ گئے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ کس کام کو آئے ہو؟ عرض کی کہ حضورؐ کی زیارت کا مجھ کو حکم ہوا۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی تاکید کی گئی کہ جب تک اجازت نہ ملے اندر نہ جانا اور یہ عرض کرنا کہ اگر حضورؐ تشریف لے چلنا چاہیں تو میں رُوح قبض کروں۔ ورنہ واپس چلا جاؤں۔ حضورؐ نے فرمایا اتنی دیر بٹھڑو کہ جبریلؑ آجائیں۔ اُسی وقت جبریلؑ بھی حاضر ہوئے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ یا اخیؑ کَیْفَ حَالُکَ؟ عرض کی کہ یا رسول اللہ! فرشتے آسمانوں میں نور کے طباق لئے ہوئے آپ کی جان پاک کے منتظر ہیں۔ آسمان اور بہشت کے دروازے کھول دیے گئے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کی رُوحیں آپ کے استقبال کے لئے کھڑی ہیں۔ حورائیں بہشتی مشاق دیدار ہیں۔ رضوان نے جنت آرائش کی ہے تاکہ آپ تشریف لائیں۔ حضورؐ نے فرمایا اخی جبریلؑ! میں یہ دریافت نہیں کرتا۔ بلکہ تم یہ بتاؤ کہ میرے بعد میری اُمت کا کیا حال ہوگا؟ جبرائیلؑ علیہ السلام نے عرض کی یا رسول اللہ!

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم اپنی امت کو میرے سپرد کرو، تاکہ قیامت کے روز میں ان کو تمہیں ویسا ہی واپس کر دوں جیسی کہ وہ تمہاری زندگی میں تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں، بس میرا مقصود یہی ہے۔ پھر حضورؐ نے ملک الموت کو حکم دیا کہ اب تم اپنا کام شروع کرو یہ حکم ملے ہی ملک الموت نے اپنا ہاتھ حضور کے پائے مبارک پر رکھا اور ہاتھ پیر کے اندر اتر گیا۔ پھر ملک الموت نے روح مبارک قبض کی۔ حضورؐ نے پانی کا ایک پیالہ بھر دیا کہ پاس رکھ لیا تھا اور بار بار ہاتھ اس میں تر کر کے سینے پر مٹے تھے اور فرماتے تھے: اَللّٰهُمَّ هَوِّنْ عَلَيْنَا سَكَرَاتِ الْمَوْتِ۔ یعنی اے خدا جان کنی کی مخفی ٹھیک پر آسان کر! پھر جب روح حلق مبارک میں پہنچی تو حضورؐ نے ہونٹ ہلائے۔ حضرت فاطمہؑ فرماتی ہیں کہ میں نے کان لگاتے تو سنا کہ فرماتے ہیں اے خدا محمدؐ کے جان دینے کے طعین میری امت پر رحم فرما! اور آخری وقت تک یہی فرماتے رہے۔

جب شیخ الاسلامؒ نے یہ حکایت تمام کی۔ جملہ حاضرین مجلس سے ایک نعرہ بلند ہوا۔ شیخ الاسلامؒ بے ہوش ہو گئے۔ پھر جب ہوش میں آئے تو دعا گو کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ جی کے واسطے تمام عالم پیدا کئے جب انہیں کو عالم میں نہ رکھا تو پھر میں اور آپ کون ہیں کہ زندگی کا دم بھریں پس ہم بھی اپنے آپ کو رنگینان میں شمار کرتے ہیں مگر زاوراہ کا نکل کر نا بہت ضروری ہے۔ غفلت اور گفتگو میں وقت کھونا نہ چاہیے تاکہ کل قیامت کے روز شرمندہ نہ ہوں

جب شیخ الاسلامؒ نے یہ کلام ختم فرمایا شمس و بھر خدمت میں حاضر تھے۔ قدم بوس ہو کر بولے کہ مولانا نظامی کی ایک نظم دستیاب ہوئی ہے حکم ہوا تو عرض کروں۔ فرمان ہوا کہ پڑھو۔ جب شمس دیر نے نظم پڑھی تو گویا شیخ الاسلامؒ میں جان آگئی۔ ایک پہر حال میں رہے۔ یہ وقت نہایت راحت کا تھا اور اس روز بارانی فاصل (برساتی) شمس دیر کو عطا ہوئی۔

اس کے بعد حضرت شیخ الاسلامؒ ملاوت میں مشغول ہوئے اور یہاں کے حاضر باش بندگان سے میں نے سنا ہے کہ پھر وقت انتقال تک حضرت شیخ الاسلامؒ کسی کے ساتھ مل کر نہیں بیٹھے صرف مشغولی حق میں مصروف رہے۔ واللہ اعلم۔ شمس دیر نے جو نظم پڑھی وہ یہ ہے۔

نظم

جہاں چھیت بگذر زیننگ او	رہائے بچنگ آرزو چنگ او
مقیعہ نہ مینی دریں باغ کس	تماشا کند ہر یکے یک نفس
دریں چار سو بیچ بیگانہ نیست	کہ کیسہ بہر مرد خود کا نہ نیست
درد ہر دمے نو بے میرسد	یکے میرود دیگرے میرسد
جہاں گرچہ آرا مگاہے خوش است	شائبہ را فعل در آتش است
دو در داروایں باغ آراستہ	درد بندہ این ہر دو برخاستہ
در آرزو سے باغ بنگر تمام	زدیگر در باغ بیرون خرام
اگر زیر کی باگھے خوشگس	کہ باشد بجا ماندش ناگزیر
دریں دم کہ داری بشادی بیچ	کہ آئندہ در زیر میچیت و بیچ
یکے را در آرد بہ ہنگامہ تیز	وگر را ز ہنگامہ گوید کہ خیر

نظامی یک بار یاراں شدند

تو ماندی بغم غم گساراں شدند

(راحت القلوب ختم شد)

صاحبان ذوق و محبت اور ارباب فکر و نظر

مشرکہ چالقرآن

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر

حضرت ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ کے

بہار آفریں قلم سے نکلا ہوا لازوال شاہکار

درد و سوز اور تحقیق و آگاہی سے معمور تصنیف

ضیاء الامت
لنبي صلي الله عليه وسلم

مکمل سیٹ سات جلدیں

ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور

حصہ ضیاء الامت پیہر محمد کرم شاہ لاہوری کی
یادگار تصانیف

ترجمہ جمال القرآن
القرآن

قرآن پاک کا استہانی خصوصیت پھر جس کے ہر
نقطے سے اعجاز قرآن کا منظر آتا ہے

تفسیر ضیاء القرآن

ہم قرآن کا بہترین اور
ایک دل کے لیے ایک کتاب ہے

سنت خیر الامم

فہم قرآن مجید کی روشنی میں

مقالات

مجموعہ مقالات

ضیاء ابی

درد و سوز اور تحقیق و انجمن
معمول تصنیف

مجموعہ مقالات و دلائل خیریت

مشائخ و علماء دینیہ کی سیرت و سیرت
سے منقول اور درود و تحائف کا مجموعہ

قصیدہ طیب النعم

خوبصورت نعتیہ قصیدہ کی پر سوز
اور دلآویز شرح

فون:
7221953-7220479
7238010
7225085-7247350
2630411-2212011
2210212

ضیاء الامت پبلی کیشنز